مؤلفہ

محمد سراج الدین طالب

سلطنت آصفیہ کے مشہور تاجدار

نظام علی خان

نظام الملک آصف جاہ ثانی

کے

سوانح زندگی کا دوسرا حصہ

(مؤلف)

محمد سراج الدین طالب

۱۳۵۳ھ
۱۹۳۴ء

میں اپنے والد مرحوم مولوی کمال الدین صاحب کی یاد و محبت میں

ان کے نام سے منسوب کر کے دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو جوارِ رحمت نصیب کرے

اور میری اس تالیف کو قبول عام

محمد سراج الدین طالب
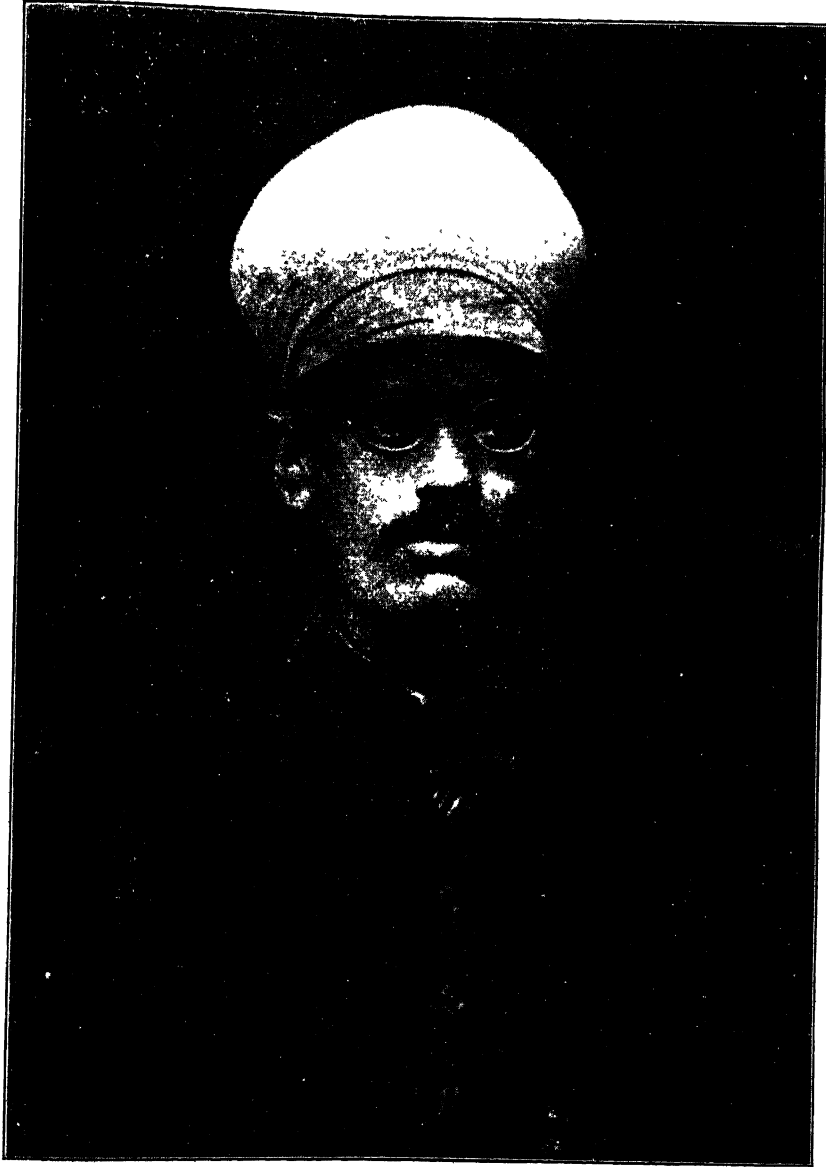
محمد سراج الدین طالب، مؤلف "مبرِ عالم"

تعریف کتاب

سوانح حیات نظام علیخاں کی ترتیب دو حصوں میں کی گئی ہے پہلا حصہ تو اُن واقعات پر مشتمل ہے جن کے تحت نظام علیخاں تخت سلطنت پر متمکن ہوے اور اس کے بعد سے ان کی وفات تک کے واقعات دوسرے حصہ میں رکھے گئے ہیں پہلا حصہ قبل ازیں شائع ہو چکا ہے اسی کا دوسرا حصہ ہے جو قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش ہے تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ دوران سلطنت میں نظام علیخاں کی طرز حکومت نے دو متباین صورتیں اختیار کی ہیں ایک تو وہ جو رکن الدولہ کی دیوانی کے زمانہ میں تھی دوسری وہ جو ارسطوجاہ کی مدار المہامی کے عہد میں رہی۔ اس طرح سیاسی نقطۂ نظر سے اس عہد کے دو دَور ہو جاتے ہیں اسی امتیاز کے لئے اس حصہ کو علٰحدہ علٰحدہ دو ادوار میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس کی تدوین میں علاوہ مطبوعہ و شائع شدہ کتب کے مخطوطات و اسناد سے استفادہ کیا گیا ہے جن تک بہت کم اصحاب کو دسترس ہوا ہے۔

اس حصہ کے لئے بھی تصاویر فراہم کرنے کی کوشش کی گئی جنکی تفصیل فہرست تصاویر کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی ان میں قلعہ اودگیر کی ایک تصویر ہے جو حصہ اول میں جنگ اودگیر کے سلسلہ میں دیکھانی چاہئے تھی چونکہ وہ بعد از وقت ہمدست ہوی اس لئے اس کو اس حصہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔

پرانی حویلی حیدرآباد دکن
۱۱ محرم سنہ ۱۳۵۵ھ

مؤلف کمترین
محمد سراج الدین طالب

اظہارِ امتنان

بڑی ناانصافی اور احسان فراموشی ہوگی اگر اُن اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کی توجہ سے کتاب کو حتی الامکان بہمہ وجوہ مکمل پیش کرنے میں خاطر خواہ مدد ملی۔

۱۔ سب سے پہلے قابل ذکر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر ہیں جنہوں نے اپنی علم دوستی سے فراخ حوصلگی کے ساتھ اپنے بیش بہا کتب خانہ مخطوطات سے استفادہ کی اجازت فرمائی اور اپنے نگارخانہ سے بعض قلمی تصاویر کے عکس مرحمت فرمائے۔

۲۔ جناب مولوی سید خورشید علی صاحب اپنی خاص عنایت و کرم سے دفتر دیوانی و مال کے بعض اسناد و نقشہ جات اور دفتر مذکور کے کتب خانہ کے بعض خاص کتب سے استفادہ کی اجازت دیکر میرے ماخذات و معلومات میں ایک معقول اضافہ کا باعث ہوئے۔

آخر میں میں اپنے عزیز برادر عزاد نور اللہ محمد صاحب نوری کی اس محنت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو دورانِ طباعت انھوں نے کاپیوں کی تصحیح اور پروف خوانی میں اٹھائی ہے۔

محمد سراج الدین طالب

علیہیات

انگریزی

۱ آور فیتھ فل الائی دی نظام

۲ دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء

۳ دی نظام (برگس)

۴ ڈسپاچس آف ویلزلی (آر یم مارٹن)

۵ فارسٹس سلکٹ شنس (مرہٹا سیریز)

۶ میموار اینڈ کرسپانڈنس آف مارکوییس ویلزلی (آر۔آر۔پیرس)

۷ نظام علیس رلے شنس وت مرہٹاس (قاسم علی سجن لال)

۸ ہسٹری آف دی مرہٹاس

۹ ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل

۱۰ ہسٹری آف حیدر شاہ

۱۱ ہسٹری آف ملٹری ٹرانزیکشنس آف دی برٹش نیشن ان اندوستان

۱۲ ہسٹری آف دی مدراس آرمی

۱۳ ہسٹری آف دی بنگال آرٹلری

۱۴ ہسٹری آف دی برٹش انڈیا (جیمس مل)

۱۵ ہسٹری آف انڈیا (مارشمن)

فارسی و اردو

۱ تاریخ ظفرہ

۲ تذکرۂ نزل

۳ توزک آصفیہ

۴ حدیقۃ العالم

۵ خزانۂ عامرہ

۶ سلطنت خداداد (اردو)

۷ سوانح دکن

۸ فیوضات سبحانی

۹ گلزار آصفیہ

۱۰ مآثر آصفی

۱۱ میر عالم (اردو)

۱۲ نشان حیدری

فہرست مضامین نظام علی خان

حصہ دوم

فہرست تصاویر

نظام علی خان

حصّۂ دوم

دورِ اوّل

قلعہ اودگیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام علی خان

حصہ دوم

پیشوا پر فوج کشی

مادھوراؤ پیشوا اور اس کے چچا کے مابین خانہ جنگی اور اسکے اسباب

صلابت جنگ کے معزول ہونے کے بعد نظام علیخاں مستقل طور سے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے ابھی انتظامات ریاست کی طرف متوجہ ہونے نہیں پائے تھے کہ ان کو مرہٹوں کی خانہ جنگی میں شریک ہونا پڑا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نظام علیخاں اور مادھوراؤ پیشوا کے مابین صلح ہو گئی اور نوجوان پیشوا پونہ کو روانہ ہوا تو اس نے اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ انتظام ریاست میں اپنا حصہ بھی ہے کیونکہ ابتک کمسن ہونے کے باعث اس کی طرف سے اس کا چچا ریاست کے کاروبار انجام دیتا تھا۔ بھتیجے کا یہ مطالبہ چچا کو ناگوار ہوا۔ یہی جھگڑے کی بنیاد ہے ٹیلر[1] نے اس جھگڑے کی بناء یہ بتائی ہے کہ مادھوراؤ کی والدہ گوپیکا بائی کا طرز عمل مناسب نہیں تھا جس پر رگھناتھ راؤ شوہر کا بھائی ہونے کی حیثیت سے تہدید کرتا تھا جو اس کو ناگوار ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اپنے لڑکے کو چچا کے خلاف بھڑکا دیا جس پر مادھوراؤ نے رگھناتھ راؤ کو

---

[1] فارسٹس سلکشنس، مرہٹا سیریز، جلد اول حصہ دوم ۱۲

قید کر لینے کا منصوبہ باندھا اس سے مطلع ہو کر رگھناتھ راؤ ۳ صفر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴ اگست ۱۷۶۲ء) کو صرف چند سواروں کے ساتھ پونہ سے نکل کر ناسک چلا گیا۔ محمد مراد خاں[1] اورنگ آبادی نے اس طرح اس کے بے سروسامان آنے کی خبر پائی تو ۱۴ صفر سنہ مذکور کو اورنگ آباد سے نکل کر ناسک پہنچا اور رگھناتھ راؤ سے ملا۔ مراد خاں کے آملنے سے مادھو راؤ کے طرفداروں میں سے اکثر مرہٹہ سردار یہ خیال کر کے کہ نظام علیخاں رگھناتھ راؤ کی حمایت پر ہیں اس کے ساتھ متفق ہو گئے یہ ہے بیان[2] آزاد بلگرامی کا لیکن گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ اس موقع پر رگھناتھ راؤ نے مرہٹہ ریاست کے اکثر عہدہ داروں کو اپنا شریک کر لیا اور وہ یہ خیال کر کے کہ ریاست کے کاروبار اپنے بغیر چل نہیں سکینگے۔ اپنی اپنی خدمات سے دست بردار ہو گئے جس کے بعد مادھو راؤ نے سداشیو چمناجی بھاؤ کے ماموں ترمبک راؤ ماما کو اپنی وزارت پر نامزد کیا۔ جب ترمبک راؤ نے اس خدمت کو قبول کر لیا تو رگھناتھ راؤ کو نہ صرف اس کے بلکہ ہر شخص کے خلاف جو اس موقع پر اس کا شریک تھا ایک سخت غصہ اور انتقامی جوش پیدا ہو گیا۔

مرہٹوں کی خانہ جنگی میں نظام علیخاں کی شرکت کے اسباب اور اس کا نتیجہ۔

جب مراد خاں رگھناتھ راؤ سے متحد ہو گیا تو اس نے بندگانعالی سے اس کی امداد کرنے کے لئے معروضہ کیا جس پر خود بدولت نے

---

[1] یہ ابتدا میں لشکر خاں کی سرکار میں ایک بارگیر تھا اور پھر چند سواروں کا جمعدار ہو گیا اور اس کے بعد راجہ پرتاب ونت کی مدار المہامی کے زمانے میں امارت کے رتبہ کو پہنچ گیا تھا گرانٹ ڈف نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں وہ اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا لیکن ہمیں کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے یہ یقین کیا جا سکتا کہ وہ اس وقت یا اس سے پیشتر یا بعد اورنگ آباد کا صوبہ دار تھا صاحب خزانہ عامرہ نے اس کے متعلق صرف یہ تعریفی الفاظ لکھے ہیں "محمد مراد خاں بہادر اورنگ آبادی کہ از عمدۂ نوکران آصف جاہ ثانی است بہ استمالت غنیم از نواب مامور بود در اورنگ آباد اقامت داشت" اس سے بھی اس کا صوبہ دار ہونا ثابت نہیں ہے ۱۲

[2] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۷۔

احکام اعانت صادر فرمائے اور خود بھی اس کی مدد پر نکلنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس امداد سے نظام علیخاں کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ اس نقصان کی تلافی کریں جو سابقہ مرہٹہ لڑائیوں میں انھوں نے برداشت کیا تھا۔

رگھناتھ راؤ اپنی اس طرح جمع کی ہوئی کثیر فوج کے ساتھ اورنگ آباد سے پونا روانہ ہوا۔ گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ احمد نگر[1] اور پونہ کے مابین رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے پر حملہ کر دیا۔ مادھو راؤ نے دوراندیشی کر کے اپنے آپ کو چچا کے حوالے کر دیا لیکن صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ بندگانعالی[2] اور رگھناتھ راؤ کی متفقہ فوجیں دریائے بھیمرا کے کنارے تک پہنچیں مادھو راؤ اپنی فوجوں کے ساتھ اس دریا کے دوسرے کنارے پر ٹھیر گیا طغیانی کی وجہ سے عرصہ تک عبور ممکن نہ ہوا اور جنگ میں تعویق ہوگئی اس دوران میں مراد خان ایک رات اپنے چند سپاہیوں کے ہمراہ دریا کو عبور کر کے خفیہ طور پر مادھو راؤ کے ڈیرے میں داخل ہو گیا اور اس کو دستگیر کر کے اپنی قیام گاہ پر لایا اور دوسرے روز رگھناتھ راؤ کو اپنے ڈیرے میں بلا کر دونوں چچا بھتیجے کو عہد و پیمان کے ساتھ ملا دیا۔ خدا جانے صاحب توزک آصفیہ کو یہ واقعہ کن ذرائع سے معلوم ہوا۔ غلام علی آزاد بلگرامی جو اس عہد کے بڑے معتبر مورخ ہیں اور تقریباً اس جنگ میں شریک بھی رہے ہیں اس جنگ کے متعلق لکھتے ہیں کہ[3] رگھناتھ راؤ [illegible] آباد سے نکل کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اور مادھو راؤ نے پونہ سے احمد نگر کا رخ کیا

---

[1] [illegible]

[3] خزانۂ عامرہ صفحہ ۷۶۔

[illegible]

حتیٰ کہ ۵ ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ (م ۲۴۔ اکٹوبر ۱۷۶۲ء) کو احمد نگر سے بارہ کوس پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مادھو راؤ شکست کھاکر میدان جنگ سے علٰحدہ ہوگیا اور امان چاہی دوسرے روز اپنے آپ کو اپنے چچا کے پاس پہنچایا۔ یہ مسلم ہے کہ نظام علیخاں نے اس جنگ میں رگھناتھ راؤ کو مدد دی اور دونوں فریقوں میں باہم صلح ہوگئی۔ ممکن ہے کہ نظام علیخاں کے امراء نے اپنے طور پر مادھو راؤ کو نشیب و فراز سے آگاہ کرکے رگھناتھ راؤ سے مصالحت کرا دی ہو۔
اس موقع پر نظام علیخاں خود رگھناتھ راؤ کی مدد کرنے کے لئے بیدر سے احمد نگر روانہ ہوئے تھے جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ صلح ہوگئی ہے یہ اطلاع پاکر بندگانعالی نے پیرگاؤں ہی میں قیام فرمایا۔ رگھناتھ راؤ نے اپنے بھتیجے کے ساتھ یہاں آکر اعلیٰحضرت سے ملاقات کی اور ماہ جمادی الاول کے اوائل میں کئی ضیافتیں جانبین سے ہوئیں اور یہیں اُس نے اس اعانت کے معاوضہ میں بندگانعالی کی خدمت میں پچاس لاکھ محاصل کا علاقہ اور قلعۂ دولت آباد گزرانا اور کاغذات گزاشت عہدہ داران بندگانعالی کے تفویض کئے
گرانٹ ڈف یہ کہتا ہے کہ جنگ میں مدد دینے کے معاوضہ میں رگھناتھ راؤ نے وعدہ کیا کہ قلعۂ دولت آباد، سیونی، اسیر گڈھ اور احمد نگر کے علاوہ اکاون لاکھ سالانہ محاصل کا علاقہ (جو ۱۷۶۰ء کے صلح نامہ میں دیا جانا طے پایا تھا) نظام علیخاں کو دیگا اور خزانۂ عامرہ کے حوالے سے یہ لکھتا ہے کہ سوائے قلعۂ دولت آباد کے نہ کسی اور قلعہ پر قبضہ ہوا اور نہ کسی حصہ ملک پر اس عہدنامہ کی روسے نظام علیخاں کو عمل دخل ملا۔ حالانکہ خزانۂ عامرہ کی عبارت سے کبھی یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا جو اس نے نکالا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"رگھناتھ راؤ[1] ملک پنجاہ لک روپیہ وقلعۂ دولت آباد در جلدوے ایں اعانت بنواب آصف جاہ گزرانید و اسناد مرتب کردہ بوکلاء سرکار حوالہ نمود"

نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ میں جنگ اور اس کا سبب۔

اس جنگ اور مصالحت سے فارغ ہوکر رگھناتھ راؤ اپنے ملک کے انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یہ تہیہ کیا کہ گزشتہ موقع پر جن لوگوں نے اس سے مخالفت کی تھی ان کا معقول تدارک کرے چنانچہ اسی غرض سے وہ مرچ کی طرف بڑھا تاکہ گوپال راؤ پٹوردھن کی تنبیہ کرے۔ نظام علیخاں کے دیوان پرتاب ونت کو مرادخاں پر بڑا رشک تھا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ مرادخاں کے ذریعے رگھناتھ راؤ کے ساتھ اتحاد قایم ہوا ہے اور حالیہ مہم میں کامیابی کی وجہ سے مرادخاں کو سُرخ روئی بھی ہوی تو ان کو اس کا حسد ہوا اور اس کی ریس میں راجہ پرتاب ونت نے گوپال راؤ سے مراسلت شروع کی کہ رگھناتھ راؤ سے مقابلہ کی ٹھہرے تو نظام علیخاں سے مدد حاصل کرلے۔ ادھر نظام علیخاں کو اکسایا کہ مرہٹہ ریاست میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہ موقع بہتر ہے ساتھ ہی ایک تدبیر اور کی وہ یہ کہ راجہ ستارہ[2] (جو اس زمانے میں نابالغ تھا) کی ولیہ تارا بائی کا انتقال ہوگیا تو خدمت ولایت تقرر طلب قرار پائی جس پر پرتاب ونت نے

---

[1] خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۷۔ [2] سیواجی اور اس کے بیٹے کے بعد جب مرہٹہ ریاست میں برہمن وزراء کی قوت زیادہ ہوئی تو وہ سیواجی کی اولاد کو برائے نام راجہ بناکر ستارہ میں گدی نشین کرتے تھے اور حکومت خود آپ کرتے تھے ۱۲

ایک طرف جانوجی بھونسلہ (راجۂ ناگپور) کو اس خدمت کا مدعی بنا دیا اور دوسری جانب نظام علیخاں کی طرف سے خفیہ طور پر کولاپور سے مراسلت[۱] کی تا اس خدمت کا ایک اور دعویدار پیدا ہو جائے اس طرح پیشوا مادھوراؤ اور اس کے چچا رگھناتھ راؤ کے خلاف نظام علیخاں کے دیوان نے گوپال راؤ پٹ وردھن کے علاوہ جانوجی بھونسلہ اور کولاپور کے راجہ کی ولیہ کو بھی اکسا دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تائید میں چند مرہٹہ سردار (مثلاً مورا بہ پھڑنویس، سداشیو رامچندر فرزند رامچندر شیونی، بھون راؤ معزول پرتی ندھی) بندگانعالی سے آملے جس سے اس موقع پر ان کی فوج اور قوت بہت زیادہ ہو گئی۔ صرف ملہار راؤ ہولکر اور دما جی گیکواڑ رگھناتھ راؤ کے ساتھ رہے۔ اپنی کمزوری کو محسوس کر کے اس نے مقابلہ کو مناسب تصور نہ کیا اور نظام علیخاں کی فوج کے بازو بازو سے آگے نکل گیا اور اورنگ آباد پہنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بندگانعالی اس کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچے تو وہ محاصرہ چھوڑ کے بھاگ نکلا اور جانوجی بھونسلہ کے علاقہ میں داخل ہو کر دیہات کو تباہ و تاراج کرنا شروع کر دیا جب وہاں بھی نظام علیخاں اس کے تعاقب میں پہنچے تو وہ مونگی پٹن چلا گیا اور پھر جنوب مشرقی سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی میں داخل ہو کر لوٹ مار مچا دی۔ نظام علیخاں نے کچھ دور اس کا تعاقب کیا لیکن جب اس نے حیدرآباد کا رخ کیا تو انھوں نے خیال کیا کہ اس کے تعاقب سے بہتر ہو گا کہ مرہٹوں کے مرکزی شہر پر حملہ کر دیا جائے اور اسی غرض سے وہ سیدھا پونا روانہ ہوئے۔

---

[۱] گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ یہ خطوط مرہٹہ مخطوطات میں ہیں اور راجہ کولاپور سے حاصل ہوئے ہیں یہ سنبھاجی کی بیوہ جی جی بائی کے موسومہ ہیں جو اپنے تبنیٰ لڑکے سیواجی نامی کی نابالغی کے زمانے میں اس کی ولیہ تھی۔

نظام علیخان آصف جاہ ثانی

پونہ کی تباہی

گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ جب[1] پونہ میں یہ خبر پہنچی کہ مغل فوج آرہی ہے تو اکثر
اشخاص نے اپنے مال و دولت کو تاحدامکان منتقل کردیا اور خود آپ کانکن کی پہاڑیوں میں
جا چھپے پیشوا کا خاندان اور دفتر سنگڈھ بھجدیا گیا بریں ہم جانوجی کا ایک عہدہ دار مسمی باپو
کوروند بہ آنا جلد پہنچ گیا کہ بھاگنے والوں کو اس نے لوٹ لیا اور سنگڈھ کے دامن کا موضع جلا ڈالا
بندگان عالی شہر پونہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام فرما ہوئے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ شہر لوٹ لے
وہ گھر جس سے کوئی رقم نہیں ملی مسمار کردیا گیا اس تباہی پونہ کی وجہ دراصل راجہ پرتاب ونت
اور جانوجی بھونسلہ تھے اور یہ سبق نظام علیخاں نے مرہٹوں ہی سے حاصل کیا تھا اولاد محمد خان ذکا
نے اس واقعہ کی تاریخ اس مصرع سے نکالی ہے ع آتش زد پونہ را سپاہ اسلام ۱۱۷۶ھ رگھناتھ راؤ
حیدرآباد کی جانب پلٹا تو وہاں کے ناظم بہادر دل خان نے شہر کے دروازے بند کرکے ایسا
معقول انتظام کیا کہ اس کو شہر میں داخل ہونے کا موقع ہی نہ مل سکا اور باہر باہر ہی سے حملے
کرکے رہ گیا بیرون شہر پناہ کے محلہ جات سے البتہ ایک لاکھ اسی ہزار روپئے بعنوان نعل بہا
اس نے حاصل کرلئے اور وہاں سے پونہ کی طرف لوٹا راستہ میں یہ کوشش شروع کی کہ ان
مرہٹہ سرداروں کو جو نظام علیخاں کے ساتھ تھے ہموار کرلے چنانچہ ایک حصہ ملک کے لالچ پر
خفیہ طور سے جانوجی بھونسلہ کو اپنا طرفدار کرلینے میں اس کو کامیابی ہوگئی گرانٹ ڈف کا بیان
ہے کہ رگھناتھ[2] راؤ نے جانوجی کو یہ توقع دلائی کہ اس کو اس علاقہ سے جو پیر گاؤں کے صلح نامہ کی
رو سے نظام علیخاں کو دیا جانے والا تھا بتیس لاکھ محاصل کا ملک دیا جائیگا بشرطیکہ ان سے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس حصہ اول صفحہ ۵۳۰۔ [2] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۳۸۔

علیحدہ ہو جائے چونکہ راجہ پرتاب ونت کے دوروپہ پن سے اس کے توقعات تقریباً منقطع ہو گئے تھے اس لئے وہ رگھناتھ راؤ کی طرفداری پر رضامند و آمادہ ہو گیا۔

جنگ راکس بھون

شہر پونہ کی تباہی کے بعد بندگا نعالی پورندھر روانہ ہوے اور دریائے بھیما کے کنارے تک تمام ملک روند ڈالا۔ اس حصہ ملک میں پہنچنے تک موسم بارش آغاز ہو گیا تھا اس لئے خود بدولت نے یہ ارادہ فرمایا کہ برسات بیدر میں گزاریں لیکن جانوجی نے یہ معروضہ کیا کہ اگر اورنگ آباد میں اقامت فرمائی جائے تو مناسب ہوگا کہ وہ مرکزی مقام ہے جہاں سے بیدر بھی قریب ہے پونہ بھی اور برار بھی۔ چونکہ اس توجیہ میں ایک معقولیت تھی اور اعلیحضرت کو اس کی خفیہ سازباز کا علم بھی نہیں تھا اس لئے اس کے معروضہ کو منظور فرمایا اور عنان عزیمت اورنگ آباد کی جانب منعطف فرمائی۔ رگھناتھ راؤ بندگا نعالی کے لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے حتیٰ کہ نظام علیخاں دریائے گوداوری کے کنارے پہنچ گئے اور اپنے کارخانہ جات اور ایک حصہ فوج کے ہمراہ راکس بھون کے گھاٹ سے دریا کو عبور کیا اور بقیہ حصہ فوج راجہ پرتاب ونت کی نگرانی میں دریا کے ادھر ہی کے کنارے پر رکا رہا عین اس موقع پر جانوجی بھونسلا اپنی فوج کی تنخواہ نہ پانے کے عذر پر راجہ پرتاب ونت سے علیحدہ ہو گیا اس تفرقہ سے خبردار ہو کر رگھناتھ راؤ نے ۲۸ محرم ۱۱۷۷ھ (م ۹۔ اگسٹ ۱۷۶۳ء) کو راجہ بہادر (پرتاب ونت) پر

اچانک حملہ کر دیا۔ جانبین کی فوجیں آپس میں گتھ گئیں معرکۂ جدال و قتال گرم ہوا نظام علیخاں کو اس حملہ کی خبر ہوی تو اُنھوں نے دریا کے دوسرے کنارے ہی سے توپوں کے ذریعہ راجہ بہادر کی امداد کی کوشش کی لیکن فاصلہ بہت بڑا تھا اس لئے اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہو سکا اور جب دیکھا کہ مدد کی کوئی صورت نہیں ہے تو خود بدولت اورنگ آباد کی سمت روانہ ہو گئے اثناء جنگ میں راجہ بہادر کی فوج کے ایک حصّہ نے رگھناتھ راؤ کے ہاتھی کو گھیر لیا اور قریب تھا کہ اس کو قید کر لیا جاتا لیکن اس موقع پر خود وہ اور سکارام ہری جوانمردی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مادھوراؤ نے اپنی فوج کے ساتھ بڑے زور کا حملہ کیا اور اپنے چچا کو چھڑا لیا[1] اس نوبت پر مراد خان نے (جس کو راجہ پرتاب ونت سے دلی عناد تھا) اپنے ایک قراول (آرڈرلی) کو حکم دیا کہ راجہ بہادر کے گولی ماردے اس واسطے کہ اس منصوبہ کو جو اس نے رگھناتھ راؤ سے مصالحت قایم کر کے باندھا تھا راجہ بہادر کے طرز عمل سے نقصان پہنچا تھا اس کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اپنے حلیف رگھناتھ راؤ کے مقابلہ میں راجہ پرتاب ونت کو کامیابی ہو۔ مراد خاں کے آرڈرلی نے حکم کی تعمیل کی اور اس کی گولی برابر نشانے پر بیٹھی۔ پرتاب ونت کی روح پرواز کر گئی ہولکر کے پٹھان سپاہیوں نے اُن کا سر جسم پر سے اُتار کر نیزے پر چڑھا دیا جس کو دیکھ کر راجہ بہادر کی فوج کے قدم اکھڑ گئے[2] مآثر آصفی راجہ بہادر کے سر کو جسم سے علحدہ کرنے کا ذکر نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ بمجرد گولی لگنے کے راجہ بہادر تختہ عماری پر گر پڑے جس سے فوج کے قدم اکھڑ گئے۔

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۳۴۴ ه — [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴۔

موسیٰ خان رکن الدولہ کا میدانِ جنگ سے فرار ہونا۔

مرہٹہ مراسلتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کی طرف کے دس ہزار آدمی مارے گئے بعض دریا میں کود کر ڈوب مرے بعض قید اور اکثر فرار ہو گئے۔ اسی موخر الذکر گروہ میں موسیٰ خاں (رکن الدولہ) بھی تھے جنھوں نے اس بھگدڑ میں بیک جامہ و دستار پونہ کی راہ لی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ میدان جنگ سے نکل کر پونہ کیوں گئے۔ اس واسطے کہ یہ جنگ نظام علی خاں اور پیشوا کے مابین ہوی تھی وہ اگر مرہٹہ فوج کے خوف سے فرار ہوے تھے تو یہ قرین قیاس نہیں ہوسکتا کہ جس کے خوف سے بھاگیں اسی کے حدود حکومت بلکہ اسی کی راجدھانی میں پناہ لیں۔ درآنحالیکہ میدان جنگ کے مضافات ہی میں اپنے مالک کے علاقہ کے بہت سارے مواضع اور قلعے ایسے موجود تھے جہاں وہ بآسانی پناہ گزیں ہوسکتے تھے اس موقع پر اپنے آقائے ولی نعمت کے دشمن کے شہر میں پناہ لینے سے اس سوء ظن کی گنجایش پیدا ہو جاتی ہے کہ نظام علیخاں سے منحرف ہو کر ان کے مخالفین سے مل لینے کی خاطر انھوں نے پونہ کی راہ لی تا اس طریقہ سے کوئی مفید صورت پیدا ہو آئندہ کے واقعات سے اس قیاس کی تائید بھی ہوتی ہے جن میں نظام علیخاں نے مرہٹوں کے معاملات میں غیر معمولی دلچسپی لی ہے اور اسی بے موقع دلچسپی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی قوت میں انحطاط پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ان کو سات دریا پار کی اجنبی قوم سے مدد لینی پڑی۔ اکثر مورخین نے ان کے اس عمل کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن لچھمی نارین شفیق ابن لالہ منسا رام فانی نے اپنی تصنیف مآثر آصفی میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے ہم اس کتاب کی اصل عبارت کو ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جس سے اس جنگ اور اس کی بھگدڑ کے

علاوہ ہونے والے دیوان موسیٰ خان (احتشام جنگ رکن الدولہ) کے پونا جانے کی حالت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے:۔

"مراد خاں[1] کہ با راجہ بہادر عناد دلی داشت رنگ جنگ دگرگوں دیدہ بیقین دانست کہ اگر راجہ بہادر ازیں محاربہ زندہ ماند نخل ہستی او بہ تیشۂ ناکامی قطع خواہد کرد در عین دار و گیر قرادل خود را اشارہ کرد کہ بلا تحاشا بضرب تیر تفنگ کار راجہ بہادر تمام شد و بمجرد رسیدن تیر تفنگ سر راجہ بہادر بر تختہ عماری رسید لشکریاں را از ملاحظہ ایں حال قدم ثبات از جا رفت و فتح مبدل شکست شد فوج ہراس خوردہ تاب نائرۂ توپ و تیغ نیاورده بے اختیار خود را در گنگ انداختہ غریق بحر فنا شدند و گروہے از تیغ و تیر شربت مرگ چشیدند غرض عالمے تلف شد و اکثر ہا بہ اسیری آمدند و بعضی ہا مال و متاع بدست غارتیاں دادہ آوارۂ دشت ادبار شدہ جان خود بسلامت بردند میر موسیٰ خان رکن الدولہ با یک جامہ و دستار از دست تاراج گراں پیادہ پا خود را نزد حیدر یار خاں شیر جنگ رسانید و ایں شیر جنگ پیش ازیں بدیوانی دکن سرفراز شدہ و مہر صلابت جنگ مجدداً کندہ کنانیدہ بہ اتفاق رائے رایاں و سنبھو لعل

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۴۔

وحمید اللہ خان دیوان سرکار و لچھمن راؤ کھنڈ اکلہ مختار جمیع امور شدہ
بود و بعد آمدن بندگانعالی از ایلگندل کنارہ از حضور نمودہ در پونہ بسر
می بُرد آمدن میر موسیٰ خاں بادو گوش و بینی غنیمت پنداشتہ بتواضع
تمام پیش آمدہ بہ اتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت۔"

اس موقع پر لچھمی نارائن شفیق نے جان بچا کر جانے والوں میں صرف اُن اصحاب کا ذکر
کیا ہے جنھوں نے اپنا مال و دولت غارتگروں کو دے دلا کر اپنی جان بچائی اور اسی تذکرے کے
بعد وہ موسیٰ خاں رکن الدولہ کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ انھوں نے بیک جامہ و دستار تاراج گروں
کے ہاتھ سے نکل کر اپنے آپ کو شیر جنگ کے پاس پہنچایا۔ اس سے صراحتاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ
مخالفین کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور اس کے بعد انھوں نے اپنا تمام اثاثہ بطور مخلصی بہا دیکر
رہائی پائی اور اگر شرائط رہائی کے تحت ہی وہ پونہ پہنچے یا پہنچائے گئے ہوں تو بعید از قیاس بھی
نہیں۔ گردھاری لال احقر نے تقریباً اسی زمانے میں اپنی تاریخ 'ظفرہ' لکھی ہے اور اس جنگ کے
واقعات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس پر ایک قطعہ بھی نظم کیا ہے لیکن سخت افسوس
ہے کہ اس میں اس نے موسیٰ خاں کے اس واقعہ سے قطعاً گریز کر دی ہے جس سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ یا تو اس واقعہ کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا یا اس لئے کہ اس نے اپنی تاریخ ان کے
عہد دیوانی میں لکھی ہے ان کے اثر کے تحت اس پر پردہ ڈالنے پر مجبور تھا۔ ورنہ ایسا اہم واقعہ
جس کی بنا پر ایک داروغہ ہرکارگان کو یک بیک اہم خدمت دیوانی ملی ہو اسی عہد کے ایک
مورخ کو (جو تقریباً اس واقعہ جنگ میں شریک بھی تھا) معلوم نہ ہونا قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

بہر حال اس جنگ کی اطلاع کے بعد ہی نظام علیخاں اورنگ آباد روانہ ہوئے جہاں وہ غرہ صفر ۱۱۷۷ھ م (۱۱ اگست ۱۷۶۳ء) کو پہنچے۔ بقول گرانٹ ڈف یہ جنگ دو روز تک ہوتی رہی اس کے بعد رگھناتھ راؤ بھی دریا کو عبور کرکے نظام علیخاں کے پیچھے ہی اورنگ آباد پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا وہاں کے صوبہ دار درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے شہر کا انتظام معقول کیا تھا۔ حملہ میں اس کو کامیابی ہونے نہ پائی اور وہ پسپا کردیا گیا اور صلح ہوگئی۔ جس میں رگھناتھ راؤ نے نظام علیخاں کی اس ہمدردی اور امداد کے نظر کرتے جو انھوں نے اس کے بھتیجے مادھو راؤ کے مقابلہ کے وقت اس کے ساتھ کی تھی اپنے عہدہ داروں میں مشورۃً یہ تحریک کی کہ اس علاقہ میں سے جو پیرگاؤں کے صلح نامہ کی رو سے نظام علیخاں کو دیا جانا چاہئے تھا۔ بتیس لاکھ کا ملک جانوجی کو دیا جائے اور باقی نظام علیخاں کو۔ لیکن اس کے عہدہ داروں نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اس کو اس امر پر راضی کرلیا کہ بعوض انیس لاکھ کے صرف دس لاکھ محال کا علاقہ بندگانعالی کو دیا جائے چنانچہ صلح نامہ میں یہی طے پایا۔ اسی صلح نامہ کی رو سے یہ بھی طے پایا کہ گوپال راؤ پٹ وردھن کو حسب سابق قلعہ مرج تفویض کردیا جائے اس کی تکمیل کے بعد بندگانعالی اور رگھناتھ راؤ کی باہمی ملاقات ہوئی دوران گفتگو میں انھوں نے جنگ راکس بھون کی ناکامی کا الزام راجہ پرتاپ ونت کی سوء عملی پر رکھا اسی ملاقات میں رگھناتھ راؤ نے یہ خواہش ظاہر کیا کہ پیرگاؤں کی مہم میں جو کچھ مدد نظام علیخاں کی جانب سے اس کو دی گئی تھی وہ قابل فراموش نہ تھی اور صلح نامہ کے موجب کا تعلقات گذاشت پیش کئے اور جب جانوجی بھونسلہ کو اس کے کا عدات گذاشت دئے جانے لگے تو مہادیو راؤ نے جانوجی کو اس کی دغابازی پر

بڑی لعنت ملامت کی اور اس پر یہ الزام لگایا کہ ایسے نامعقول طریقے سے اُس نے ایک ایسی سلطنت کی تباہی کا ارادہ کیا تھا جس کے ایک رئیس نے اس کے باپ کو سرفراز کیا اور ہندوؤں کو اس بلند مرتبہ پر پہنچایا۔

خدمت دیوانی پر رکن الدولہ کی سرفرازی اور اس کا سبب

راجہ پرتاب ونت دیوان کے جنگ میں کام آجانے سے خدمت دیوانی تقرر طلب تھی مگر فی الحال کوئی موزوں شخص بندگانعالی کو نظر نہیں آتا تھا اور مناسب نہیں تصور کرتے تھے کہ یہ خدمت عرصہ تک تقرر طلب رہے اس لئے انھوں نے متوفیٰ دیوان کے کمسن پوتے جمنا راجہ کو اس پر نامزد فرمایا جو صاحب تاریخ ظفرہ[1] کے بیان کے بموجب دو مہینے اس خدمت پر مامور رہے شیر جنگ نظام علیخاں کی آزردگی کی وجہ سے پونہ میں مقیم ہوگئے تھے جب موسیٰ خاں میدان جنگ سے نکل کر پونہ میں ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے تجویز یہ نکالی کہ موسیٰ خاں کو نظام علیخاں سے اپنی صفائی کا ذریعہ بنائیں اس غرض کے لئے انھوں نے مراد خان کو اپنا ہم خیال بنایا اور چونکہ وہ اور رگھناتھ راؤ پہلے ہی سے راجہ پرتاب ونت کے مخالف تھے اس لئے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ راجہ پرتاب ونت کا پوتا نظام علیخاں کا دیوان بنے کیونکہ اس صورت میں اس امر کا امکان تھا کہ جمنا راجہ اپنے دادا کا بدلہ لینے کی خاطر رگھناتھ راؤ اور مراد خاں کے خلاف کارروائی شروع کردے اس لئے شیر جنگ اور مراد خان نے موسیٰ خان کو دیوان بنانے کی کوشش کی اور متذکرۂ صدر صلح نامہ کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی قرار دی گئی کہ خدمت دیوانی پر

---

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۵۰۔

رکن الدولہ احتشام جنگ میر موسی خان

موسیٰ خاں مامور کئے جائیں اور اُدھر شیر جنگ نے موسیٰ خاں کو دیوان بنانے کی کوشش کر کے خود ان کے ساتھ یہ قرارداد کی کہ دیوان ہو جائیں تو وہ نظام علیخاں کی اس غلط فہمی یا سوءِ ظنی کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت ان کو پیدا ہو گئی تھی اور پھر انھیں حضوری میں طلب کر کے باریاب کرادیں چنانچہ اس شرط صلح اور باہمی مفاہمت کو صاحب مآثر آصفی نے اس طرح بیان کیا ہے :-

"...... (شیر جنگ) آمدن میر موسیٰ خان با دو گوش و بینی غنیمت پنداشتہ بتواضع تمام پیش آمدہ باتفاق محمد مراد خاں بنائے صلح گزاشت و از شروط صلح ایں ہم قرارداد کہ بجائے راجہ پرتاب ونت از انتقالش میر موسیٰ خاں مدار کار شود و از میر موسیٰ خاں کہ ناآزمودہ کار و سید صاف طینت و مقرب الحضرت بندگانعالی بود عہود و مواثیق مضبوط کرد کہ ہر گاہ از یں جا رخصت مخلصی یافتہ بحضور رود و بر مدار المہامی مامور شود عفو تقصیرات شیر جنگ کنانیدہ از جانب مرہٹہ طلب داشتہ دخیل امور جزو کل سازد میر موسیٰ خاں از آں حالت کہ زندگانی خود دشوار می دانست منصب جلیل القدر مدار المہامی زیادہ از حوصلۂ خود تصور کردہ باشیر جنگ عہد کرد کہ ما بجائے پسر شما ئیم و زندگی ما محض بتوجہ شما می شود چہ جائے کہ براین مرتبۂ بلند سرفرازمی فرمایند بار اینجز تامم و فرماں بری دیگر نخواہد بود..."[1]

[1] مآثر آصفی حصۂ دوم ورق ۶۴۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس وقت موسیٰ خاں شیر جنگ کے پاس بے سروسامانی کے عالم میں پہنچے ہیں ان کی زندگی دشوار تھی چہ جائے کہ ان کو عہدۂ مدار المہامی کا خیال ہو اسی بناء پر انھوں نے اس خدمت کو اپنے حوصلہ سے زیادہ تصور کر کے شیر جنگ سے یہ اقرار کیا کہ "میں آپ کے فرزند کے مانند ہوں میری زندگی محض آپ کی توجہ سے ہو رہی ہے اگر اس بلند مرتبہ پر مجھے سرفراز فرمائیں تو اس صورت میں آپ کی اطاعت و فرماں بری کے سوائے مجھ سے اور کیا ہو سکتا ہے" یعنے انھوں نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ خدمت دیوانی سے گویا خود شیر جنگ ان کو سرفراز کر رہے ہیں اور تا زندگی انھوں نے کبھی اس احسان کو فراموش بھی نہیں کیا اور آخر تک اپنا بزرگ سمجھتے رہے۔ بہر حال اس مفاہمت کے بعد بندگانعالی نے حسب قرارداد موسیٰ خاں نظام جنگ کو خطاب رکن الدولہ اور سرپیچ مرصع اور کنٹھہ مروارید مرحمت فرما کر خدمت دیوانی سے سرفراز فرمایا اس خدمت پر مامور ہو کر رکن الدولہ نے بہ اظہار امتنان و تعمیل اقرار سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ نظام علیخاں کے دل سے اس سوء ظنی کو رفع کریں جو شیر جنگ کی نسبت پیدا ہو گئی تھی۔ آخر اس میں ان کو کامیابی ہوئی چنانچہ انھوں نے شیر جنگ کو پونہ سے طلب کیا اور اپنے توسط سے باریاب کیا اور چونکہ شیر جنگ صلابت جنگ کے عہد میں دیوان دکن رہ چکے تھے اور اسی وجہ سے ریاست کے جزو کل امور سے واقف اور لشکر کے عہدہ داروں اور سپاہیوں سے شناسائی رکھتے تھے وہ خود امور ریاست و کاروبار سلطنت میں حصہ لینے لگے رکن الدولہ بظاہر مدار المہام تھے لیکن جمیع مہمات ریاست کا اجرا انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا صاحب حدیقۃ العالم اسی واقعہ کو حسب ذیل الفاظ میں ادا کرتا ہے

در عہد نواب آصف جاہ ثانی در اوائل مدار المہامی رکن الدولہ امور

ریاست بصوابدید آں امیر روشن تدبیر (شیر جنگ) تمشیت می یافت

بعد ازآں کہ بنابر کبر سن اگرچہ دست ازآں کشید اما زمام وصول

ریاست در قبضہ اختیار آں والا اقتدار بود ......"[1]

نظام علیخاں کا بہ تہیہ ادھونی کی جانب

رگھناتھ راؤ سے صلح ہونے کے بعد نظام علیخاں غرہ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ م ۹ ستمبر ۱۷۶۳ء کو اورنگ آباد سے نکلے اور ارادہ یہ کیا کہ سیر و شکار کرتے اور بیدر ہوتے ہوئے حیدر آباد پہنچیں اور وہاں کے انتظامات سے فارغ ہوکر ادھونی کی جانب متوجہ ہوں کہ بسالت جنگ تقریباً اس زمانہ سے جب سے کہ صلابت جنگ مچھلی بندر سے واپس ہوئے تھے ریاست کے لئے خیالات خام پکا رہے تھے اور اس دوران میں جب کہ نظام علیخاں زمام ریاست کو ہاتھ میں لینے اور اس کے بعد مرہٹوں کے مقابلے میں لگے ہوئے تھے اُن کے اس خیال میں ترقی ہوتی رہی ان کے طرز عمل پر معلومات حاصل کرنے کے بعد (جو اوراق مابعد میں مذکور ہے) ان کے ساتھ نظام علیخاں کے سلوک کا صحیح اندازہ کیا جاسکیگا۔

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۹۔
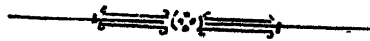
بسالت جنگ کی جد و جہد

حصول اقتدار و ریاست کیلئے بسالت جنگ کی مساعی

حیدر جنگ کے قتل کے بعد نظام علیخاں برار، صلابت جنگ حیدر آباد اور موسیٰ بوسی پانڈیچری روانہ ہوگئے اور جب سرکاران شمالی میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کے مابین جنگ ہونے لگی تو صلابت جنگ فرانسیسیوں کو مدد دینے کی خاطر حیدر آباد سے مچھلی بندر روانہ ہوے لیکن وہ بعد از وقت موقع پر پہنچے اور انگریزوں کی کامیابی سے مطلع ہوکر ان سے مصالحت کی کوشش کرنے لگے اس دوران میں ان کو اطلاع ملی کہ نظام علیخاں برار سے حیدر آباد آرہے ہیں یہ سنتے ہی انھوں نے اپنی فوج کے ساتھ حیدر آباد کی راہ لی بسالت جنگ (جو اتبک بہ حیثیت وکیل صلابت جنگ کے ساتھ تھے) اُن سے علحدہ ہوکر اپنی جاگیر (ادھونی) کو چلے گئے اور ایک دستہ فرانسیسی فوج کا حیدر جنگ مقتول کے بھائی ذوالفقار جنگ کے تحت نوکر رکھ لیا اور اپنے علاقہ سے نجیب اللہ قلعدار نیلور اور اُن بڑے بڑے پالیگاروں کو جو دریائے پنار کے کنارے رہتے تھے شاہی پیشکش کی ادائی کی نسبت تاکیدی خطوط لکھے اور یہ ظاہر کیا کہ منجانب شہنشاہ وہ اس غرض کے لئے مامور ہوے ہیں۔

فرانسیسیوں کے تعلقات بسالت جنگ کے ساتھ

اسی عرصہ میں موسیٰ بوسی کو یہ توقع پیدا ہوگئی تھی کہ وہ صلابت جنگ سے مکرر اتحاد قایم کریگا اور یہ منصوبہ باندھ رہا تھا کہ صلابت جنگ سے

عرض معروض کرکے کرناٹک کی قیادت بسالت جنگ کے نام پر منظور کرادے تاکہ وہ (بسالت جنگ) وقتاً فوقتاً انگریزوں کے مقابلے میں فرانسیسیوں کی مدد کرتے رہیں اور یہ تہیّہ کیا کہ وہ ایک دستہ فوج کے ساتھ بسالت جنگ کے پاس جاکر یہ معاہدہ طے کرلے کہ کرناٹک کی قیادت ملنے پر وہ اس کی مدد کرتے رہیں۔ اسی دوران میں اُس کو وندواسی (وانڈیواش) کی فتح کی اطلاع ملی جس کی وجہ سے وہ مقبوضات جدیدہ کے نئے انتظامات کی خاطر اپنے اس ارادہ کو پورا کرنے سے ایک عرصہ تک باز رہا۔ اس دوران میں بسالت جنگ نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی چنانچہ انھوں نے پولور پہنچ کر یہ اعلان کردیا کہ اب نیلور پر حملہ کردیں گے۔ لیکن جب وہ بنیار کے قریب پہنچے تو انہوں نے جنوب کی سمت جانے کے عوض مغربی رُخ اختیار کیا اور ۱۰۔ستمبر (م ۱۷۔محرم) کو ساتگام کے میدان میں اُترے جو نیلور سے سولہ میل پر ایک ندی کے کنارے واقع ہے یہاں پہنچکر انھوں نے نجیب اللہ اور تین اور زمینداروں کو طلب کیا کہ وہ بذات خود حاضر ہوکر نذر و پیشکش داخل کریں۔ لیکن ان سب نے بہ لطائف الحیل ٹال دیا۔ آخر وہ اپنی تمام فوج کے ساتھ دریا عبور کرکے یکم اکٹوبر (م ۹۔صفر) کو سیداپورم میں قیام پذیر ہوے اور موسیٰ بوسی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ بوسی ۱۸۔اکٹوبر (م ۲۵۔صفر) کو آرکاٹ سے نکل چکا تھا کہ وندواسی کی فرانسیسی فوج تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بغاوت پر آمادہ ہوگئی اُس کا کچھ اثر خود اس کی رکاب کی فوج میں بھی پیدا ہونے لگا تو اس نے فوج کے تمام سپاہیوں کو اُنکی اپنی تنخواہوں کا ایک ایک حصہ دیکر سمجھا دیا۔ اُس کے بعد اُس نے اپنے راستہ کا رُخ بدلا۔ انگریز وندواسی کی

شکست کھا کر کنجیورم پر آ ٹھیرے جہاں سے گورنمنٹ مدراس نے کیپٹن مور کے تحت نو سو سپاہیوں
کی فوج بسالت جنگ کی طرف روانہ کی۔ وہ اس زمانہ میں سیداپورم ہی میں مقیم تھے یہ فوج اس
غرض سے بھیجی گئی تھی کہ بسالت جنگ کو بوسی کی فوج سے ملنے نہ دے۔ بنگر یاچم اور وامرلہ
وینکٹ پیٹھ کے پالیگار اب تک انگریزوں کے طرفدار تھے لیکن جب وہ انگریزی فوج کی
امداد سے مایوس ہو گئے تو سمپت[1] راؤ کے توسل سے بسالت جنگ کے پاس چلے گئے
محفوظ[2] خاں اور سمپت راؤ نے اپنے ایک وکیل کے ذریعہ بسالت جنگ کے ساتھ مفاہمت
کرلی۔ سمپت راؤ نے یہ خیال کیا کہ اگر بسالت جنگ نواب کرناٹک ہو جائیں تو وہ اس کو
اپنا دیوان بنا لیں گے اور جب وہ اپنے کاروبار کے تحت اپنے مرکز (ادھونی) کو لوٹ جائینگے
تو کرناٹک میں محفوظ خاں کو اپنا نائب مقرر کردیں گے اور (محفوظ خاں، سمپت راؤ اور
بسالت جنگ میں) یہ مشورہ ہونے لگا کہ فرانسیسیوں سے کیا معاہدہ طے کیا جائے۔ اس نوبت
پر آرمی کا بیان ہے کہ صلابت[3] جنگ کے دربار کا ایک امیر جو نظام علی خاں کا ایک معتبر
طرفدار تھا۔ بسالت جنگ کے پاس پہنچا تا ان کو انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کی مدد حاصل

---

[1] یہ پہلے انوارالدین خاں نواب کرناٹک کا دیوان تھا ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے محمد علی کے پاس بھی رہا لیکن انھوں نے اس کا اعتبار نہ کیا تو وہ مدراس کے محاصرے کے کچھ ہی عرصہ قبل اپنی تمام دولت لیکر کالستری میں جا رہا اور موجودہ نواب کرناٹک سے برخاست خاطر ہو کر محفوظ خاں سے مل کر ٹنے ولی میں ایک فساد مچا رکھا تھا۔

[2] یہ انوارالدین خاں، نواب کرناٹک کے دوسرے بیٹے اور محمد علیخاں کے بڑے علاتی بھائی تھے اور محمد علیخاں سے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ریاست کرناٹک کا اصل حقدار قرار دیتے تھے اور حصول ریاست کے لئے ہمیشہ اپنے بھائی کے مقابلے میں ساعی رہتے تھے۔ [3] آرمی جلد ۲ صفحہ ۵۳۱۔

کرنے سے باز رکھے اور اس کے صلے میں ان کو مزید جاگیر و عطیہ کی توقع دلائی گئی افسوس ہے کہ اُن امیر کا نام و نشان نہ آرمی کو معلوم ہوسکا نہ ہم معلوم کرسکتے ہیں۔ بسالت جنگ آخر سمپت راؤ کے مشورے پر مائل ہوے اور اگر انگریزی فوج کالستری میں نہ پہنچی ہوتی تو وہ (بسالت جنگ) کرناٹک کے علاقہ میں داخل ہوگئے ہوتے انگریزوں کے کالستری میں آجانے کے علاوہ وہ اس وجہ سے بھی پست ہمت ہوگئے کہ موسیٰ بوسی اپنی معینہ تاریخ کے بعد بھی سیدا پورم نہ آیا۔ جہاں اُن سے ملنے کی قرارداد ہوی تھی۔ جب اُن (بسالت جنگ) کو وندواسی کی فرانسیسی سپاہیوں کی بغاوت کی اطلاع ملی تو وہ پنار کو عبور کرکے شمال مغربی سمت میں کڈپہ چلے گئے اُن کی فرانسیسی فوج ان کے ساتھ رہی اور فرانسیسی عہدہ دار اُن کو یقین دلاتے رہے کہ بوسی اُن سے کڈپہ میں آملیگا بوسی کو یہ اطلاع ۲۴ ر اکٹوبر (م ۲ ربیع الاول) کو ملی اور وہ فوج کی صرف تین کمپنیوں کے ساتھ اُسی دن نکلا اور ۱۰ ر نومبر ۱۷۵۹ء (م ۱۹ ربیع الاول ۱۱۷۳ھ) کو بسالت جنگ کے کیمپ میں پہنچا جو کڈپہ سے چھ میل پر ایک میدان میں قایم ہوا تھا بسالت جنگ کے رکاب کی فرانسیسی فوج کو تنخواہ کے علاوہ سامان رسد کی بھی سخت تکلیف تھی اور ان کی ضروریات کی پابجائی میں عہدہ داروں نے اپنی ایک ایک چیز فروخت کردی تھیں یہ تکالیف کی وجہ سے یہ فوج بھی باغی ہونے پر آمادہ تھی۔ بوسی سے مل کر بسالت جنگ نے اپنے یہ شرائط پیش کئے :-

بسالت جنگ کے شرائط اتحاد فرانسیسیوں کے ساتھ

(۱) فرانسیسی اُن (بسالت جنگ) کو آرکاٹ کا خود مختار مالک تصور کریں۔

(۲) فرانسیسی اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کو اُن کے تفویض کردیں۔

(۳) اُن ممالک کی آمدنی کا صرف ایک ثلث حصہ بسالت جنگ ان کے حق میں چھوڑ دیں گے۔

(۴) اس کے بعد جو حصہ ملک فتح ہو وہ بلا شرکت غیرے خود اُن کی ملک ہوگا

(۵) ریاست کے کاروبار دیوان چلائیگا جس کو وہ خود مامور کریں گے۔

(۶) فرانسیسی اس امر پر حلف اُٹھالیں کہ اگر نظام علیخاں کرناٹک میں داخل ہو تو بسالت جنگ کی مدد کریں گے اور اگر فرانسیسی انگریزوں سے صلح کریں یا اُن کو فتح کریں تو نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپنی فوج کا ایک حصہ وہ اُن (بسالت جنگ) کو دیں

(۷) صلح ہو جانے کے بعد کرناٹک اور اس کے محالات پر بسالت جنگ قابض رہیں گے اور فرانسیسی کسی حصہ آمدنی کے مستوجب نہیں ہونگے۔

(۸) بسالت جنگ کو اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہیں دکن میں داخل ہوں۔

(۹) جب کبھی وہ اپنے مرکزی مقام سے نکلیں تو فرانسیسوں کو چاہئے کہ وہاں کی حفاظت تین سو یورپین اور دو ہزار دیسی سپاہیوں اور توپ خانہ اور آلات حرب و ضرب کے ساتھ کریں اور اس کے اخراجات کرناٹک کی آمدنی سے بسالت جنگ ادا کردینگے

(۱۰) ایک عرصہ سے بسالت جنگ کی فوج کی تنخواہ تقسیم نہیں ہوئی تھی اور ناصر جنگ کی شہادت کے بعد سے وہ کرناٹک میں خدمات بجا لانے سے پہلو تہی کرتی تھی اس لئے موسیٰ بوسی کو چاہئے کہ چار لاکھ روپیہ قرض دے تاکہ اس رقم سے فوج کی تنخواہ ادا کرکے

اس کو پیش قدمی پر رضامند و آمادہ کیا جاسکے۔

(۱۱) موسیٰ بوسی کو اگر اس معاہدے پر عمل کرنا منظور نہ ہو تو بسالت جنگ کے آرکاٹ پہنچنے کے بعد اس کی فوج پُرامن طریقہ سے ان کے علاقہ سے باہر ہو جائے۔

ان شرائط کا مسودہ ہمپت راؤ نے مرتب کیا تھا ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کا کوئی رکن جس کا مطمح نظر جلب منفعت اور ملک گیری ہو ان شرائط کو کس طرح منظور کرسکتا تھا بوسی نے ان کو پسند نہ کیا اور دوسرے شرائط پیش کئے جن کو بسالت جنگ نے منظور کیا اور اس کی صلاح سے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کی رو سے صوبہ آرکاٹ فرانسیسیوں کو دیدیا گیا اور یہ احکام نافذ کردئے گئے کہ اس علاقہ کے تمام زمیندار پالیگار فرانسیسی گورنمنٹ کو مقررہ نذرانہ و پیشکش ادا کیا کریں۔ اس تصفیہ کے بعد بوسی نے بسالت جنگ ہی کی رقم سے ضروریات فوج کی تکمیل کر لی اور چھٹے دن ۱۶ نومبر (م ۲۵ ربیع الاول) کو واپس ہوا اور ۱۰ دسمبر ۱۷۵۹ء (م ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ) کو آرکاٹ پہنچا۔

بسالت جنگ کا وکیل مطلق کی حیثیت سے معاملات ریاست میں دخیل ہونا

اس واقعہ کے مہینہ دو مہینہ کے اندر اندر اودگیر کی جنگ ہوئی جس کے بعد نظام علیخاں راجمندری گئے تو بسالت جنگ صلابت جنگ کے پاس پہنچے اور ان کے وکیل مطلق کی حیثیت سے کاروبار ریاست میں دخیل ہو گئے صاحب سوانح دکن کا بیان ہے کہ اس دفعہ[1] ان کے انتظام سے خرچ بڑھ گیا اور آمدنی گھٹ گئی۔ جس کی وجہ سے فوج قابو سے باہر ہو گئی اور ہر ایک امیر اپنے قدح کی خیر

---

[1] سوانح دکن صفحہ (۱۷۰)۔

منانے لگا ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ اس وہلہ میں بسالت جنگ
نے کاروبار ریاست زیادہ عرصہ تک انجام نہیں دئے سال چھ مہینے میں کسی ریاست
کے مداخل و مخارج کی کمی یا اضافہ کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس نوبت پر آمدنی کی کمی
کا الزام ان پر عائد نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ جنگ اودگیر میں جو صلح ہوی تھی اس
کی رُو سے تقریبًا ساٹھ لاکھ محاصل کا نقصان ہوگیا تھا اور یہ انصاف سے بعید ہے کہ
اس کمی کا الزام بسالت جنگ کے ذمہ عائد کیا جائے بہرحال اس دوران میں بسالت جنگ
کو یہ سوجھی کہ اپنی جاگیر کے اطراف کے علاقے[1] کو ریاست کی فوج کے ذریعہ اپنے زیر اثر
لائیں چنانچہ وہ صلابت جنگ کو لیکر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی بلاری تک
ہی پہنچے تھے کہ بندگانعالی کو بسالت جنگ کے طرز عمل کی خبر ملی اور وہ بہ منازل طولانی
بھائی کے پیچھے روانہ ہوئے جب ان کی آمد کی خبر ملی تو بسالت جنگ صلابت جنگ کو
چھوڑ کر ادھونی چلے گئے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے ریاست کے
مفاد کے لئے نہیں بلکہ یا تو اپنے جلب منفعت کی غرض سے کر رہے تھے یا نظام علیخاں
کے منصوبوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جب اُن کو اِن کے آنے کی خبر ملی تو وہ اسی وجہ سے
سب چھوڑ چھاڑ اپنی جاگیر کو چلے گئے رُستم خاں فوجدار کرنول ان کی طرفداری پر
آمادہ ہوگئے اور یہ دونوں متحد ہوکر بڑے منصوبے باندھنے لگے۔ اس دوران میں نظام علیخاں
مرہٹوں کے معاملات میں گتھے رہے جسکی وجہ سے ان کو موقع نہیں ملا کہ بسالت جنگ کی

---

[1] یہ علاقہ یا تو مرہٹوں کی دست برد سے یا حیدر علیخاں کی مداخلت کے باعث انکی دست رس سے باہر ہورہا تھا۔

تہدید و تنبیہ کرتے یہاں تک کہ راکس بھون کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے جنوبی معاملات میں دلچسپی لینے کا تہیہ کیا۔

صلابت جنگ کا انتقال اور اس کے متعلق مورخین کا بیان

جب نظام علیخاں حیدر آباد کے ارادے سے اورنگ آباد سے نکلے تو ان کو اطلاع ملی کہ ۸ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ (م ۱۶ ستمبر ۱۷۶۳ء) کو بیدر میں صلابت جنگ کا انتقال ہوگیا ان کی وجہ مرگ کے متعلق گرانٹ ڈف[1] کہتا ہے کہ نظام علیخاں نے ان کو ہلاک کروادیا۔ صاحب مآثر آصفی[2] کا بیان بھی یہی ہے صاحب حدیقۃ العالم[3] کہتا ہے کہ ان کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ اور صاحب اندازہ واقعات دکن کا بیان ہے کہ صلابت جنگ نے قید خانہ سے نکل جانے کی چند بار ناکام کوششیں کیں جس پر وہ ہلاک کئے گئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صلابت جنگ کی یکایک موت کی اطلاع پر مورخین نے اپنا اپنا قیاس لگایا ہے لیکن کسی مورخ نے اپنا ذریعہ معلومات نہیں بتایا ہے جس سے حقیقت واقعہ پر کوئی تنقیدی نظر ڈالی جاسکتی تاہم ہمارے خیال میں ایسا کوئی قیاس قائم کرنے سے پیشتر یہ امر غور طلب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہلاک کرنے کے لئے یہ محل یا موقع تھا بھی یا نہیں۔ ہم ایسی کوئی کافی وجہ نہیں پاتے جس پر سے یہ قیاس کیا جاسکے کہ نظام علیخاں اپنے بھائی کی موت کا باعث ہوے جب انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کردیا اور وہ ہر طرح سلطنت پر قابض ہوچکے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اُن کی جان کے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ ۵۲۶۔

[2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۷۔

[3] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۴۔

در پے ہوتے اس کا امکان اسی وقت تھا جب کہ انھوں نے صلابت جنگ کو نظر بند کیا تھا نہ کہ اس کے تیرہ مہینے بعد اگر یہ تصور کیا جائے کہ رگھناتھ راؤ کے غلبہ پانے کی وجہ سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ بجائے نظام علیخاں کے صلابت جنگ کو پھر تخت پر بٹھادے گا جیسا کہ حدیقۃ العالم میں بتایا گیا ہے تو یہ اس وجہ سے باور نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ کے ساتھ ہی رگھناتھ راؤ نظام علیخاں کے تعاقب میں اورنگ آباد پہنچ گیا جہاں اس سے صلح ہوگئی اگر وہ صلابت جنگ ہی کی طرف داری پر مائل ہوتا تو یہ ممکن تھا کہ دریائے گوداوری کے اُسی کنارے سے جہاں جنگ ہوی تھی وہ بیدر کی طرف روانہ ہو جاتا اور صلابت جنگ کو قلعہ سے نکالکر تخت نشین کر دیتا۔

بسالت جنگ کو صلابت جنگ کے رحلت کی اطلاع پر بدگمانی

صلابت جنگ خواہ اپنی مرگ طبعی سے مرے ہوں خواہ کسی نے ان کو قتل کیا ہو مگر ان کی موت کی اچانک اطلاع جب بسالت جنگ کو پہنچی تو ان کو نظام علیخاں سے اور سُوءِ ظنی پیدا ہوگئی اور اُن کو ان کے غاشیہ برداروں نے یقین دلادیا کہ نظام علیخاں ہی نے ان کو ہلاک کرادیا ہے اب اگر بسالت جنگ اُن کے ہاتھ لگ جائیں تو اُن کی بھی خیر نہیں اس کے بعد وہ نظام علیخاں کے اور زیادہ مخالف اور فوجدار کرنول کے ساتھ متحد ہو کر آمادۂ پیکار ہوگئے۔

نظام علیخاں کو اپنے بھائی (صلابت جنگ) کے انتقال کی اطلاع ملی تو انھوں نے بہت کچھ اظہار ملال کیا اور حسب دستور تین دن تک ڈیوڑھی کی نوبت نوازی موقوف کرادی اور تین دن تک خود بدولت برآمد نہیں ہوے فاتحہ زیارت کے بعد دربار منعقد ہوا

اور حیدر آباد کی طرف روانگی عمل میں آئی۔

شوراپور کے زمیندار نے عرصہ سے پیشکش ادا نہیں کی تھی اس لئے دوران سفر ہی میں بندگان عالی نے ظفر الدولہ کو اس کے وصول کرنے کے لئے مامور کیا اور آپ حیدرآباد رونق افروز ہوئے یہاں پہنچکر اعلیحضرت نے مراد خاں اور اس کے خلیرے بھائی ہمت خاں کو قلعۂ گولکنڈہ میں قید کر دیا کہ انھوں نے رگھناتھ راؤ سے سازباز کرلی تھی اور راکس بھون کی جنگ میں افواج بندگانعالی کی شکست کا باعث دراصل یہی مراد خان نامراد تھا۔

بسالت جنگ پر نظام علیخاں کی فوج کشی | اس کے بعد نظام علیخاں حیدرآباد سے ادھونی روانہ ہوئے جب اُن کا لشکر دریائے تنگبھدرا کے قریب پہنچ گیا اور بسالت جنگ نے اپنے آپ میں ان کے مقابلے کی طاقت نہ پائی تو کرنول کے قلعہ میں متحصن ہو گئے۔ نظام علیخاں نے رسل و رسائل اور قاصد و ایلچی کے ذریعے فہمایش کی اور اُن کی گذشتہ فروگزاشتوں کی معافی اور ان کی جاگیر ادھونی اُن پر حسب سابق بحال رکھنے کا وعدہ کیا جس کے بعد بسالت جنگ رستم خاں فوجدار کرنول کے ہمراہ ۱۵ر صفر ۱۱۷۸ھ (م ۱۴ر اگسٹ ۱۷۶۴ء) کو بندگانعالی کی خدمت میں حاضر اور قدمبوسی سے مشرف ہوئے اور حسب قرارداد ان کی جاگیر اُن پر بحال کر دی گئی۔

نظام علیخاں کرناٹک میں

چندربدن اور مہیار کا قصۂ عشق اور اُن دونوں کی قبر کی زیارت

ادھونی کی مہم سے فراغت پاکر خود بدولت ترپتی روانہ ہوئے۔ اس موقع پر صاحبِ توزک آصفیہ نے ذکر کیا ہے کہ موضع کدری کوٹہ میں ایک قبر پائی گئی جس کے دو تعویذ تھے بندگانعالی نے اس کو ملاحظہ کرکے دریافت فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور یہ قبر کس کی ہے معلوم ہوا کہ اس میں مہیار[1] نامی عاشق اور اس کی معشوقہ چندربدن دفن ہیں۔ بندگانعالی کا قیام اس موضع میں تین روز رہا لشکر کے اکثر لوگ اس قبر کی زیارت کرتے رہے چوتھے روز وہاں سے کوچ ہوا اور سواری کوہستان

---

[1] مورخ موصوف کا بیان ہے کہ اُن دونوں کے معاشقہ کا واقعہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں گزرا ہے لیکن اس تاریخ کے شائع کنندہ میر احمد علی صاحب موسوی کہتے ہیں کہ انھوں نے بعض نسخوں میں اس واقعہ کو محمد عادل شاہ کے عہد میں لکھا پایا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ میں نہیں کیا ہے جو ابراہیم عادل شاہ ہی کے زمانہ کا مورخ ہے البتہ اس کا ذکر تاریخ عادل شاہیہ کے مصنّف نے کیا ہے جو اس واقعہ کو محمدؐ عادل شاہ کے عہد سے متعلق کرتا ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ شاہ تجلی مصنف توزک آصفیہ نے اس واقعہ کو بہ شکل مثنوی مفصلاً لکھا ہے کیونکہ اپنی تاریخ میں جہاں انھوں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہیں اپنے چند اشعار بھی لکھے ہیں جن سے اس قصہ کا ذرا سا خاکہ ذہن میں آجاتا ہے ممکن ہے کہ ان کا ماخذ چندربدن و مہیار کی وہ اردو مثنوی ہو جس کو مرزا محمد مقیم مقیمی نے سنہ ۱۰۲۱ھ اور سنہ ۱۰۵۱ھ کے مابین لکھا ہے۔

ترپتی میں داخل ہوی اطراف کے چھوٹے چھوٹے زمیندار اور پالیگاروں نے خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اپنے پیشکش داخل کئے۔

نظام علیخاں کے آنے کی اطلاع پر نواب کرناٹک کا مدراس چلا جانا

نواب کرناٹک کو جب بندگانعالی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ آرکاٹ چھوڑ مدراس چلے گئے اس چڑھائی کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کا علاقہ صوبہ دکن میں شامل تھا جس پر نظام علیخاں منجانب شہنشاہ مغلیہ صوبہ دار مقرر ہوے تھے اور نواب کرناٹک صوبہ دار دکن کے زیر اثر و اقتدار ہوتا تھا لیکن موجود الوقت نواب ان کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور سالانہ واجب الادا رقم عطا نہیں کر رہے تھے نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کی غرض یہی تھی کہ ان کو راہ راست پر لائیں لیکن جب محمد علیخاں نواب کرناٹک کو اُن کے آنے کی اطلاع ہوی تو اُن سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑی اور وہ سیدھے انگریزی کمپنی کی حمایت میں چلے گئے جس پر بندگانعالی نے یہ مناسب خیال کیا کہ اپنے پاس سے کسی دیرینہ کار امیر کو بہ حیثیت سفیر مدراس بھیجیں تاکہ وہ خود نواب کرناٹک کو حکمت عملی سے راہ راست پر لگا لائے اور اس غرض کے لئے منیر الملک منیر الدولہ حیدر یار خاں شیر جنگ کا انتخاب فرمایا امتثال امر میں وہ مدراس گئے اور نشیب و فراز سے نواب کرناٹک کو آگاہ کرکے ہموار کرلیا لیکن اُن پر نظام علیخاں کا رُعب ایسا مستولی ہوگیا تھا کہ وہ بذات خود بندگانعالی کے حضور میں نہ آسکے البتہ اپنا ذ گی پیشکش اور اپنی نذریں شیر جنگ ہی کے ذریعے داخل کردیں اور آئندہ اطاعت کا اقرار کرلیا۔

نظام علیخاں کا کرناٹک پر حملہ کرنا اور اس کے متعلق انگریزی مورخین کا بیان

اس موقع پر نظام علیخاں کے کرناٹک میں آنے کے متعلق بعض مورخین نے

بیان کیا ہے کہ انھوں[1] نے ۱۷۶۵ء (م ۱۱۷۸ھ) میں کرناٹک پر حملہ کیا لیکن وہ پسپا کردئے گئے خدا جانے اس پسپائی کا داخلہ اس کو کہاں سے مِلا۔ برگس نے بھی اپنی کتاب دی نظام میں لکھا ہے کہ کرنل کیمبل[2] نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور کردیا۔ اس کا یہ بیان بھی ہماری نظر میں قابل تحقیق ہے اس واسطے کہ[3] ۱۷۶۴ء کے اختتام سے جون ۱۷۶۶ء تک مدراس گورنمنٹ سے مختلف رسالے اور پلاٹن مرکزی اور جنوبی کرناٹک کے پالیگاروں کے مقابلے کے لئے مامور ہوے تھے اور ترچناپلی کے شمالی علاقہ کے پالیگاروں کے مقابلے میں کرنل چارلس کیمبل کے تحت ایک مختصر سی فوج بھیجی گئی تھی جو کہیں نظام علیخاں کی فوج سے مقابل نہیں ہوی اور خود کرنل مذکور کی رپورٹ کے شائع شدہ حصہ میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کرنل کیمبل نے نظام علیخاں کو اپنے ملک کی طرف مراجعت پر مجبور کردیا۔ یہ ممکن ہے کہ کیمبل نے بندگا نعالی کے طرفدار پالیگاروں پر حملہ کرکے ان کو پسپا کیا ہو اور اہالیان کمپنی نے اس کی اس کارگزاری کو نظام علیخاں کے مقابلے میں تصور کیا ہو لیکن ہم کو اس کا بھی کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا اور تاوقتیکہ ایسا کوئی مواد یا رپورٹس یا اور حالات شائع نہ ہوں جن سے اس کا ثبوت ملے۔ ہم یہی یقین رکھتے ہیں کہ نظام علیخاں اور انگریزی فوج کا اس عرصہ میں کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔

---

[1] ہسٹری ٹیپو طبع ۱۹۲۹ء جلد صفحہ ۲۔ [2] دی نظام جلد اول صفحہ ۶۹۔ [3] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ (۱۹۶)۔

کرناٹک سے نظام علیخاں کی واپسی

کرناٹک سے واپسی کا راستہ

بہرحال جب شیر جنگ محمد علیخاں نواب کرناٹک کے پاس سے تحفہ تحائف اور نذر و پیشکش لیکر حاضر ہوے تو بندگانعالی نے راجمندری کی طرف کوچ کے احکام صادر فرمائے کہ وہاں کے معاملات کو اپنے قابو میں لانا ضروری تھا اس واسطے کہ اودگیر کی جنگ کے بعد نظام علیخاں اودھر کے انتظام کی غرض سے نکلے تھے مگر چونکہ راستہ ہی میں انکو صلابت جنگ کے انحراف کی اطلاع ملی تھی اس لئے کسی انتظام کے بغیر وہ حیدرآباد لوٹ گئے تھے اور یہاں کے انتظامات کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھا تھا جس کا موقع اُن کو اب ملا اس سفر میں ایسے راستہ سے گزر ہوا جس میں کوہستانی سلسلہ کی وجہ سے اور پانی نہ ملنے کے باعث فوج کو بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب تزوک آصفیہ نے یہ بیان کی ہے کہ اس علاقہ والوں نے یہ خیال کیا کہ اگر آباد حصۂ اراضی سے گزر ہوگا تو اراضی پامال اور زمینداروں کو نقصان پہنچے گا اور بندگانعالی بہت جلد راجمندری پہنچکر وہاں کے صوبہ دار قطب الدولہ حسن علیخاں کو قابو میں لانا چاہتے تھے اس لئے زمینداروں نے عرض کیا کہ یہی غیر آباد کوہستانی راستہ قریب تر ہے لیکن یہ توجیہ کچھ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ راجمندری کے انتظام کی ایسی کوئی جلدی نہیں تھی جہاں دو دو سال کا توقف ہوا وہاں اور ایک دو مہینہ کی تاخیر ہوسکتی تھی اور کرنول اور اس کا جنوبی حصہ اس خطہ

سے زیادہ آباد تھا جہاں کے گزرنے میں اس قسم کا کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوا تھا تو پامالی اراضی کی نسبت یہاں کے زمینداروں کا معروضہ کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم کو اس قیاس کی بھی کوئی گنجایش نہیں معلوم ہوتی کہ کسی بیرونی یا مخالف قوت کے تصادم کے اندیشے سے انھوں نے یہ راستہ اختیار کیا اس واسطے کہ کرناٹک کے علاقہ کے اکثر و بیشتر زمیندار و پالیگار اُن کے مطیع ہو چکے تھے اور نواب کرناٹک بھی اُن سے متحد ہو گئے تھے بہرحال صورت حالات کے نظر کرتے ممکن ہے کہ نظام علیخاں نے اسی کڈھب راستہ کو ترجیح دی ہو۔ بندگانعالی دریائے کرشنا پار ہوے تو راجمندری کے صوبہ دار نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا وہ قبل ازیں خدمت سے معطل کردئے گئے تھے لیکن جب بندگانعالی بجواڑہ پہنچے تو وہ بحال کردئے گئے۔

نظام علیخاں کا حیدرآباد واپس آکر انتظام ریاست میں منہمک ہونا

یہاں سے بندگانعالی حیدرآباد روانہ ہوے جہاں پہنچکر اعلیحضرت نے برار اور اورنگ آباد کی صوبہ داری کا انتظام فرمایا چنانچہ اورنگ آباد کی صوبہ داری سے درگاہ قلی خاں سالار جنگ کو علحدہ کرکے ان کی جگہ غلام سید خاں معین الدولہ کو اور غلام سید خاں کی جگہ برار کی صوبہ داری پر اسمٰعیل خاں پنی کو مامور کیا۔ اس انتظام سے شیر جنگ اور ان کے طرفداروں کا اثر کم ہوگیا اور غلام سید خاں (ارسطو جاہ) اور ان کے جانب داروں کو ترقی ہوی اور شیر جنگ نے دیوانی کے معاملات میں دلچسپی لینی کم کردی ممکن ہے کہ اُن کے نزدیک اس انتظام کے بانی مبانی دیوان وقت موسیٰ خاں رکن الدولہ ہی ثابت

ہوئے ہوں ۔

محکم سنگھ پیشکار کا طرز عمل اور اس کا اثر رکن الدولہ پر۔

موسیٰ خان رکن الدولہ نے دیوان ہونے کے بعد محکم سنگھ کو اپنا پیشکار رکھا تھا ان کی طبیعت بہت جز رس واقع ہوئی تھی جس کا اثر رکن الدولہ پر بھی آہستہ آہستہ ہوتا رہا۔ لیکن جب تک وہ شیر جنگ کے مشوروں پر کاربند رہے ان سے ایسی کوئی فروگذاشت ہونے نہیں پائی جو عام بدلی کا سبب ہوتی جب دربار کے رنگ کو شیر جنگ نے بدلتا ہوا پایا تو وہ آہستہ آہستہ معاملات دیوانی سے اپنا تعلق کم کرتے گئے اور رکن الدولہ اپنے پیشکار کے مشورے پر کام کرنے لگے مہم جنوبی کی زیرباری کے باعث فراہمی زر کی ضرورت محسوس ہونے لگی جس کے لئے محکم سنگھ نے یہ تدبیر پیش کی کہ تمام جاگیرداروں اور انعامداروں پر ان کے جاگیرات اور انعامات کا ایک سالہ محاصل بطور مصادرہ عاید کردیا جائے اس پر رکن الدولہ نے ذرا بھی دور اندیشی سے کام نہ لیا اور صرف یہ معلوم کرکے کہ اس طریقہ سے آمدنی معقول ہوجائیگی اس تجویز پر صاد کردی اور احکام حسبہٖ جاری ہوگئے اور رقمیں اسی بنا پر بجبر و تعدی وصول کی گئیں جس کی وجہ سے تمام جاگیردار و انعامدار موسیٰ خاں رکن الدولہ سے ناراض ہوگئے اور اس کے بعد سے واقعات ایسے پیش آتے گئے جس سے ان کے خلاف عام ناراضی بڑھتی گئی حتیٰ کہ خود محلات مبارک میں بھی ان کی نسبت شکایت پیدا ہوگئی جس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی

راجہ ناگپور پر حملہ

سنہ ۱۱۸۰ھ میں نبدگانعالی جانوجی بھونسلہ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلے اس حملہ کی وجہ کسی فارسی مورخ نے نہیں لکھی ہے گرانٹ ڈف البتہ یہ کہتا ہے کہ رگھناتھ راؤ[1] نے حال ہی میں حیدر علیخاں سے جو صلح کی تھی اس سے مادھوراؤ پیشوا ناراض تھا اور اپنی ماں کی تعلیم پر اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے علٰحدہ بھی ہونا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں رگھناتھ راؤ اس سے علٰحدہ ہو کر جانوجی بھونسلہ یا نظام علیخاں سے متفق نہ ہو جائے۔ اسی لئے اس نے مناسب یہ خیال کیا کہ پہلے جانوجی بھونسلہ اور نظام علیخاں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتفاق کر کے دوسرے کو اپنے زیر اثر کر لے چونکہ اس زمانے میں حیدر علیخاں کے مقابلہ میں نظام علیخاں کو مادھوراؤ پیشوا سے مدد حاصل کرنے کی توقع تھی اس لئے پیشوا نے یہ تجویز نکالی کہ پہلے نظام علیخاں کو جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں اپنا شریک بنا لے ان دونوں میں کوئی خفیہ سمجھوتہ ہو گیا اور اُودھر سے پیشوا اور ادھر سے نظام علیخاں اپنی اپنی فوج لیکر جانوجی کے علاقہ کی طرف بڑھے اور دونوں فوجیں برار میں داخل ہوئیں۔

جانوجی کا صلح کے لئے درخواست کرنا | جانوجی بھونسلہ تاب مقاومت نہ لا کر صلح کی درخواست

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد اول صفحہ (۵۴۷)۔

کرنے پر مجبور ہوا اور راکس بھون کی جنگ میں نظام علیخاں کا ساتھ چھوڑنے کے صلہ میں جو علاقہ[1] اس کو ملا تھا اس کا سہ ربع حصہ ۴ رفروری ۱۷۶۶ء (م ۲۳ رشعبان ۱۱۷۹ھ) کو متحدین کے حق میں واگذاشت کیا جس میں سے پندرہ لاکھ روپے سالانہ محاصل کا علاقہ پیشوا نے قیام اتحاد و استحکام دوستی کی غرض سے ۱۶ رفروری ۱۷۶۶ء (م ۶ ررمضان ۱۱۷۹ھ) کو نظام علیخاں کے سپرد کر دیا۔ صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ رگھناتھ[2] راؤ اس موقع پر عہد و پیمان کا معاملہ مادھو راؤ پیشوا پر چھوڑ کر آپ ہندوستان روانہ ہو گیا اس سے رگھناتھ راؤ کا یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ جنوب میں حیدر علیخاں کے ساتھ جو صلح اس نے کی تھی اس کے شرائط سے مادھو راؤ کو اتفاق نہیں تھا اس لئے رگھناتھ راؤ نے شاید یہ سوچا کہ اس موقع پر خود اس کو (مادھو راؤ) اس بات کا موقع دیا جائے کہ شرائط وہ خود طے کرے تاکہ صلح کی ذمہ داریوں کا اس کو تجربہ ہو اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو رگھناتھ راؤ کو بھی اس کی حرف گیری کا موقع مل جائے۔

صلح کے بعد پیشوا کی ملاقات بندگانعالی سے اور ضیافت کے بعد واپسی

صلح کے بعد نظام علیخاں دریائے کاٹھی پورنا پر اقامت گزیں ہوئے یہاں مادھو راؤ رکن الدولہ کے توسل سے حاضر خدمت ہوا۔ مجرئی کے وقت پیشواؤں کا دستور تھا کہ دوتا ہو کر تسلیم بجا لاتے تھے اس عادت کے خلاف مادھو راؤ نے سیدھے کھڑے ہو کر سلام کیا جو بندگانعالی کو ناگوار ہوا اس لئے آپ نے اس کا سلام نہ لیا لیکن جانبین کے امراء نے اس کو رفع دفع کر کے صفائی کرا دی

[1] اس کا محاصل حسب کاغذات دفتر پونہ پچیس لاکھ پچاس ہزار دو سو اٹھہتر روپیہ دس آنے ایک پائی ہوتا ہے۔ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۵۷۔

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے نظام علیخاں نے مادھوراؤ کو خلعت
وجواہر عطا فرمائے وہیں دریا کے کنارے ایک بہتم بالشان جشن ترتیب دیا گیا رقص وسرود
کی محفلیں جمائی گئیں تمام امراءعظام کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے ڈیرے کا رخ دریا کی طرف رکھیں
اور ڈیرے کے سامنے اور آس پاس روشنی کریں اس جشن میں مادھوراؤ کی ضیافت کی گئی
خود بدولت اس کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے چراغوں کا ملاحظہ کرتے اور رقص وسرود
سنتے گئے اس جشن وضیافت کے بعد پیشوا کو رخصت فرما کر بندگانعالی جانب شوراپور نہضت
فرما ہوے۔

صاحب تاریخ ظفرہ کہتا ہے کہ بندگانعالی یہاں سے حیدرآباد روانہ ہوے[1] اور
صاحب توزک آصفیہ اور حدیقۃ العالم دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا
سے شوراپور روانہ ہوے اور وہاں سے پیشکش حاصل کرکے گلبرگہ تشریف لے گئے
صاحب ظفرہ چونکہ اسی عہد کا مورخ ہے اس لئے اس کے بیان کو غلط بھی تصور نہیں کیا جاسکتا
یہ البتہ ممکن ہے کہ بندگانعالی کاٹھی پورنا سے حیدرآباد آئے ہوں اور حیدرآباد سے شوراپور
اور پھر شوراپور سے گلبرگہ میں اقامت کی ہو۔ اعلیحضرت نے درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز
کی زیارت اور سجادۂ درگاہ سے ملاقات فرمائی۔

گلبرگہ کے قیام کے دوران میں محکم سنگھ پیشکار کا قتل۔	گلبرگہ کے قیام کے دوران میں رکن الدولہ کے پیشکار محکم سنگھ کا قتل واقع ہوا جس کا سبب یہ ہوا کہ یہ شخص اپنی خرد سی کی وجہ سے

[1] تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۵۱۔

طبقہ امرا میں پہلے ہی بدنام ہو چکا تھا رفتہ رفتہ طبقہ عوام میں بھی اس کی سخت گیری اور بدزبانی کے باعث ناراضی پیدا ہوگئی تھی چنانچہ گلبرگہ کے سجادے صاحب کے مریدین میں سے ایک شخص کا ہاتھ بے قصور اس نے کٹوادیا اسی وجہ سے اس کے خلاف دبے ہوئے جذبات بھڑک اٹھے اور شیر جنگ کے ایک افغان ملازم عزیز خاں نامی نے ایک روز موقع پا کر اس کو قتل کردیا صاحب حدیقۃ العالم کہتا ہے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے ایماء سے ہوا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں :۔[1]

"دراں اوآں محکم سنگھ پیشکار مدارالمہام کہ از دست تعدیش عالمے بفغان آمدہ وعلاوہ بریں دست شخصے از مریدان سلسلۂ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ بے تقصیر بریدہ بود بردست عزیز خاں افغان کشتہ گردید و قاتلش بدرگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز پناہ بردہ محفوظ ماند گویند ایں امر باشارۂ رکن الدولہ بوقوع آمد....."

صاحب حدیقۃ العالم کے ذریعہ معلومات کی جب تک تحقیق نہ ہو ہم یہ تسلیم نہیں کرسکتے کہ محکم سنگھ کا قتل رکن الدولہ کے اشارہ پر ہوا عزیز خاں قاتل چونکہ شیر جنگ کا ملازم تھا اس لئے ان کی طرف البتہ اس سوءظن کی گنجایش نکلتی ہے جیسا کہ صاحب مآثر آصفی نے بیان کیا ہے کہ مقتول کے ورثا نے اس قتل کے متعلق شیر جنگ پر بدگمانی کی اس کی عبارت یہ ہے۔[2]

"وچوں آں کس (عزیز خاں) نوکر شیر جنگ بود ورثاء محکم سنگھ

---

[1] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ ۲۸۵۔ [2] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۶۸۔

را باعث بدگمانی جانب شیر جنگ شد۔“

لیکن محض اس وجہ سے کہ ان کے ملازم نے قتل کیا بہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ شیر جنگ ہی نے درپردہ اس قتل میں حصہ لیا۔ بہرحال نظام علیخاں کی یہ دور اندیشی تھی کہ مقتول کی جگہ اس کے بھائی مرلیداس کو خطاب راجہ جگدیو کے ساتھ مامور کر کے اس کے پسماندوں کے جوش انتقام کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہاں سے بندگانعالی بلدہ حیدرآباد واپس آئے۔
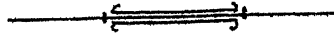
ریاست میں انگریزوں کی مداخلت

اس زمانہ میں نظام علیخاں کی توجہ حیدر علیخاں کی طرف منعطف کرائی گئی جو اپنے آس پاس کے علاقوں پر متصرف ہو کر روز بروز ترقی کر رہے تھے اور اس وجہ سے ان کے اطراف کی ہمسایہ ریاستوں کو ان سے مخالفت پیدا ہو رہی تھی۔ لیکن حیدر علیخاں بذات خود فرماں روایان آصفیہ یا کسی رکن خاندان سے منحرف نہیں ہوئے انھوں نے نظام علیخاں کے بھائی بسالت جنگ سے کوئی اختلاف نہیں کیا حالانکہ دونوں کے حدود ایک دوسرے سے ملحق تھے اور حیدر علیخاں کو بہت کچھ موقع تھا کہ ان کے خلاف منشا ان کے علاقے میں مداخلت کر کے جھگڑا قایم کر دیتے۔ بخلاف اس کے وہ بسالت جنگ کی مدد کرتے رہے چنانچہ ایک دفعہ جب انھوں نے قلعہ کوبل کنڈہ کا محاصرہ کیا تو حیدر علیخاں[1] نے اس کے فتح کرنے میں ان کی مدد کی۔ جس کے صلے میں بسالت جنگ نے ان کو خانی بہادری[2] کا خطاب اور ہسکوٹہ اور سرا کی صوبہ داری عطا کی۔ اس موقع پر حیدر علیخاں کی چالبازی کو ثابت کرنے کے لئے جیمس مل نے یہ بتایا ہے کہ انھوں (حیدر علیخاں) نے بسالت جنگ سے ایسے علاقے کی صوبہ داری کی درخواست کی جو فی الحقیقت ان کے قبضہ[3] میں نہیں تھا۔

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۸۱۔ [2] و [3] ہسٹری آف دی برٹش انڈیا جیمس مل طبع دوم جلد سوم صفحہ ۴۱۵۔

حیدر علیخاں کی ہمسایہ ریاستوں میں ایک طرف مرہٹے دوسری طرف سرکار نظام تیسری طرف نواب کرناٹک تھے اور نواب کرناٹک کے پردے میں دراصل انگریز کرناٹک پر حکمراں تھے جن کی نظر میں حیدر علیخاں کی روزافزوں طاقت کھٹک رہی تھی اور انہیں خطرہ تھا تو انھیں حیدر علیخاں سے تھا اور حیدر علیخاں کا مطمح نظر بھی یہی تھا کہ اس اجنبی قوم کو علاقۂ دکن سے نکال باہر کر دیں لیکن نواب کرناٹک کی سادہ مزاجی کی وجہ سے اس قوم کے قدم علاقۂ کرناٹک میں مستحکم طور پر جم گئے تھے ایک حد تک انہیں کے ذریعے اس قوم نے نظام علیخاں کے پاس بھی اچھا رسوخ پیدا کر لیا اور اپنی حکمت عملی سے اس نے شہنشاہ دہلی کے فرامین حاصل کئے جن میں سے ایک عطائے سرکاران شمالی کی نسبت تھا اور دوسرا صوبہ دکن سے کرناٹک کی علیحدگی سے متعلق۔ ان فرامین کا اثر یہ ہوا کہ نظام علیخاں فی الحقیقت اپنے مقبوضات کے منجملہ تقریباً ایک ثلث حصہ سے محروم ہوگئے اور استمساک فرمان کے باعث انگریزوں کو نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مقابلے میں بزعم خود ایک حیثیت پیدا ہوگئی اور خود نواب کرناٹک کو بذریعۂ فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے علیحدہ کر کے زیر بار احسان کر لیا گیا اور اس کے بعد بعنوان انتظام ملک کرناٹک پر اپنا قبضہ قایم کر کے نواب کو صرف ایک وظیفہ خوار بنا دیا گیا۔

سرکاران شمالی پر انگریزوں کا تصرف اور نظام علیخاں کے ساتھ سب سے پہلا معاہدہ

جب انگریزی کمپنی کو سرکاران شمالی کی نسبت شاہی فرمان مل گیا تو اس پر عمل دخل حاصل کرنے کے لئے بریگیڈیر جنرل کیلاڈ کو اوائل ۱۷۶۶ء (م اواخر ۱۱۷۹ھ) میں روانہ کیا گیا جو وہاں پہنچکر یکے بعد دیگرے تمام

مقامات پر قابض ہوگیا اس مداخلت سے آگاہ ہوکر نظام علیخاں نے حیدرآباد میں بڑی فوج فراہم کی اور اس کا بدلہ لینے کی خاطر کرناٹک پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے اس زمانے میں حکومت مدراس کی مالی حالت اچھی نہ تھی وہ اس وقت نظام علیخاں سے جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اس لئے کمپنی نے کیلاڈ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ صلح کرنے کی غرض سے فوراً حیدرآباد چلا جائے چنانچہ وہ حیدرآباد آیا اور ۱۲؍نومبر ۱۷۶۶ء (مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۱۸۰ھ) کو ایک عہدنامہ طے کیا جس کی رو سے راجمندری، ایلور، مصطفیٰ نگر پر قبضہ پانے کے معاوضہ میں سالانہ پانچ لاکھ روپیہ خراج اور سیکاکول اور مرتضیٰ نگر پر قبضہ پانے کے بعد ہر ایک کے لئے دو دو لاکھ سالانہ نظام کو ادا کرنے پر انگریزی کمپنی رضامند ہوی۔ اور کمپنی نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ نظام علیخاں کی سلطنت کے صحیح اور واجبی معاملات کے تصفیہ کے لئے ایک دستہ فوج مہیا رکھیگی اور جس سال انگریزی کمپنی کے فوجی خدمات کی ضرورت ہوگی اس سال کے خراج کی رقم میں سے اس فوج کے اخراجات منہا ہوجائیں گے اور جس سال فوجی خدمات نہیں لی جائینگی اس سال کا خراج یا پیشکش تین اقساط میں ادا ہوگا۔ اس صلح نامہ کے ضمن میں یہ بھی طے پایا کہ نواب کرناٹک کا بر بناء فرمان شاہی صوبہ دار دکن کے اثر سے خارج کیا جانا نظام علیخاں بھی تسلیم کرلیں چنانچہ پانچ لاکھ روپے کے نذرانہ کے معاوضہ میں بندگانعالی نے اس امر کو تسلیم کرلیا۔

۱۷۶۶ء کے معاہدہ کے اثرات و نتائج

اس صلح نامہ کی رو سے نقصان تقریباً بندگانعالی کا ہوا لیکن باوجود اس کے جیمس مل لکھتا ہے کہ اس کا نہایت ناعاقبت اندیش فقرہ وہ تھا جس کی رو سے

کمپنی پر فوجی امداد لازم تھی کیونکہ نظام کی تائید میں انگریزی کمپنی کو دکن کی دوسری قوتوں سے متصادم ہونا پڑتا تھا۔ لیکن ہماری دانست میں صرف یہی نہیں بلکہ اس صلح نامہ کی ہر ایک دفعہ نہایت دور اندیشی کے ساتھ مرتب کی گئی تھی اور تقریباً اُس کا ہر ایک فقرہ فی الحقیقت انگریزی کمپنی کی منفعت پر مبنی تھا۔ کمپنی سرکاران شمالی پر قبضہ کرنا چاہتی تھی جس کی مخالفت نظام علیخاں کر رہے تھے اس صلح نامہ کی رو سے کسی جنگ وجدل کے بغیر آخر کمپنی نے ان پر قبضہ کر ہی لیا اور اس کے معاوضہ میں ایک رقم کی ادائی اپنے اوپر مشروط کر لی لیکن اس شرط کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے یہ قرارداد کی کہ نظام علیخاں کو فوجی مدد دیجائیگی اور اس فوج کی تنخواہ اِس مشروط رقم میں مجرا کر لی جائیگی اور فوجی امداد کی ابتداء ایک ایسی جنگ (میسوُر) سے کی گئی جو اس زمانہ میں نہ بھی ہوتی تو نظام علیخاں کے حق میں زیادہ مضر ثابت نہ ہوتی۔
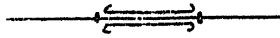
جنگ میسور

سنہ ۱۷۶۶ کی جنگ میسور کی ابتداء اور اس میں نظام علیخاں کی شرکت کا سبب

اجمال مذکورہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی پر سرکاران شمالی کی بابت پیشکش کی ادائی لازم آگئی اس سے سبکدوشی انگریزی کمپنی کو اسی صورت میں حاصل ہوسکتی تھی جب کہ بندگانعالی اس سے فوجی خدمات حاصل کرتے اور چونکہ اس زمانے میں کمپنی کو حیدرعلیخاں کی روزافزوں قوت سے اندیشہ تھا اور وہ آئے دن کرناٹک اور انگریزی کمپنی کے علاقے پر حملے کرتے رہتے تھے اس واسطے کمپنی کو یہ لازم تھا کہ اس کا کوئی معقول بندوبست کرتی اور ساتھ ساتھ اس امر کا انتظام بھی ضروری تھا کہ دکن کے اُن رئیسوں کو فراہم کرلے جن کے ساتھ متفق ہوکر حیدرعلیخاں اپنی قوت میں اضافہ کرسکتے تھے ان امور کے نظر کرتے کمپنی نے بندگانعالی کو حیدرعلیخاں کے خلاف کھڑا کردیا اور اُن کے مقابلہ میں نظام کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کردی اسی جنگ کے متعلق بعض امور کی قرارداد کے لئے کمپنی نے کرنل سمتھ کو حیدرآباد روانہ کیا جسے نظام علیخاں کے دربار میں ۱۹ ؍ شعبان سنہ ۱۱۸۰ھ (م ۲۰ ؍ جنوری ۱۷۶۷ء) کو بتوسل رکن الدولہ باریابی ملی اور یہ طے پایا کہ انگریزی فوج کا ایک دستہ دریائے کرشنا پہنچ جائے اور وہاں سے بندگانعالی کی فوج کے ہمراہ حیدرعلیخاں کے مقبوضہ شہر بنگلور پر حملہ کی غرض سے روانہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں بندگانعالی کے منشاء کے خلاف

رکن الدولہ نے بڑا زور لگایا ہے اس واسطے کہ شاہ تجلی علی کہتے ہیں کہ بندگا نعالی اس قوم کے اس مقصد سے کہ حیدر علیخاں کے استیصال اور اس کے ملک کی خرابی میں درصل اہل فرنگ کے مقبوضات کی آبادی اور اُن کا استیلا مضمر ہے واقف رہکر بھی محض رکن الدولہ کے پاس خاطر سے انگریزوں کے سوال کو رد نہ کیا چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں

"بندگانِ[1] حضرت اگرچہ در تحصیل مقصد آں قوم دانا بودہما نا
در استیصال حیدر نایک استیلائے اہل فرنگ مندرج بتخریب
ملک او آبادی معمورہ ہائے ایں قوم مندرج است معہذا بپاس خاطر
رکن الدولہ منظور داشتہ دستِ رد بسینۂ ملتمس او نگذاشتہ پنجۂ
مسئلت آنہا بحنائے حسن قبول رنگین فرمودند۔"

اسکی تائید واقعات مابعد سے ہوتی ہے لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کا بیان اس سے مختلف ہے

نظام علی خاں کا اتحاد حیدر علی خاں سے

اگر صاحب توزک آصفیہ کا اعتبار کیا جائے تو نظام علی خاں کے دریائے کرشنا پار ہونے پر حیدر[2] علیخاں نے محی الدین صاحب ابن کریم صاحب مشائخ کے ذریعہ ریشہ دوانی شروع کی اور رکن الدولہ کو ہموار کرلیا۔ انھوں نے انگریزوں سے علحدہ ہونے پر آمادہ ہوکر بندگا نعالی سے معروضہ کیا جس کے سنتے ہی مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے باہر ہوگیا اور فرمایا کہ انگریزوں کے ساتھ متفق ہونے کی نسبت میرا منشا پہلے ہی نہیں تھا ہم کو لازم نہیں تھا کہ نصاریٰ کی استدعا پر حیدر علیخاں سے جو ہمیشہ

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۴۔ [2] توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

ان غاصبان سلطنت کے تباہ و برباد کرنے میں مشغول ہیں جنگ کرتے اصولاً تو ہم کو چاہیے یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی مدد نہ کرتے یہاں تک کہ آپس میں لڑتے لڑتے کوئی ایک غالب ہو جاتا جس کے بعد حکمت عملی سے اس غالب پر قابو پانا ہمارے لئے آسان ہوتا۔ اب یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فریق سے شرکت کی قرارداد کرکے اس کے ساتھ منافقت کریں رکن الدولہ بندگانعالی کی اس گفتگو سے خجل ہوئے لیکن مکرر معروضہ کیا کہ اس میں شک نہیں کہ اس شرکت کے اقدام کرنے میں مجھ سے صریحی غلطی ہوی ہے لیکن سلطنت کی بھلائی اس میں ہے کہ حیدر علیخاں کو اپنا شریک گردان کر اہل فرنگ کے دفع کرنے پر آمادہ ہو جائیں اپنے معروضہ کے علاوہ انھوں نے مادھوراؤ پیشوا سے بھی اثر ڈالا تو بندگانعالی طوعاً و کرہاً راضی ہوئے اس مضمون کو اگر توزک آصفیہ ہی کے الفاظ میں دیکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اسی لئے ہم اس کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

"چوں[1] ایں سوانح بگوش اولیاء دولت ابد پیوند رسید
محی الدین صاحب خلف کریم صاحب مشایخ کہ در آں آوان بامور
ملکی و مالی دخل پیدا کردہ بود بہ تخشع و تضرع خاطر مدار المہام را قرین
اختصاص حسن عقیدت خود بمواثیق پیماں راسخ نمودہ التماس نمود کہ
بہ انقیاد اطاعت معروض رائے ملازمان عالی گردانید مشتمل
برایں کہ وابستگی غنچہ جمعیت فدوی عبودیت شعار بہ آبیاری تسلیم

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۷۵۔

حمایت ایں بہار گلستان عز و اقبال و گوہر زندگی عرق آلود
انفعال از آبروبخشی آں دریائے جاہ و جلال است اگر گل قدر
و منزلت من بشمیم عنبر بیز طبلہ نگہت کشاید ہم از آں گلشن ہمیشہ بہار است
و اگر در دولت و اقتدار من برنگ تابندگی جلوۂ رخشندگی گیرد ہم از آں
دریائے اقتدار برعایت قوم نصاریٰ بر انہدام اساس خانۂ
ما کہ ہمیشہ در قلع و قمع بنیان گردن کشان کلاہ پوشان توجہ
مصروف است کمر بستہ اند ہیچ وجہ شایان خداوندی نیست
ایں قوم نصاریٰ ست کہ بہوائے یک بام در اخذ وسعت اقلیم
دست خود کوتاہ نسازد ہر آئینہ از آشتی و اندیشۂ ایں کوتاہ
فطرتان بلند مقصد غافل نباید بود ایں مستیقیانِ بادۂ نخوت را
بہ آب شمشیر آتشبار سیراب گردانیدن دلیل حسنات است و ایں
کافرانِ عیسوی را بہ لگدکوب تازی غازیاں با خاک یکساں
گردن مستلزم چندیں واجبات۔ بیت
باید نواخت پشتِ خراں را بچوب دست۔
بیروں نہند چوں قدم از کجروی ز راہ
منکہ فدوی دولت خواہ ایں خاندان عالیشانم بہ جمعیتے کہ شایستہ
حرب اہل فرنگ باشد برکاب سعادت انتساب حاضر میشوم ہر قدر کہ

مال وزر دریں سفر درکار باشد خزانہ فراہم آوردہ فدوی مال کار

است اندیشۂ دیگر پیرامون خاطر اقدس نیاوردہ باعانت مین

کمر استقامت بستہ بہ پشت گرمی ایں راسخ پیماں قدم گزار ند در

اندک سرخنگ غیر از پشت روئے احدے را ازیں قوم نخواہند

دید۔ بحول او تعالی شانہٗ جمیع بنادر و ملک مقبوضہ آنہا بہ طپانچہ

تادیب باز گرفتہ داخل خالصہ سرکاری سازو ہم دریں اثنا ہا او را

نیز بہ استدعاء بہادر درباب مدافعہ اہل فرنگ مکرر مستدعی شد

رکن الدولہ بہادر بنا بر ناچاری تن برضا دادہ جمیع مراتب بکمال

الحاح بعرض اقدس رسانید مجرد استماع ایں سخنان نا موزوں

خاطر سنجیدہ متحمل نگردید ہر یک معروضہ اوشاں را جواب بہ اسلوب

صواب بمعرض بیان آوردند کہ سابق استرضائے من دریں شہود

نبود چہ لازم کہ بہ استدعائے نصاری با حیدر علیخاں کہ ہموارہ بہ ہدم

و رزم بنائے غاصبان بے دین مشغول است منازعت در پیش

آریم و بہ اغوائے ایں رخنہ گراں قصر مملکت از فلاخن غزہ جمعیت

بہادر کہ پیوستہ بدفع آں پست طینتان بلند خیال مانوس است

سنگ تفرقہ اندازیم بلکہ در اعانت ہیچ یک ازیں گرگ روباہ

سیرتان پلنگ خو تا ممکن است مجتنب بودن طریق اولی بود تا

در اندک اطلاع از مخالفت یکے بدیگرے غالب میشود من بعد
باقی ماندۂ خستہ حال را بہ قلادۂ تدبیر بدست آوردن سہل ترین
مطلب داشت حالا کہ در موافقت بساط مرافقت ممہد گردانیدہ اند
باز بمنافقت درنوردیدن زنگ آشفتگی بچہرۂ حال و مآل است
بہیچ صورت این معنی مناسب نماید کس را بر اسرار خود دانا کردن
و باز ازو بقدم استلم پیش آمدن موجب تخلل قوایم امور رتق
و فتق و سبب گسیختگی سر رشتہ نظم و نسق است۔ رکن الدولہ بکمال
خجالت دہان عرض بکرر کشودہ التماس نمود کہ واقعی قصور صریح
از من صدور یافتہ کہ برین عزیمت اقدام نمودم و بدین امر ہمداستان
شدم الحال صلاح دولت ابد مدت درین است کہ حیدر علیخان
را ہمراہ گرفتہ بدفع اہل فرنگ قیام فرمودن و فتوحات غیبی و بمقدمۂ
معسکر فیروزی او را پیش رو داشتن اعانت لاریبی است
بندگان عالی طوعاً و کرہاً راضی شدہ راہ فرسای مقصد گردیدند

نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے باہمی اتحاد کے قیام کے بعد انگریزی فوج کی علٰحدگی

حیدر علیخاں کے ساتھ اتحاد قایم کرنے کو مبالغۂ تمام مخفی رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن جب کرنل اسمتھ کو ان کے مقبوضہ جات پر (بنگلور کے راستہ میں تھے) قبضہ کرنے سے منع کئے جانے لگا تو اس نے معلوم کرلیا کہ نظام علیخاں اور حیدر علیخاں کے مابین کوئی

سازش ہوگئی ہے جس کے بعد وہ اپنی فوج کو لے کر انگریزی حدود کی طرف نکل گیا۔ میر حسین علی کرمانی لکھتے ہیں۔ کہ نواب[1] کرناٹک نے انگریزی سفیر کے ذریعہ نظام علیخاں کو ملک بالاگھاٹ کی تسخیر پر آمادہ کیا جس پر نظام علیخاں اپنی فوج کو لیکر چین پٹن کے میدان میں جا ٹھیرے اور حیدر علیخاں کو طلب کیا تاکہ ان کا منشاء معلوم کریں انھوں نے اپنی حضوری کو کسی اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے صاحبزادے ٹیپو سلطان کو آراستہ لشکر اور ہوشیار سرداروں کے ہمراہ روانہ کیا اور نذر کے لئے پانچ زنجیر ہاتھی اور دس راس گھوڑے بھیجے۔ جب ٹیپو سلطان کی سواری بندگانعالی کے خیمہ کے قریب پہنچی اور نقارے اور طنبورے بجنے لگے تو خود بدولت نے خیمہ بالاخانہ پر سے سواری کو ملاحظہ کر کے اظہار پسندیدگی فرمایا اور ٹیپو سلطان سے ملاقات کر کے ان کو نصیب الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا اور محمد علیخاں صوبہ دار آرکاٹ وانگریزی کمپنی کو تنبیہ کرنے کے مسئلہ میں مشورہ کیا اور وقت رخصت دو شالے مرحمت فرمائے۔ اس کے بعد نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی کے وکیل کو صاف جواب دیکر اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا۔ انھیں واقعات کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ[2] کے مصنف کا یہ بیان ہے کہ:۔

"جب مرہٹے[3] حیدر (حیدر علیخان) سے صلح کر کے واپس ہوگئے تو اس خبر سے نظام (نظام علیخاں) کا کیمپ متاثر ہوگیا اور خود

---

[1] نشان حیدری صفحہ (۱۲۸)

[2] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۱۳۱)

[3] اس موقع پر پیشوا بھی اپنے علاقہ سے میسور پر حملہ کی غرض سے آیا تھا لیکن حیدر علی خان نے اس کو کچھ رقم دیکر اور کچھ رقم کا وعدہ کر کے اپنا بنا لیا جس کے بعد وہ انگریزوں کے منشاء کے خلاف ریاست میسور سے واپس ہوگیا۔

نظام بھی پریشان ہو گئے حیدر کو ان کی عادت وخصلت سے
واقفیت تھی اس نے بسانگر (بیجا نگر) کی طرف سے اپنی فوج کو طلب
کر کے اور اپنی دوسری فوج کو جزیرہ سے باہر نکالکر چین پٹن کے
راستہ پر قایم کر دیا اس طرزِ عمل نے بزدل اور کمزور پادشاہ پر
اپنا پورا اثر کیا اور وہ اپنے بھائی بسالت جنگ و محفوظ خاں اور حیدر
کے ہوا خواہوں کی تجاویز سننے پر آمادہ ہو گئے اگر دیوان (رکن الدولہ)
اپنے مالک کو ہمت دلانا غیر ممکن پاکر حیدر کے ساتھ مصالحت کی
نسبت مشورہ نہ دیتے اور نہایت آسانی سے اُس (حیدر) کے ساتھ
ساخت باخت کرنے کا آپ خود ذمہ نہ لیتے تو نظام اپنے دیوان کے
مخالف ہو جاتے انگریزی افواج کو علٰحدہ کرنے کے لئے انھوں (دیوان)
نے ایک حیلہ نکالا اور انگریزی سپہ سالار (جنرل اسمتھ) سے کہا کہ
موجودہ صورتِ حالات کے تحت رسد و دیگر ضروریات صرف ارکاٹ
ہی سے حاصل کی جا سکتی ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ حیدر کے
علاقہ کے اس طرف کے بعض مقامات پر انگریز قبضہ حاصل کر لیں تاکہ
مدراس اور دیگر مقامات متعلقہ انگریز و محمد علی (نواب کرناٹک) سے
یہاں تک آنے جانے کے لئے محفوظ رستہ مل جائے حیدر کے
ساتھ قیام تعلقات کو معلوم کرنے میں انگریز جنرل اندھا نہیں تھا

وہ موقع غنیمت جان کر غنیم کے دست رس سے نکلا اور اپنے حدود میں پہنچ گیا۔"

اس بیان سے یہی پایا جاتا ہے کہ رکن الدولہ حیدر علیخاں سے اتحاد قایم کرنے پر مطلق آمادہ نہیں تھے اور محض بندگانعالی کی مرضی کے تحت انھوں نے اس پر رضامندی ظاہر کی ممکن ہے کہ اس جنگ میں شکست اٹھانے کی وجہ دراصل یہی عدم رضامندی ہو تاکہ اس سے متاثر ہو کر نظام علیخاں پھر انگریزی کمپنی اور نواب کرناٹک (جن کے ساتھ رکن الدولہ کوئی رشتہ تھا) کے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی ہو جائیں اس موقع پر رکن الدولہ نے انگریزی فوج کو علحدہ کرنے میں (ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان کے مطابق) جس توجہ سے کام لیا ہے اگر انہیں کی جدت و حکمت عملی کا نتیجہ ہے تو وہ ان کی ڈوپلیسیٹی پر خاص روشنی ڈالتی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ سوچے ہوے تھے کہ انگریزوں سے بگاڑ مناسب نہیں ہے ورنہ یہ ممکن تھا کہ اپنی اور حیدر علیخاں کی متفقہ فوج سے کام لیکر اس انگریزی مختصر سی فوج کو اسیر کر لیتے۔

حیدر علیخاں کے متعلق رکن الدولہ کے حقیقی خیالات کا اظہار اور ان دونوں کے مراسم ظاہری

ہسٹری آف حیدر شاہ کا مصنف انگریزی فوج کی علحدگی کے ذکر کے بعد یہ لکھتا ہے:۔

"ادھر[1] مدراس گورنمنٹ میں جنرل اسمتھ کے خطوط پہنچے اور ادھر رکن الدولہ نے محمد علی کو خطوط لکھے جن میں

---

[1] ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۱۳۲۔

انھوں نے یہ یقین دلایا کہ نظام حیدر کے مقابلہ میں اس وقت تک جنگ جاری رکھیں گے جب تک کہ وہ بنگلور کا پورا ملک اور کرناٹک یعنے وادی کویمٹبور، سیلان، کشناگیری وغیرہ نہ دیدے اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے نظام کی فوج کا مبالغہ آمیز بیان کیا اور حیدر کی فوج کا تحقیر کے ساتھ ذکر کیا۔ محمد علی خاں کی تحریک پر مدراس کونسل نے جنرل اسمتھ کے مشورے پر کوئی لحاظ نہ کیا بلکہ اس کو یہی حکم دیا کہ حیدر کے مقبوضہ مقامات پر حملہ کرے اور ہر ایک امر میں نظام کے ساتھ متفق رہے اور ان کے ساتھ وعدہ کرتے رہے کہ سامان رسد و آلات حرب وضرب اور رقم اور بوقت ضرورت فوج بھی ان کے لئے مہیا کردیجائیگی اسی عرصہ میں اس بے اصول دیوان نے محمد علی کو یہ لکھا کہ اس (رکن الدولہ) نے محفوظ خاں کو حیدر کے پاس بھیجا تاکہ اُس سے سرینگ پٹن میں ملنے کی کوئی قرارداد ہو اور یہ کہلا بھیجا کہ وہ ہر اس امر پر رضامند ہے جو اس کیلئے مناسب ہو اور جس کا ذکر خود محفوظ خاں کریں گے۔ رکن الدولہ کا خط پہنچے پر نظام الدولہ کو اطمینان دلانے کی خاطر حیدر نے اپنی فوج کو سابقہ کیمپ پر واپس کردیا اور دیوان کو لکھا کہ وہ ان کے آنے پر ایسا ہی ان کا خیر مقدم کریگا جیسا کہ اپنے ہم رتبہ آدمی کے لئے

کر سکتا ہے اور اُس نے کیمپ کے بیوپاریوں اور دوسرے لوگوں کو
حکم دیا کہ سامان مایحتاج نظام کے کیمپ میں لیجائیں جب حیدر کا
یہ خط صوبہ (نظام علیخاں) نے پڑھا تو ہتھیار کے بند کرنے کا حکم
دیدیا اور اودھر حیدر نے بھی یہی حکم اپنے پاس جاری کر دیا دیوان
(رکن الدولہ) حیدر کے کیمپ میں گئے حیدر نے ان کا خیر مقدم کیا
اور مختصر سی گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے
اور رکن الدولہ حیدر کی سواری کے جلو اور اس کے تزک واحتشام
کو ملاحظہ کر کے اپنے کیمپ کو واپس آئے۔ دوسرے روز دیوان بڑے
تبختر کے ساتھ حیدر کے دربار میں گئے۔ حیدر نے آنے جانے سے
وقت بچانے کی خاطر اپنے مورچوں کی دو قطاروں کے درمیان
ہی قیام کیا دونوں طرف سے صلح نامہ کی تکمیل کی خواہش تھی
جو چند روز میں طے ہوا۔"

حیدر علیخاں، محفوظ خاں اور نظام علیخاں کے مابین تکمیل عہد نامہ اور اسکے شرائط

اسی مورخ کے بیان کے مطابق اس صلح نامہ رُو سے حسب ذیل امور طے پائے۔

(۱) حیدر علی خان کا لڑکا ٹیپو سلطان، محفوظ خان کی لڑکی سے عقد کرے
(۲) محفوظ خاں اُن تمام حقوق کو جو ریاست کرناٹک کے متعلق اس کو حاصل
ہو سکتے ہوں اپنے ہونے والے داماد ٹیپو سلطان پر منتقل کر دے۔

(۳) آرکاٹ کی نوابی کے تحت وہاں کے قلعہ جات میں فوج نگہداشت کے رکھنے کا اختیار حیدر علیخاں کو رہے گا۔ جس کی کمان اُن کے سالے مخدوم صاحب کو دیجائے گی اور محفوظ خاں اور ٹیپو سلطان کی طرف سے ملک کرناٹک پر مخدوم صاحب ہی حکمراں رہیں گے۔

(۴) اس علاقہ کے محاصل سے ٹیپو سلطان فائدہ اٹھائیں گے جو مخدوم صاحب بعد وضع رقم نگہداشت فوج و انتظام ملک پیش کریں گے۔

(۵) حیدر علی خاں اور نظام علی خاں اپنی اپنی فوج کو محمد علی خاں (نواب کرناٹک) کی تسخیر کے لئے متحد کریں گے۔

(۶) اس عرصہ تک جب کہ یہ دونوں فوجیں میدان عمل میں گام زن رہیں حیدر علیخاں، نظام علیخاں کو ہر مہینہ چھ لاکھ روپے دیتے رہیں گے۔

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے بموجب حقیقی فائدہ حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان ہی کو حاصل ہو سکتا تھا اور اس وقتیہ اتفاق کا موقت فائدہ نظام علیخاں کو صرف یہی تھا کہ جنگ ختم ہونے تک ان کو چھ لاکھ روپئے ملتے اور بس۔ اس میں اس کے متعلق کوئی امر طے نہیں ہوا کہ کرناٹک کی ریاست آیا حسب سابق صوبہ دکن کے تحت میں ہوگی یا حالیہ احکام شاہی کے مطابق راست شاہی اثر میں۔ بہرحال انہیں فقرات کے بموجب سیدھے سادھے محفوظ خاں نے تہ نامہ مرتب کرالیا جس کے بعد رکن الدولہ تحفے تحائف سے لد لدا کر وہاں سے نکلے۔

ٹیپو سلطان کا بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہو
اور اس کے متعلق حیدر علیخاں کے شک و شبہات

اس کے بعد یہ قرار پایا کہ ٹیپو سلطان خود بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ہسٹری آف حیدر شاہ کا مصنف کہتا ہے کہ اس موقع پر حیدر علی خاں اپنے فرزند کو رخصت کرتے ہوئے بہت پریشان ہوئے اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے دغا کا اندیشہ ہے اس واسطے کہ جب نظام علیخاں اپنے بھائی (صلابت جنگ) کو ہلاک کرنے سے نہیں رُکے تو میرے لڑکے کو وہ کب چھوڑ سکتے ہیں یا یہ نہیں تو کم از کم اُس کو روک رکھیں گے اور مجھے اپنے لڑکے کی خرابی کی تخویف سے بڑی رقم دینے پر یا اپنے ساتھ خاص رعایتیں کرنے پر مجبور کردیں گے، ٹیپو سلطان کا اس وقت دربار بندگانعالی میں حاضر ہونا احکام سرفرازی کے حصول اور اس کی نذر پیش کرنے کے لئے ضروری تھا۔ جس پر حیدر علیخاں کی یہ بدگمانی اول تو یہ بتاتی ہے کہ وہ بہت پر حزم و دور اندیش تھے اور پھر یہ کہ ان کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی اس لئے اُن کو جدا کرتے ہوئے شک و شبہ کر رہے تھے ان شبہات میں صلابت جنگ کے ہلاک کرنے کا الزام تو اس مضافات میں بسالت جنگ کے ذریعہ بہت مشہور ہو چکا تھا جس کو نظر لینا حیدر علی خاں جیسے دور اندیش و محتاط شخص کے لئے ناواجبی نہیں ہو سکتا تھا بہر حال اُن (حیدر علی خان) کے خاص معتمدین (رضا صاحب اور فیض اللہ صاحب) کے اس یقین دلانے پر کہ ٹیپو سلطان پر ذرا سی بھی آفت آنے کا شائبہ پائیں تو یہ اپنی جان سے تک دریغ نہیں کریں گے حیدر علی خاں نے اپنے لڑکے کو رخصت کیا۔ ٹیپو سلطان کی سواری کا

لے ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ ۱۳۴۔

ذکر توزک آصفیہ نے جن الفاظ میں کیا ہے ہم نے قبل ازیں کردیا ہے ہسٹری آف حیدرآباد کے مصنف کے بیان سے ہم صرف یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ ٹیپو سلطان نظام علیخاں کے کیمپ (چین پٹن) کے پاس بہت جلد پہنچ گئے دوسرے روز اپنی قیام گاہ سے نکل کر بسالت جنگ سے ملاقات کی اس ملاقات میں رکن الدولہ اور دیگر امراء دربار اُن کے ہمراہ تھے اور اس کے دوسرے روز بڑے توزک واحتشام کے ساتھ نظام علی خاں کے دربار میں باریابی ہوی حضوران (ٹیپو سلطان) کے ساتھ بڑی توقیر سے پیش آئے اور بالمشافہ تہ نامے کے دفعات کی تکمیل کی۔

حیدرعلی خاں کا خط گورنر مدراس کے نام جب حیدر علی خان کو یہ یقین ہوگیا کہ اُن کا بیٹا آرکاٹ کا نواب بنادیا گیا ہے۔ تو انھوں نے اپنے وکیل مناگی نپڈت کے ذریعہ (جو مدراس میں رہتا تھا) گورنر مدراس کے نام ایک یادداشت لکھ بھیجی۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ نظام علیخاں اور حیدر علی خاں کو اچھی طرح یہ علم ہوگیا ہے کہ محمد علی خاں مسلسل سازشوں سے اور کرناٹک کے علاقہ کو غصب کرکے ہندوستان بھر میں شورش پیدا کرنے کا باعث ہوے ہیں اس لئے اُن دونوں نے اِن سے جنگ کرنے کا تہیہ کرلیا ہے تاکہ مغصوبہ ملک ان سے حاصل کرکے حقدار کے سپرد کردیا جائے اور یہ کہ انھوں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ انگریزوں کو آگاہ کردیا جائے کہ ان کو کوئی مدد نہ دیں اور ان کو چاہئے کہ اپنی فوج کو جو انھوں نے آرکاٹ کے حدود میں یا اُن (محمد علی خاں) کے کسی اور مغصوبہ ملک یا اس کے کسی حصّہ میں رکھی ہو واپس طلب کرلیں اور یہ بھی انھوں نے لکھا کہ وہ اُن رقوم کو

انھیں ادا کردیں گے جو کسی قانون و قاعدے کے تحت ان کو ان مقبوضات کی بابت (بحیثیت کفالت) واجب الادا ہوں۔ جن میں وہ رقم شامل نہ ہوسکیگی جو نواب ویلور اور وندواسی اور دیگر حقداروں کے علیحدہ کرنے میں انگریزوں نے صرف کی تھی اور انھوں نے یہ بھی لکھا کہ ایسے علیحدہ شدہ اشخاص کے اُس نقصان کی تلافی کردیجائیگی جو اس طرح علیحدہ کئے جانے سے ان کو بھگتنا پڑے۔ اس مراسلت کا جو کچھ جواب مدراس گورنمنٹ سے دیا گیا۔ اس سے قطع نظر کرکے ہم پھر میدان جنگ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا مفاہمت کے بعد کوچ کی تیاریاں ہوئیں نظام علیخاں نے ہسکوٹہ کی طرف سے بنگلور کا رخ اختیار کیا اور حیدر علیخاں راست بنگلور روانہ ہوئے دونوں افواج جب بنگلور پہنچ گئیں تو حملہ کے متعلق مشورے ہوئے۔ اس میں بسالت جنگ اور رکن الدولہ کے علاوہ دیگر عہدہ دار بھی شریک تھے آخر یہ طے پایا کہ

(۱) کوچ کے وقت دونوں فوجیں علیحدہ علیحدہ اور ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر رہیں کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرسکے۔

(۲) پہاڑوں سے گزر جانے تک حیدر علیخاں کی فوج مقدمۃ الجیش رہے۔

(۳) جب دونوں فوجیں حدود ارکاٹ میں داخل ہوجائیں تو یہ تصفیہ کیا جائیگا کہ آیا متحد طور پر حملہ کرنا مناسب ہوگا یا متفرق طور پر اس کے بعد یہ دونوں لشکر بنگلور سے نکلے۔

حیدر علیخان کا رسالہ کشنا گیری کے پہاڑوں میں سے ہوکر ۲ / اگسٹ ۱۷۶۷ء (م ۲۹۔ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ) کو حدود کرناٹک میں داخل ہوا اور کرنل سمتھ کے رسد کے جانوروں کو کاگن گیری

کی طرف ہانک دیا۔ اُسی روز شام میں حیدر علی خاں کاویری پٹن کے قلعہ کے آگے نمودار ہوئے یہاں کی انگریزی فوج چوتھی بٹالین کی تین کمپنیوں پر مشتمل تھی۔ جس نے دو مقابلوں کی مدافعت کی لیکن اس کے بعد اس کے افسر کپتان میاکین نے ۲۷ اگسٹ (مطابق یکم ربیع الثانی) کو حیدر علیخاں کی اطاعت قبول کرلی۔

چنگاما اور ترنامل پر فریقین کے مقابلے

۳۰۔ اگسٹ (مطابق ۴ ربیع الثانی) کو کرنل اسمتھ ترنامل روانہ ہوا۔ تاکہ رسد کی فراہمی کی سبیل کرکے لفٹنٹ کرنل اُوڈ سے مل جائے جو اس عرصہ میں اپنی فوج کے ساتھ ترچناپلی سے نکل چکا تھا متحدین کرنل اسمتھ کی مزاحمت کرنے لگے آخر ۲ ستمبر ۱۷۶۷ء (م ۷ ربیع الثانی ۱۱۸۱ھ) کو چنگاما کے قریب شدید مقابلہ ہوا جس میں متحدین نے بڑے نقصان کے ساتھ ہزیمت پائی لیکن فتح پاکر بھی کرنل اسمتھ وہاں ٹھیر نہیں سکا اور ترنامل چلا گیا کیونکہ وہاں اس کو رسد کی طرف سے بڑی تکلیف تھی جب وہاں بھی اس کو رسد نہ مل سکی تو وہ اور آگے بڑھ گیا اور ۸ ستمبر (م ۱۳ ربیع الثانی) کو کرنل اوڈ سے جا ملا۔ اور اس تازہ دم فوج کے ساتھ ۱۴ ستمبر (م ۱۹ ربیع الثانی) کو پھر ترنامل واپس آیا جس کے مضافات میں ۲۹ ستمبر (م ۵ جمادی الاول) کو لڑائی ہوی۔ اس موقع پر نظام علیخاں کی افواج کو شکست ہوی اس لڑائی کی تفصیل کرنل اسمتھ نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے جس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے

"۳۰[1] اگسٹ (م ۴ ربیع الثانی) کو فوج سنگارپیٹھ اور وہاں سے ۳۱ اگسٹ (م ۵ ربیع الثانی) کو پالی پیٹ روانہ ہوئی اس کوچ میں

---

[1] کرنل اسمتھ رپورٹ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۷۶۷ء از کیمپ کالاباواگ۔

ہم غنیم کے رسالے کو اپنے بازو پر اور عقب میں تھوڑے فاصلے پر
دیکھتے رہے لیکن وہ ہمارے کوچ میں ہارج ہوا۔ شب میں البتہ
انھوں نے ہمارے طلایہ پر حملہ کیا اور کیمپ میں چند بان پھینکے
صبح میں فوج چنگاما کی طرف روانہ ہوئی۔ اس وقت بھی غنیم کا رسالہ
ساتھ ساتھ رہا۔ رات میں وہ حملہ کی بہت کوشش کرتا رہا اس لئے
ہم کو صبح تک خبردار رہنا پڑا۔ اس نے چنگاما کا پیٹھ جلا ڈالا ہم کو
صبح میں یہ اطلاع ملی کہ شب میں غنیم کی فوج اور توپ خانہ میں بہت
اضافہ ہو گیا ہے اسی لئے ہم کو اپنا کیمپ چھوڑنے سے پیشتر بڑی
احتیاط کرنی پڑی آخر ہم نے دوپہر میں بہ احتیاط تمام کیمپ برخاست
کیا لیکن ڈیرون کو ویسا ہی نصب شدہ چھوڑ دیا اور سامان کو
ہمہ وجوہ تیار رکھ چھوڑا تاکہ اس کو دیکھ کر غنیم اس خیال میں رہے
کہ ابھی کوچ کی تیاری ہو رہی ہے جب ہماری فوج کوچ کر کے
آگے نکل چکی تو ہم نے دیکھا کہ غنیم کی فوج کی بڑی تعداد ہمارے
بازو پر حرکت کر رہی ہے۔ ہمارا بھیرونگاہ بائیں جانب روانہ ہوا
اور ہم سہ پہر تک کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے تین بجے
ایک چھوٹی سی ندی (کلپاک) کو عبور کیا جس کے دوسرے کنارے
پر اور ہمارے داہنے جانب غنیم قائم تھا یہ ایک بڑا میدان تھا۔

جس میں جھاڑی اُگی ہوی تھی اس کے پیچھے کچھ فاصلے پر تین پہاڑیاں
تھیں جن کے دامن میں حیدر نے اپنا رسالہ قایم کر رکھا تھا جس کے
پیچھے اس کی پیادہ فوج تھی اور جھاڑی میں رکن الدولہ اپنی فوج اور
توپ خانہ کے ساتھ مقیم تھے وہ خود (رکن الدولہ) اور ان کے بھائی
تہور جنگ اپنی فوج پر کمان کر رہے تھے ایک بڑا رسالہ ان افواج
کی کمک پر علٰحدہ قایم تھا ہماری فوج نے اپنا داہنا رُخ اختیار کیا اور
چونکہ حیدر کو اس کے پہاڑی مقام سے علٰحدہ کرنے میں کامیابی کا
مجھے خیال نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی فوج کو راستہ سے علٰحدہ
کر کے کپتان ولیم کوک اور کپتان کابسی کے بٹالین کو حکم دیا کہ غنیم پہ
حملہ کریں اور ان دونوں کی کمک کپتان ولیم کولی کرے حملہ بجا رگی
ہوا اور غنیم کا رسالہ ڈھلواں پہاڑی پر ہٹا دیا گیا اور ہماری فوج نے
اس مقام پر قبضہ کر لیا۔ حیدر علی نے بہت جلد اپنی اس غلطی کو محسوس
کر لیا کہ اُس نے اس پہاڑی پر اپنی انفنٹری کا کیوں قبضہ نہ رکھا
اگر ایسا کرتا تو وہ اتنی آسانی سے اس مقام کو نہ چھوڑتا حیدر نے
اپنے منتخب سپاہیوں سے ہمارے اس نئے مقبوضہ مقام پر حملہ کیا
لیکن اس کی ہر ایک کوشش ہمارے سپاہیوں کی استقامت
کی وجہ سے ناکام ثابت ہوی وہ پسپا کر دیا گیا اس کا سالار مارا گیا

اور خود اس کی ٹانگ میں بھی کوئی ضرب آئی۔

جس وقت کہ اِدھر صورت حال یہ تھی اُدھر جھاڑی کی طرف ہماری جانب سے مسلسل گولندازی ہوتی رہی غنیم اگرچہ جھاڑی کی وجہ سے اچھے مقام میں تھا تاہم اس سے بہتر ہمارا مقام تھا۔ دوران گولندازی میں دو ہاتھی نظر آئے جن کی نسبت گمان یہ کیا جاتا ہے کہ وہ رکن الدولہ اور ان کے بھائی تہور جنگ کے تھے جو ایک توپ کے دو تین گولوں کے چھوٹنے پر ایسے غائب ہوے کہ پھر نظر نہ آئے اس کے بعد یہ قرار پایا کہ غنیم کو اس جھاڑی سے جہاں وہ چھپے ہوئے آتشباری کر رہا تھا ہٹا دیا جائے چنانچہ ہمارے بان انداز آگے بڑھے ان کے ساتھ ہی کپتان بیلی کے تحت بارہ کمپنیاں ہوگئیں۔ جنھوں نے غنیم کو جھاڑی سے ہٹا دیا یہاں تک کہ وہ ندی کے پار ہوگئے جہاں انھوں نے اپنی دو توپیں میخیں ٹھونک کر چھوڑ دیں۔ یہ وقت شام کے چھ بجے کا تھا اس لئے ہم نے مزید تعاقب موقوف کر دیا اور تین کوس آگے تک کوچ کرکے صبح کے چار بجے ہم ایک تراکم میں اُترے اور صرف ایک گھنٹہ وہاں ٹھیر کر ہم نے پھر کوچ کیا۔ غنیم کا رسالہ ہمارے آس پاس پھرتا رہا۔ لیکن صورت حالات کے اعتبار سے وہ ہم سے دور ہی دور رہتا تھا۔ حیدر کی فوج کے ایک حصہ نے ہماری رسد پر حملہ کر دیا اور ہمارے

مزدوروں کی غلطی اور بے تمیزی سے بہت سارا سامان رسد تباہ و برباد ہوگیا۔

آخر مسلسل ۲۷ گھنٹہ کے کوچ کے بعد ہماری فوج ۳ ستمبر ۱۷۶۷ء (۸ ربیع الثانی) کو شام کے تین اور چار بجے کے مابین ترنامل پہنچی اس دوران میں ہمارے سپاہیوں کو اور ہمارے جانوروں کو کوئی غذا اور دانہ چارہ نہ ملا۔

کولی، کابسی اور کوک کے بان اندازوں نے قابل تعریف کام کیا اور دوسری پلٹنوں نے بھی اپنے اپنے مقررہ مقامات میں اچھے فرائض بجالائے"۔

رکن الدولہ کی تحریک پر حیدر علیخاں کی فوج کا تجزیہ اور ایک حصہ فوج مدراس پر حملہ

جس وقت متحدین کی فوجیں علاقہ کرناٹک میں پہنچی ہیں اس وقت ان کی اور ان کے حریف کی تعداد (کرنل اسمتھ لفٹننٹ کرنل اوڈ سے ملنے کے قبل) حسب تفصیل ذیل تھی۔

فوج متعلقہ متحدین:-[1]

نظام علیخاں	تیس ہزار سوار	دس ہزار پیدل	ساٹھ توپ
حیدر علیخاں	بارہ ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھارہ ہزار پیدل	انچاس توپ
جملہ	بیالیس ہزار آٹھ سو ساٹھ سوار	اٹھائیس ہزار پیدل	ایک سو نو توپ

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد اول صفحہ ۲۳۸ قطع نوٹ۔

فوج متعلقہ انگریزی کمپنی

انگریزی	۳۰ سوار	آٹھ سو پیدل	سولہ توپ
دیسی	۰	پانچ ہزار پیدل	۰
نواب محمد علیخاں	ایک ہزار سوار	۰	۰
جملہ	ایک ہزار تیس سوار	پانچ ہزار آٹھ سو پیدل	سولہ توپ

اس سے ظاہر ہے کہ متحدین کی فوج انگریزی فوج سے تعداد میں بہت بڑھی ہوی تھی اگر یہ فوج لفٹنٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو جاتی تو بھی متحدین ہی کی تعداد بڑھی ہوی ہوتی۔ لیکن جب متحدین کلپاک کی ندی پر پہنچے اور اپنی فوج کا غلبہ دیکھا تو حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے دو حصے کر دئے جس کے متعلق حسین علی کرمانی کا بیان ہے کہ[1] رکن الدولہ کے مشورے کی بنا پر حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے ایک معقول حصہ کو میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ اپنے فرزند

---

[1] مورخ مذکور کی اصل عبارت یہ ہے:۔
"پس ناظم موصوف (نظام علیخاں) بمشاورت رکن الدولہ نواب بہادر (حیدر علیخاں) پیغام فرستاد کہ سپاہ خود را کہ ماہرایں ملک اند برائے تاخت و تاراج صوبہ آرکاٹ واطراف چینا پٹن وغیرہ وگرداوری مواشی وآذوقہ رخصت سازد تا معمول وماہرایں دیارہائے انگریز و محمد علیخاں راہ یابد اگرچہ نواب بہادر نظر بضرورت وقت کہ کار جنگ با پیل دماں افتادہ است خود را از جدا کردن سپاہ مناسب ندیدہ بود اما ناظم موصوف بہ اعتبار لشکر خود دریں معنی استبداد و اصرار بکار بردہ بہ سخنان گرم گرم جوشی وہمت نمائی فریفتہ بر آں آورد تا نواب بہادر جمیع مردم بار و سوار و پیادہ با توپ ہائے جلو سے متعین صاحبزادہ والا قدر نمودہ میر علی رضا خاں و مخدوم صاحب و محمد علی کمندان و غازی خاں وغیرہ سرداران معتبر را ہمراہش دادہ رخصت درآں سمت فرمود"
(نشان حیدری صفحہ ۱۳۰)

ٹیپو سلطان کی سرکردگی میں مدراس روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں حملہ آور ہوں یہاں
میدان جنگ میں اپنے پاس صرف پانچ چھ سو سوار اور دو ہزار مردم بار اور چار ہزار پیادہ
و توپخانہ باقی رکھا۔ اس فوج کو مدراس کی طرف روانہ کرنے کے بعد ہی کرنل اسمتھ کی فوج
لفٹنٹ کرنل اوڈ کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ جس سے انگریزی قوت میں خاصہ اضافہ ہو گیا اس
موقع پر حیدر علیخاں کی طاقت کے اس طرح تقسیم کئے جانے سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے
خلاف انگریزوں کی تائید میں خفیہ طور پر سازش ہو رہی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ عین وقت
ضرورت حیدر علیخاں اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ سے دور ہو گئے۔ صاحب نشان حیدری
نے یہ بتایا ہے کہ اس کے بانی مبانی رکن الدولہ تھے جنھوں نے نظام علیخاں سے تحریک
کر کے ان کو اس امر پر مائل کیا کہ حیدر علیخاں کو اپنی فوج اس طرح دو حصوں میں تقسیم کرنے پر
مجبور کریں اور اپنی فوج کی قوت و کارگزاری کا انہیں اعتبار دلائیں تاوقتیکہ اس کے
خلاف ثابت نہو اس کا تخطیہ نہیں کیا جا سکتا جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہی جنگ
میں سب سے پہلے نظام علیخاں ہی کی فوج پسپا ہوئی تو حسین علی کرمانی کے اس قول کی
تائید ہوتی ہے اور میدان جنگ کا جو ذکر اس نے کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی
ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مقابلہ میں انگریزی فوج کے دست راست پر نظام علیخاں کی فوج
تھی ان کی طرف سے انگریزوں پر کسی نشانے کے بغیر گولندازی ہونے لگی جس کا ان پر
کوئی اثر نہ ہو سکا اور ان کے سوار انگریزوں کی فوج کے اطراف مور و ملخ کی طرح جمع ہونے لگے
یہ بے ترتیبی دیکھ کر انگریزوں نے انہیں کی طرف حملہ کر دیا اور چند ہی شلکوں میں نظام علیخاں کی

فوج پر غالب آگئے اور نظام علیخاں جنگ سے کنارہ کش ہو کر رکن الدولہ کی بے تدبیریوں اور اپنے دیگر امرا و سرداروں پر لاحول پڑھتے ہوے پسپا ہو گئے مورخ کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"......[1](انگریز) بہ بازی اعدا فریبی از یک طرف سبقت کردہ راست
برسواری ناظم موصوف یورش آوردو چند گولہ قطار بند صف شکن
پرانیدہ بہ اندک سعی مردانہ غالب گشتند و تمامی مواد لشکروبنگاہ
و توپ خانہ و اردو بازار اعلام و خیام لشکرش گرفتہ کامیاب شدند
درآں وقت ناظم موصوف بہ شکستہ حال خجلانہ از جنگ کنارہ
کشیدہ بر بے تدبیری ہائے رکن الدولہ و دیگر امرا و خواتین خود
لاحول خواندہ پسپا گردید۔"

بہرحال نظام علیخاں اپنے دیوان کی سوء تدبیری سے شکست پاکر سنگاریٹھہ کی طرف روانہ ہوے اور حیدر علیخاں نے جب رنگ دگرگوں دیکھا تو پہلے اپنے توپخانہ کو اُدھر روانہ کر دیا اور آپ خود با قاعدہ مراجعت کرتے ہوے سنگاریٹھہ کے قریب پہنچکر بندگانعالی سے تقریباً دو کوس پر اقامت گزیں ہوے اور انگریز بہ حیثیت فاتح مقام جنگ ہی پر ٹھیرے رہے ۔ حیدر علیخاں نے یہاں پہنچکر فوراً ایک سانڈنی سوار کو ٹیپو سلطان کی طرف روانہ کر دیا اور بہ تاکید تمام کہلا بھیجا کہ اپنی فوج کے ساتھ حتی الامکان جلد واپس آجائیں اور نظام علیخاں کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ بندگانعالی کے سپاہیان لشکر کا اعتبار اور امرائے ریاست کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۱ ۔

کار آگہی بخوبی ظاہر ہوگئی کہ اہم وقت پر اعلیحضرت کے ہمراہ رکاب نہ کوئی امیر تھا اور نہ کم از کم ہزار سپاہی تھے ظاہر ہے کہ ایسی فوج سے ان انگریزوں پر فتح پانی ممکن نہیں ہے مناسب یہ ہوگا کہ آنحضرت کاویری پٹن میں آقامت فرمائیں اور یہ خیر خواہ صمیم جس طرح کہ عقل سمائی کرے انگریزوں سے مقابلہ کرتا ہے اسی بنا پر بندگانعالی سنگار پیٹھ سے نکل کر وہاں پہنچے حیدر علیخاں ٹیپو سلطان کے واپس آنے تک سنگار پیٹھ اور بارا محال کے اطراف ہی پھرتے رہے۔

ٹیپو سلطان مدراس سے واپس آنے کے بعد نظام علیخاں کا حیدر علیخاں کی ضیافت کرنا

جب ٹیپو سلطان اپنی افواج اور سامان رسد کے ساتھ اپنے باپ سے آملے تو نظام علیخاں نے حیدر علیخاں کی ضیافت کی اور اپنے امراء کے ذریعہ ان کو بجدّ وکد بلوابھیجا۔ اگرچہ حیدر علیخاں دل سے اس پر رضامند نہیں تھے تاہم ان کے پاسِ خاطر سے اپنے لشکر کے ساتھ جا کر ملاقات کی اس ضیافت کے متعلق ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف نے جو لکھا ہے یہ ہے:۔

"مدراس پر حملہ کرنے کے بعد جب ٹیپو واپس آیا تو نظام الدولہ نے حیدر کی اور اس کے ساتھ اس کے بڑے بڑے عہدہ داروں کی اعلیٰ پیمانہ پر ضیافت کی اور اس کے ساتھ بڑی خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اس کو ایک سونے کے تخت پر بٹھایا جس کے تکیے کلابتوں سے بنے ہوئے تھے اور جب انھوں نے رخصت کیے

لہ ہسٹری آف حیدر شاہ صفحہ (۲۰۴)۔

وقت اس کے ساتھ کر دیا۔ اور اس دعوت کے چند روز بعد حیدر نے
بھی نظام کو دعوت دی لیکن سونے کے تخت پر بٹھانے کے عوض
اس نے ایک ایسا تخت تیار کرایا جس پر پگوڈا ہون اور اشرفیاں
جڑ دی گئی تھیں اور اس پر نہایت نفیس قالین بچھائے گئے
اور عمدہ مخمل کے تکیے رکھے گئے تھے یہ سب رخصت کے وقت
نظام کے نذر کر دیا گیا"۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس مورخ کو یہ سمجھنے میں غلطی ہوی ہے کہ نظام علیخاں نے حیدر علیخاں کو سونے کے تخت پر بٹھایا اس واسطے کہ حیدر علیخاں نظام علیخاں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ان کے ایک امیر کا جیسا تصور کرتے تھے اور نظام علیخاں کو اس کا بڑا خیال تھا اور یہ اعزاز صرف انہیں حاصل تھے جو پادشاہت کے رتبے پر سرفراز ہوں اور نظام علیخاں کے عہد کے مشہور مورخ شاہ تجلی نے یہ نہیں بتایا ہے کہ بندگانعالی نے ان کو سونے کے تخت پر بٹھایا ممکن ہے کہ ان کو زربفت و کارچوبی کسی مسند پر بٹھایا گیا ہو اس موقع پر جو تحفے کہ بندگانعالی نے حیدر علیخاں کو دئے ہیں ان میں نہ اس سونے کے تخت کا کوئی پتہ ملتا ہے اور نہ کسی زربفت کی مسند کا۔ صاحب توزک آصفیہ کہتا ہے کہ[1] ۴ جمادی الثانی کو رکن الدولہ کے توسط سے حیدر علیخاں حضور میں باریاب ہوے اور ان کو اعلیحضرت نے جیغۂ الماس معہ کلغی پر سیاہ اور سرپیچ مرصع معہ سلک مروارید و بگدگی مرصع اور ایک شمشیر

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۸۳۔

معہ قبضہ شب مرصع و ایک قبضہ خنجر معہ دستہ شب مرصع اور پاندان مرحمت کر کے رخصت کیا اور اس کے دو روز بعد خود بدولت حیدر علیخاں کے پاس مدعو ہوئے انھوں نے اپنے لڑکے اور دوسرے اقرباء کے ساتھ جلوخانہ تک آکر بندگانعالی کا استقبال کیا اور آداب بجا لاکر اکاون ہزار روپے اور ایک ہزار سونے کی پوتلی نذر کی اور تر نقد کے چبوترہ پر بٹھایا اور جواہر کے خوان اور پوشاک اور دو زنجیر ہاتھی نذر کئے شاہ تجلی کا بیان ہے کہ حیدر علیخاں کی نذر کے منجملہ ایک مالائے مروارید اور ایک انگشتری الماس بڑی قیمتی تھی ان کے علاوہ تین توپخانے انگریزوں کی طرف سے غنیمت میں ان کو حاصل ہوئی تھیں پیش کیں۔

رکن الدولہ کا اپنی فوج لیکر حیدر علیخاں کے ساتھ شریک جنگ ہونا اور شکست پانا۔

اس ملاقات میں یہ طے پایا کہ بندگانعالی حزم و احتیاط سے اپنے لشکر و اسباب کے ساتھ ہسکوٹہ میں تشریف رکھیں اور وہ (حیدر علیخاں) خود غنیم سے مقابلہ کریں گے اور اس پر قابو پاکر کرناٹک، پایان گھاٹ کا انتظام بوجوہ احسن کریں گے۔ جس پر نظام علی خاں نے رضامندی ظاہر کی اور ہسکوٹہ کو روانہ ہوئے البتہ اپنے دیوان رکن الدولہ منور خاں کرنولی، اسمٰعیل خاں ایلچپوری، اور راؤ رنبھا کو بیس ہزار سوار کے ساتھ حیدر علی خاں کے پاس چھوڑ دیا جنھوں نے اپنی اور رکن الدولہ کی فوج کے ساتھ تیل پلی کے گھاٹ کو عبور کر کے انگریزی مقبوضہ قلعہ (تیورگڈہ) کا محاصرہ کیا۔ جب انگریز سرداران مذکور کو اس محاصرہ کی اطلاع ملی تو وہ کرناٹک گڈھ کیلاس گڈھ دھوبی گڈھ پلی گڈھ پر سے ہوتے ہوئے یلغار وہاں پہنچ گئے۔ حیدر علی خاں نے

اس فوج کے آنے کی خبر پاکر محاصرہ برخاست کردیا اور وڈچیری اور رابن پلی کے میدان میں جا ٹھیرے تازہ دم انگریزی فوج انبور گڈھ پہنچ گئی اور وہاں سے ایک روز کے بعد مقابلہ کے لئے نکلی۔ حیدر علیخاں نے اس مقابلہ میں ٹیپو سلطان کو میمنہ پر قایم کیا اور میسرہ رکن الدولہ کے سپرد کیا۔ آپ خود اپنے توپخانہ اور رسالداروں کے ساتھ محمد علی سردار کو لیکر قلب میں ٹھیرے انگریزی سردار نے صرف ایک پلٹن اور سوبجروں کی دو کمپنیاں اور دو توپیں رکن الدولہ کی طرف روانہ کیں اور دو پلٹن اور ایک رسالہ فرنگیوں کا چار توپوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر بھیجا اور کرنل سمتھ اور لفٹننٹ کرنل اوڈ دونوں قلب پر متوجہ ہوے آتش زدو خورد مشتعل ہوئی رکن الدولہ کی فوج انگریزی پلٹن کی صرف چند شلکوں میں پسپا ہوکر جو بھاگی تو پھر وانم باڑی تک کہیں نہ رکی۔ ٹیپو سلطان قبل اس کے کہ انگریز قلب پر فتح پائیں اپنے سواروں کو انگیز کرکے انگریزی لشکر کے چنداول پر جا گرے اور ان کو منہزم کرکے ان کے مال و اسباب کو حاصل کرلیا اور چند انگریز سپاہیوں کو بھی گرفتار کرلیا۔ اس سے مطلع ہوکر انگریز سردار اپنے عقب کی حفاظت کے لئے پلٹے۔ حیدر علیخاں اس موقع سے فائدہ اٹھاکر برق آسا اس پلٹن پر جاگرے جو رکن الدولہ کے تعاقب میں گئی ہوی تھی اور اس پر حملہ کرکے سامان غنیمت حاصل کیا اور وانم باڑی واپس آئے یہیں ٹیپو سلطان بھی اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گئے۔ سرداران انگریزی اسی جگہ ٹھیرے رہے جہاں وہ تھے۔

---

[1] اس واقعہ کو صاحب نشان حیدری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "لشکر رکن الدولہ از مقابلۂ یک پلٹن و چند گلولۂ صف شکن استقامت مردی از دست دادہ تا وانم باڑی دم بر نیارد" (نشان حیدری صفحہ ۱۳۴)۔

حیدرعلیخاں اور رکن الدولہ میں افتراق

حیدرعلیخاں نے یہاں پہنچکر رکن الدولہ کو طلب کیا اور اُن سے رنجش آمیز لہجہ میں کہا کہ "تمھاری ہمراہی فوج ہزیمت اثر ہے تم کو چاہئے کہ تم اپنے بہادران شہری کے ہمراہ حضور (بند گانعالی) میں چلے جائیں کہ ان کی وجہ سے میں کبھی فیروزمند نہیں ہوسکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ مجالست و مؤانست کی وجہ سے ان کی سرد مزاجی میرے سپاہیوں سرایت کرکے ان کی غیرت مردانگی کو بھی برباد کردے" اس پر انھوں (رکن الدولہ) نے بڑی دلیری کی باتیں کیں اور موافقت ترک نہ کی اس لئے یہ طے پایا کہ وہ (رکن الدولہ) اور ان کی فوج حیدرعلی خاں کی فوج سے ہمیشہ دو میل پر رہا کرے اور حیدر علی خاں کے لشکر میں ان کے لشکر کا کوئی آدمی آیا نہ کرے اور وقت ضرورت معتبر کارندوں کے ذریعہ پیغام رسانی ہوا کرے۔ اس واقعہ کو نشان حیدری میں جس خوبی سے بیان کیا گیا ہے اسی کے الفاظ میں سننا زیادہ مناسب ہوگا جو یہ ہیں :-

"و نواب[1] (حیدرعلیخاں) رکن الدولہ را یاد فرمودہ سخنان رنجش آمیز شنوانید چہ گفت کہ ہمراہیان شما بے ریب ہزیمت اثر اند باید کہ شما مع افواج بہادران شہری بحضور بروید کہ از سعی آنہا گاہے روئے فیروزی نخواہم دید و مبادا کہ اثر برودت ناختن ایشاں را بہ نسبت ہمسایگی و ہم جلیسی در رگ و پے جلادت کیشان ما سرایت کردہ حرارت غیرت مردانگی را برباد دہد چوں او (رکن الدولہ)

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۴۔

مجدّد سخنان دلیری بر زبان رانده از موافقت پہلو تہی ساخت
چناں قرار یافت کہ او از لشکر نصرت مآثر مدام بفاصلۂ نیم فرسنگ
مقام سازد و احدے از لشکرش بہ لشکر ظفر پیکر نیاید و وقت
ضرورت بزبانی ہرکارہ ہائے معتبر ابلاغ نماید۔“

جب انگریز سردار چار روز کے بعد اپنی فوج کے ساتھ وانم باڑی آئے حیدر علی خاں اپنی قیام گاہ سے نکل کر پہلے روز ترپاتور کے میدان میں مقیم ہوے اور دوسرے روز وہاں سے نکل کر کاویری پٹن کے شالیزار کے پرے قیام کیا اور اپنے لشکر کے اطراف چار مورچے قایم کرکے اُن پر توپیں رکھدیں۔ رکن الدّولہ حیدر علی خاں کی فوج کے احاطہ سے باہر رہے انگریزی کرنل وانم باڑی کے انتظام کے لئے ایک سردار کو چھوڑکر ترپاتور ہوتے ہوے۔ حیدر علی خاں کے لشکر کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ حیدر علی خاں کے طلایہ دار دو طرف سے انگریزی فوج پر حملہ کرتے تھے اور ایک طرف رکن الدّولہ کے سوار راستہ پر جمے ہوے تھے ایک رات انگریزی سردار شبخون کے لئے آمادہ ہوکر اس راستہ سے روانہ ہوے جدھر کہ رکن الدّولہ کے سوار طلایہ پر تھے اور وہ اس شبخون سے خبردار بھی ہوے لیکن انھوں نے حیدر علی خاں کو اس کی اطلاع نہیں کی اور نہ خود آپ اس انگریزی فوج کے سدّراہ ہوے بلکہ وہاں سے کنارہ کش ہوگئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یا تو شروع مہم ہی سے رکن الدّولہ حیدر علیخاں سے اتحاد کے پیرایہ میں مخالفت کرتے آرہے تھے یا یہ کہ حالیہ رنجش آمیز گفتگو کے بعد انھوں نے اپنے نزدیک یہ قرار دے لیا کہ حیدر علیخاں سے

اُن کی اُس بُری بھلی گفتگو کا بدلہ اس طرح لیں کہ ظاہر میں ان سے اتحاد قایم رکھکر ان کے مخالفین سے درپردہ مل لیں یا یہ کہ ان کے مخالفین کے طرزِ عمل سے ان کو واقف نہ کرکے بدلہ لیں۔ بہرحال انگریزی سردار راستہ قطع کرکے حیدر علیخاں کی فرودگاہ کے قریب پہنچا اور راہنماؤں کی عدم واقفیت کی وجہ سے راستہ کے دلدل اور دھنڈول کے کیچڑ میں پھنس کر رات تمام بسر کردی۔ صبح کو حیدر علیخاں کے بُرجوں کے چوکیداروں نے خبردار ہوکر توپوں کی شلک سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ان کے پیچھے سے حیدر علیخاں کے طلایہ دار فوج نے اُن پر پہنچکر تیر و تفنگ سے بازار جدال و قتال گرم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسی شب رکن الدولہ نے انگریزوں سے اتفاق کرلیا۔ صاحب نشان حیدری صاف الفاظ میں یہ بیان کرتا ہے کہ وہ (رکن الدولہ) بظاہر حیدر علیخاں کی مدد کے لئے آمادہ تھے لیکن دراصل ان کے لشکر کے تاخت و تاراج کے لئے قابو طلب تھے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"...اگرچہ[1] از یک طرف بہ بہانۂ کومک مستعد شدہ بود امّا بنا بر تاخت و تاراج لشکر نواب قابو جو بود....."

حیدر علیخاں نے رکن الدولہ کی نسبت سُن تو لیا تھا کہ اپنے خلاف ہیں اب ان کے طرزِ عمل اور شب خون کی عدم اطلاع دہی سے ان کو یقین ہوگیا کہ یہ اُن سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ جس کے بعد انھوں نے اپنے رسالدار پائندہ خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوج لیکر آگے بڑھے

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۱۳۶۔

اور رکن الدولہ کی طرف چند توپ سر کرتے تاکہ وہ (رکن الدولہ) اُن (حیدر علیخاں) سے علیحدہ اور دور ہو جائیں۔

انگریزوں کے ساتھ قیام اتحاد کی سلسلہ جنبانی

اُدھر انگریزی سردار اُن دھمکیوں سے بے نیل مرام واپس ہوا اور ادھر رکن الدولہ نے اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھائے اور بندگانعالی کے پاس آئے معلوم یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے بندگانعالی کے آگے شکایتوں کا انبار لگا دیا جس کے بعد ممکن نہ تھا کہ اعلیحضرت حیدر علیخاں کا اتحاد ترک کرنے پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت کے حالات کے نظر کرتے حیدر علیخاں کے اتحاد کو ترک کرنے کے بہ الفاظ دیگر یہ معنی تھے کہ انگریزوں کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ جب نظام علیخاں ہسکوٹہ سے گھاٹ گزنیات پہنچے تو وہاں سے اُن کے وکلاء انگریزی لشکر میں گئے اور رکن الدولہ محمد علیخاں سراج الدولہ (نواب کرناٹک) کے پاس گئے جو اُن دنوں مدراس ہی میں فروکش تھے۔ شاہ تجلی نے اس اتحاد کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اسکی تحریک محمد علیخاں نے نصیب یار خاں وقار الدولہ کے ذریعے رکن الدولہ کے پاس کی جس پر انھوں نے بہ تمہید شایستہ اعلیحضرت میں معروضہ کیا جو درجہ پذیرائی کو پہنچا[1] لیکن ہسٹری آف حیدر شاہ کے مصنف کے بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس صلح کے اسباب پیدا کرنے کے رکن الدولہ ہی باعث ہوئے ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے:۔

> "....(نظام علیخاں) حیدر سے علیحدہ ہو کر کڑپہ روانہ ہوئے اور جونہیں کہ وہ وہاں پہنچے ان کے دیوان اور لایق دیوان رکن الدولہ نے

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ ۱۸۴۔

اپنے سالے محمد علی خاں کو یہ معلوم کرنے کے لئے خط لکھا کہ آخر اُس نے
نظام کو حیدر کا ساتھ چھوڑنے پر مایل کر ہی لیا اور اس نے بھی لکھا کہ
اگر نواب محمد علیخاں اور انگریز خواہش کریں تو ایک ایسے صلح نامہ کے
طے کرنے کے کامل اختیارات کے ساتھ جسکی کہ اُن کو خواہش ہو
وہ خود مدراس آئیگا"۔

غالباً اسی غرض کے تحت ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۸۱ھ (م ۲۶ جنوری ۱۷۶۸ع) کو مسٹر فٹز جیرالڈ حضورِ بندگانعالی میں باریاب ہوے جن کے متعلق شاہ تجلی کا بیان ہے کہ وہ محمد علیخاں سراج الدولہ کے فرستادہ تھے۔ اُن کی نذر قبول فرماکر و خواست ملاحظہ کی اور ایک مرصع جیغہ مرحمت کرکے رخصت کیا۔ ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ فٹز جیرالڈ کو محمد علیخاں نے بھیجا۔ حالیہ جنگ میں تین فٹز جیرالڈ کام کر رہے تھے جنمیں سے ایک کپتان جیمس فٹز جیرالڈ تھا دوسرا کپتان رابرٹ ویلیئر فٹز جیرالڈ اور تیسرا میجر تامس فٹز جیرالڈ۔ اسی میجر تامس فٹز جیرالڈ کی انگریزی فوج سے حیدر علیخاں کا مقابلہ ہوا ہے یہ میجر اس فوج کی حمایت پر مامور ہوا تھا جو ٹرنامِلی سے رسد لارہی تھی اس رسد والی فوج پر حیدر علیخاں نے حملہ کیا جس میں اُس کو اُسی فٹز جیرالڈ کے مقابلہ میں تقریباً اواخر ڈسمبر ۱۷۶۷ع (م اواخر شعبان ۱۱۸۱ھ) میں ناکامی ہوی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسی کامیابی کے بعد افسرانِ اعلیٰ کی ہدایت پر میجر فٹز جیرالڈ بندگانعالی کے پاس پہنچے۔ ان کے ذریعہ جو کچھ ریشہ دوانی ہوی ہے اس کو تو انگریزی مورخین نے پردۂ خفا میں رکھا ہے اور ظاہر یہ کیا ہے کہ

۱؎ توزک آصفیہ ۱۸۵۔

لفٹننٹ کرنل ہارٹ کے تحت کچھ فوج کھمم بھیجی گئی۔ جو ماہ ڈسمبر میں وہاں پہنچی اور بنگال آرمی کے کرنل جوسف پیچ اس سابقہ فوج کو اپنی فوج کے ساتھ شریک کرکے حسب ایماء کونسل ۲۰ر جنوری ۱۷۶۸ء (م ۲ر رمضان ۱۱۸۱ھ) کو ورنگل روانہ ہوئے یہ زمانہ وہی ہے جبکہ میجر فٹزجیرالڈ نظام علیخاں کے پاس بھیجے گئے اور اس فوجی نقل و حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگریزوں نے اس سفیر کے ذریعہ بندگانعالی کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ انگریز ادھر سرکارات شمالی پر قبضہ کرکے کھمم اور وہاں سے ورنگل کی طرف بڑھ چکے ہیں اور اب بہت جلد وہ حیدرآباد پر قبضہ کریں گے اب بھی اگر وہ (نظام علیخاں) انگریزوں کے ساتھ متفق ہو جائیں تو یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی اس پیش قدمی سے باز آجائیں اس تخویف سے اور ساتھ ساتھ رکن الدولہ کی فہمایش سے نظام علیخاں نے بعوض اس کے کہ انگریزوں کے خلاف کسی جارحانہ عمل پر تیار ہوتے اُن سے صلح کرنے کی قرارداد کرلی۔

رکن الدولہ کی روانگی مدراس کو، اور وہاں ان کی آؤ بھگت

فٹزجیرالڈ کی باریابی کے دو ہی روز بعد بندگانعالی نے رکن الدولہ کو مدراس روانہ کردیا۔ جو ۹ر فروری ۱۷۶۸ء (م ۲۰ر رمضان ۱۱۸۱ھ) کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اس موقع پر راجہ رامچندر اور راجہ بیربہادر ان کے ہمراہ تھے ان کے وہاں پہنچنے پر جو کچھ ان کی آؤ بھگت ہوئی ہے اس کو ہسٹری آف حیدرشاہ کے مصنف نے کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو یہ ہے:

"...... رکن الدولہ اور نظام کے ایک معتمد مرہٹہ سردار راجہ رامچندر بڑے تزک و احتشام سے مدراس گئے جہاں وہ بڑے اعزاز

[illegible]

کے ساتھ داخل ہوئے ان کو توپوں کی سلامی دی گئی جن سڑکوں
پر سے وہ گزرے اُن پر انگریزی فوجیں قطار باندھے ہوئے تھیں
ان کو ہر روز ایک نیا نظارہ دکھایا جاتا تھا۔ انھیں جہازوں کا
بندرگاہ دکھایا گیا اور ہر وہ شئے ان کے ملاحظہ میں لائی گئی جو
ان کی محتاج توجہ معلوم ہوتی تھی۔ لیکن جس چیز سے ان کو بہت
خوشی اور اطمینان ہوا وہ، وہ قیمتی تحائف تھے جو اس موقع پر ان کو
دئے گئے ان تحائف میں نظام کا حصہ بالکل کم تھا اور جو کچھ تحف
اُن کے لئے پیش بھی کئے گئے وہ بالکل ناقابل لحاظ تھے اس کمی کو
آئندہ کے بڑے بھاری وعدوں کے ساتھ رفع کیا گیا اور برخلاف
اس کے ان شاندار وزیروں نے ایک صلح نامہ پر تکمیلی دستخط کردئے

تکمیل صلح نامہ اور اس کے شرائط

۱۲۔ فبروری ۱۷۶۸ء (م ۲۳۔ رمضان ۱۱۸۱ھ) کو رکن الدولہ نے
صلح نامہ کی تکمیل کردی اس میں سے حسب تفصیل ذیل عہد و پیماں ہوئے۔

۱۔ مصطفیٰ نگر (عرف کنڈاپلی) و مرتضیٰ نگر (عرف گنٹور) و راجمندری
سیکاکول و کونڈویر بشرائط مصرحۂ ذیل نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی
کو دے دیا۔

۲۔ مرتضیٰ نگر کو چونکہ نظام علیخاں نے اپنے بھائی بسالت جنگ کی جاگیر
میں دے دیا ہے اس لئے وہ اس پر تاحیات یا اس وقت تک

قابض ومتصرف رہیں گے جب تک کہ وہ انگریزی کمپنی اور محمد علیخاں والاجاہ کے خلاف نہوں یا حیدرعلیخاں سے متفق نہو جائیں۔

۳۔ قلعہ کنڈاپلی (عرف مصطفیٰ نگر) معہ جاگیر انگریزی کمپنی کے قبضہ میں رہیگا اور قلعہ میں انگریزی فوج رہیگی۔

۴۔ سرکار سیکاکول کے زمیندار ناراین دیو نے اچھاپور میں فساد برپا کرکے ادائی مالگزاری سے انکار کردیا ہے اور کمپنی کی اطاعت سے منحرف ہوگیا ہے اس لئے نظام علیخاں اس امر پر رضامند ہیں کہ اس صلحنامہ کی تکمیل کے بعد احکام و تاکیدات نہ صرف نارائن دیو بلکہ سرکار ان ایلور مصطفیٰ نگر و راجمندری اور سیکاکول کے جملہ زمینداروں کے نام لکھینگے کہ وہ آئندہ سے انگریزی کمپنی کو اپنے پادشاہ کے مثل تصور کریں اور اپنا ذمگی محاصل مال وسائر وغیرہ اس کو ادا کرتے ہیں آصف جاہ مذکور اس امر پر رضامند ہیں کہ وہ آئندہ نواب والاجاہ یا انگریزی کمپنی کے ملازمین یا زمیندار وغیرہ کو کوئی فساد برپا کرتے ہیں مدد نہ دیں گے اور نہ ان کو پناہ دیں گے۔

۵۔ ا حالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اپنی فوج کو سرکار ورنگل میں اپنی فوج بھیجنے پر مجبور ہوئی تھی۔ اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد کمپنی اپنی اس فوج کو کھمم کے قلعہ کو واپس کریگی اور جو نہیں نظام اپنی فوج کے ساتھ

دریائے کرشنا پار ہو جائیں کمپنی کی فوج قلعۂ کھمم کو ان کے نائب کے سپرد کرکے اپنے علاقہ میں چلی جائیگی۔

ب۔ کمپنی اقرار کرتی ہے کہ یکم جنوری ۱۷۶۹ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۱۸۱ھ سے چھ سال تک سالانہ دو لاکھ روپے آرکاٹی دو اقساط میں ادا کرتی رہیگی اور سرکار کو ندویر پر قبضہ ملنے کے بعد مزید ایک لاکھ ہر قسط میں اضافہ دیگی۔ اگر ان چھ سالوں میں کمپنی سرکاران مذکور پر امن و امان کے ساتھ قابض و متصرف رہے اور نظام اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کریں تو کمپنی یکم جنوری ۱۷۷۵ء سے دو مساوی اقساط میں پانچ لاکھ روپے ادا کریگی اور اگر کو ندویر پر قبضہ ہو جائے تو سالانہ سات لاکھ روپے دیگی لیکن نظام خود یا ان کی تحریک پر مرہٹے یا اور کوئی ان سرکاروں یا کرناٹک پر حملہ کریں تو صلح ہونے تک یا اس وقت تک جب تک کہ سرکاران مذکور کمپنی کو واپس نہ مل جائیں اقساط مذکور کی ادائی معلق رہیگی۔

۶۔ سابقہ طے نامہ میں یہ شرط تھی کہ بشرطیکہ صورت حالات اجازت دیں نظام اور انگریزی کمپنی ایک دوسرے کی مدد کرینگے۔ لیکن اس سے ہر دو فریق معاہدہ کو مشکلات کا سامنا ہوگا نیز اس وجہ سے امکان ہے کہ کوئی غلط فہمی واقع ہو جائے اس لئے اب یہ قرار

پایا کہ انگریزی کمپنی اور نظام اور نواب والاجاہ کے مابین ہمیشہ
کیلئے اتحاد قایم رہے ایک کا دشمن باقی دو کا دشمن اور ایک کا
دوست باقی دو کا دوست متصور ہو اگر کوئی مشکلات واقع ہوں
یا متحدین کے ممالک پر کوئی غنیم حملہ آور ہو تو متحدین میں سے
کوئی اس کو (حملہ آور) مدد نہ دے۔ انگریزی کمپنی اور نواب والاجاہ
اپنے اتحاد کے ثبوت میں البتہ اپنی طرف سے سپاہیوں کی دو بٹالین
اور چھ توپیں یورپین سولجروں کے تحت نظام کی ضرورت پر
فراہم رکھیں گے بشرطیکہ صورت حالات اس فوج کو دکن میں کوچ
کیلئے اجازت دے اور بشرطیکہ نظام ان کے اخراجات ادا کریں
۷۔ا۔ شاہ عالم نے نواب والاجاہ اور ان کے فرزند کلاں معین الملک
عمدۃ الامراء کو نسلاً بعد نسلٍ کرناٹک پایاں گھاٹ کی حکومت سے
سرفراز کیا نظام نے بھی ان کو اپنے تحت سے علحدہ کر کے جملہ مطالبات
کے متعلق اپنی طرف سے فارغ خطی دی۔ جس کے عوض نواب والاجاہ
نے پانچ لاکھ روپئے نظام کو دئے اور نظام نے نواب مذکور اور
ان کے فرزند اور ان کے ورثاء کو اور اس علاقہ کی سند التمغا کو تسلیم کیا
ب۔ نظام، انگریزی کمپنی (یعنے صدر نشین وارکان مدراس کونسل)
اور نواب والاجاہ کے سوائے کسی اور شخص سے علاقہ کرناٹک اور

سرکاران شمالی میں خط وکتابت نکرینگے ۔اور نہ کمپنی ونواب والاجاہ نظام اوران کے دیوان اورضامنین (جن کے دستخط اس صلح نامہ پرہوں) کے سوائے کسی اور سے علاقہ دکن میں خط وکتابت کریں گے۔

۸۔ نواب آصف جاہ نے اپنے اتحاد کی رُو سے والاجاہ اوران کے فرزند کلاں معین الملک کو حسب ذیل اسناد مرحمت فرمائے۔

ا۔ کرناٹک کی سند التمغا۔

ب۔ ایمن کندلہ (بشمول گمن پورہ) کی سند التمغا۔

ج۔ گھٹ کیسر کی سند التمغا۔

د۔ کولار کے قلعہ داری کی سند التمغا۔

ھ۔ ضلع سُونے دوُپ کی سند التمغا۔

و۔ ایک فارغ خطی جس کی رو سے وہ دکن کے اثر سے علیحدہ کردئے گئے۔

۹۔ حیدر نایک (حیدر علیخاں) نے سلطنت میسور غصب کرکے اطراف میں اودھم مچادی ہے اورحالیہ جنگ میں انگریزی کمپنی اورنواب والاجاہ کے علاقہ کو تباہ کردیا ہے اس لئے ہمسایہ ملک کی حفاظت وفائدے کے لئے لازم ہے کہ نایک مذکور کو سزا دیجائے اور اس کی قوت کو توڑدیا جائے اس غرض کے لئے آصف جاہ اس کو

علی الاعلان باغی اور غاصب قرار دیتے ہیں اور اُن تمام خطابات واسناد سے اس کو محروم گردانتے ہیں جواب سے پیشتر خواہ انھوں نے یا کسی اور صوبہ دار دکن نے اُس کو دیئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حیدر نایک نے آصف جاہ کے ساتھ دغا کی ہے اور اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے اور اپنے آپ کو آئندہ مہربانیوں اور عنایات کا نااہل ثابت کیا ہے۔

۱۰- ا۔ انگریزی کمپنی امن وامان کے ساتھ ساحل کورومنڈل اور ملیبار پر تجارت کرسکتی ہے۔

ب انگریزی کمپنی بمعیت نواب والاجاہ کرناٹک اور دوسرے مقبوضات پر قابض رہ سکتی ہے۔

ج یہ ضروری ہے کہ علاقہ کرناٹک بالاگھاٹ (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھا اور اب حیدر نایک کے تصرف میں ہے) اُن کے تحت تصرف رہے جو عدل وانصاف اور احکام شاہی کی اطاعت کریں آصف جاہ اقرار کرتے ہیں کہ کرناٹک بالاگھاٹ مذکور کی دیوانی پر (جو صوبہ داری بیجاپور سے متعلق تھی) انگریزی کمپنی متصرف رہے اور وہ اس کے متعلق شاہ عالم کے پاس سے فرمان حاصل کرلے لیکن نظام کو بہ حیثیت صوبہ دار دکن جو حقوق کہ اس کے متعلق حاصل

ہیں وہ اس سے مفقود نہوں گے اور کمپنی نے اقرار کیا کہ اس کی
دیوانی پر قبضہ پانے کے بعد سے سات لاکھ روپئے آرکاٹی سالانہ
دو مساوی اقساط میں ادا کریگی بشرطیکہ نظام حیدر نایک کو تدارک
کرنے میں کمپنی اور نواب والاجاہ کی مدد کریں اور اس سے نہ خود کوئی
مراسلت کریں اور نہ اپنا کوئی وکیل اس کے پاس روانہ کریں۔

۱۱۔ انگریزی کمپنی کا یہ مقصود نہیں ہے کہ مرہٹے اپنے چوتھ سے محروم
رہیں جو انگریزی کمپنی کرناٹک بالاگھاٹ پر بہ حیثیت دیوان قابض ہونے
کے بعد سے برابر ادا کرتی رہیگی۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ شرایط صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ نواب کرناٹک (ارکاٹ) اور انگریزوں
کے ہوا خواہ و ملازم ابراہیم بیگ دھونسہ کو سرکار عالی میں کسی معقول خدمت پر مامور
کرلیا جائے لیکن اس کو صورت تحریر میں نہیں لایا گیا البتہ بر بناء سفارش ان کے تقرر کا وعدہ
کرلیا گیا اور اسی بناء پر یہ ۲۵ شوال کو رکن الدولہ کے توسط سے شرف اندوز ملازمت
ہوئے اور سرپیچ مرصع سے سرفرازی پائی۔

مدراس سے رکن الدولہ کی واپسی اور تحائف کا گورنر مدراس و نظام علیخاں کے مابین تبادلہ

رکن الدولہ ۱ شوال ۱۱۸۲ھ (مطابق ۲۱ فروری ۱۷۶۹ء) کو گورنر مدراس اور محمد علیخاں سراج الدولہ کے تحائف
کے ساتھ مسٹر سس اولی اور بسی کو لیکر حاضر خدمت ہوئے گورنر کے مرسلہ تحفے یہ تھے۔ (۱)
مرصع کار صندوق ایک (۲) عطردان ایک (۳) اعلیٰ جواہر (۴) بانات (۵) مشجر

(۶) طپنچہ ایک (۷) بندوق ایک (۸) آئینہ کلاں ہیں معہ تصاویر (۹) قلمدان ایک (۱۰) پوشاک خاصہ (۱۱) ہاتھی ایک زنجیر۔ ان کے علاوہ بیگمات کے لئے بھی تحفے بھیجے گئے تھے بندگانعالی نے انگریزی سفرا میں سے مسٹر اولی کو جیغہ و سرپیچ مرصع اور مسٹر ربی کو صرف جیغہ مرحمت فرمایا اور گورنر کو حسب تفصیل ذیل تحائف[1] روانہ فرمائے۔

(۱) ایک ہاتھی موسوم بہ گجراج (۲) ایک جیغہ الماس با آویزہ مروارید قیمتی ۳۰۰ (۳) ایک سرپیچ کرن بوقت معہ ۳ عدد الماس قیمتی ۱۱۶۵ (۴) اور یسی بالڑی و آویزہ مروارید قیمتی (۵) گیارہ پارچہ کی دو خلعتیں۔

گورنر مدراس کے علاوہ مدراس گورنمنٹ کے سات ممبران کونسل میں سے ہر ایک کو ایک ایک سرپیچ اور چار چار پارچہ کی ایک ایک خلعت علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمائی ان کے ساتھ بندگانعالی نے محمد نجیب سراج الدولہ کو بھی خلعت و جواہر روانہ فرمائے ان خلعتوں اور تحفوں کو لیکر سفراء انگریزی ، شوال ۱۱۸۱ھ (م ۲۶ فروری ۱۷۶۸ء) کو مدراس روانہ ہوئے۔ ان کی واپسی کے بعد امراء و زمینداروں کو اپنے اپنے مستقر پر رخصت کرکے خود بدولت بھی جانب حیدرآباد کوچ فرماکر ۶ ذیحجہ ۱۱۸۱ھ (م ۲۴ اپریل ۱۷۶۸ء) روز یکشنبہ کو تالاب میر جملہ کے دروازے سے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہوئے۔

---

[1] یہ تفصیل ہم کو دفتر دیوانی و مال وغیرہ کی ایک فرد سے معلوم ہوئی ہے جس سے استناد کی اجازت جناب ناظم صاحب موصوف مذکور نے اپنی عنایت سے دی ہے اس فرد میں علاوہ گورنر کے ہر ایک ممبر کونسل کیلئے بھیجے ہوئے تحائف کی تفصیل بھی موجود ہے

راجہ ناگپور پر مکرّر حملہ

راجہ ناگپور پر مکرر حملہ اور اسکی قید

بندگانعالی کے بلدہ واپس ہونے کے بعد ان کو مادھوراؤ اور رگھناتھ راؤ کی مہم میں شریک ہونا پڑا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ رگھناتھ راؤ شمال میں جاٹ کی مہم سے اور مادھوراؤ جنوب میں حیدرعلیخاں کی مہم سے فراغت پاکر اپنے اپنے مستقر پر واپس ہوئے تو رگھناتھ راؤ نے یہ ادعا کی کہ اس کو حکومت مہاراشٹر سے نصف پر حکمراں کیا جائے اور بقیہ نصف پر پیشوا مادھوراؤ قابض رہے جب مادھوراؤ نے اس سے انحراف کیا تو رگھناتھ راؤ نے اپنی فوج میں پندرہ ہزار آدمیوں کا اضافہ کیا اور دماجی گیکواڑ اور ہولکر کے دیوان گنگادھر ایشونت کے خدمات حاصل کئے اور جانوجی بھونسلہ نے بھی امداد کا وعدہ کیا لیکن اس کے صورت عمل میں آنے سے پہلے ہی مادھوراؤ نے بھاری فوج سے ۱۰ جون ۱۷۶۸ء (م ۲۴ محرم ۱۱۸۲ھ) کو دھوداپ کے میدان میں رگھناتھ راؤ پر ایک دم حملہ کردیا جس میں وہ (رگھناتھ راؤ) گرفتار ہوگیا۔ اس کو پونہ کے شنواڑ محل میں نظربند کردیا گیا اس قید میں اس کو صرف اپنی بیوی اور متبنّیٰ امرت راؤ سے ملنے کی اجازت تھی اور محل سے نکلنے اور دیگر ملاقاتیوں سے بلا اجازت ملنے کی ممانعت اور اس کی نگہبانی [illegible] کے تفویض کردی گئی تھی اس طرح رگھناتھ راؤ پر قابو پا چکنے کے بعد جانوجی بھونسلہ کو بھی مطیع کرلینا مادھوراؤ کو لازم

۱۱۸۲ھ رگھناتھ راؤ کی گرفتاری کی اطلاع ملنے پر نظام علیخاں کی طرف سے رکن الدولہ ۹ ربیع الثانی (م ۲۳ اگست ۱۷۶۸ء) کو مادھو راؤ کے پاس روانہ ہوے جب بیان شاہ تجلی اس وقت ان کے ہمراہ معقول فوج[1] تھی اور انھوں نے جانوجی بھونسلہ کے مقابلہ میں مادھو راؤ کی رفاقت بھی کی چنانچہ کنکیڈ کے بیان کے موافق دونوں کی متفقہ[2] فوجیں باسم اور کارنجہ کو جانے والی سڑک سے علاقہ برار میں داخل ہویں۔ جانوجی بھونسلہ اِدھر سے اودھر اور اودھر سے اِدھر ممالک محروسہ سرکار عالی میں اودھم مچا تا رہا کئی گاؤں جلا دئے۔

صلح نامہ کنکاپور کی تکمیل اور اسمیں ریاست آصفیہ کے مفاد سے قطع نظر

جب جانوجی بھونسلہ نے اس کثیر فوج کے باقاعدہ مقابلہ میں کامیابی کی توقع نہ پائی اور آوارہ گردی سے تھک گیا تو صلح کی خواہش کی جس پر ایک صلح نامہ ۲۳ مارچ ۱۷۶۹ء (م ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۸۲ھ) کو بمقام کنکاپور تکمیل پایا۔ جس میں حسب ذیل امور طے ہوے۔

۱۔ جانوجی بھونسلہ اس تمام علاقہ سے دست بردار ہو جائے جو اس کو راکس بھون کی جنگ کی وجہ سے ہمدست ہوا تھا۔

۲۔ اس کی فوجی قوت سپاہیوں کی ایک خاص تعداد تک محدود رہے جس میں بلا اجازت پیشوا اس کو اضافہ کا اختیار نہ ہوگا۔

۳۔ وہ نہ نظام علیخاں سے کوئی مراسلت کرے اور نہ مغلیہ شہنشاہ سے اور نہ انگریزوں سے اور نہ نواب اودھ سے۔

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۸۸ و ۱۹۳۔

[2] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل جلد دوم صفحہ ۴۹۔

۴۔ بطور ہرجانہ پانچ لاکھ روپیہ پیشوا کو پانچ قسطوں میں ادا کرے۔

اس صلح نامہ میں ایسے شرائط طے پائے جو صرف مادھوراؤ کے حق میں مفید تھے اس موقع پر رکن الدولہ گویا مادھوراؤ ہی کے نمائندہ تھے کہ انھوں نے اپنے مفید یا اپنی ریاست کے متعلق کوئی شرط نہ اس صلح کے وقت پیش کی اور نہ اس سے قبل تجدید اتحاد کے وقت مادھوراؤ سے کوئی معاہدہ کیا۔ اس صلح نامہ کی تکمیل کے وقت ان کو کم ازکم اپنی ریاست کی اس پالیسی کا خیال رکھنا چاہیئے تھا جو مرہٹوں کے معاملات میں اب تک تھی یعنی یہ وہ ہمیشہ ایک فریق کے مقابلہ میں دوسرے کی مدد کرنے میں اپنے فائدہ کو ملحوظ رکھتی تھی بہرحال رکن الدولہ کو نظام علیخاں اور ان کی ریاست سے جو کچھ دلچسپی اور ہمدردی تھی اس صلح نامہ اور اس کے شرائط سے بخوبی ظاہر ہے۔

رکن الدولہ جب مادھوراؤ کی طرف روانہ ہونے لگے تو راجہ رتن چند کالکا داس کو پیشکاری کی خدمت تفویض کرکے اپنا نائب بنایا۔ سپاہیوں کی ایک سال کی تنخواہ چڑھ گئی تھی اس لئے تمام سپاہی جلوخانہ خاص میں ہنگامہ آرا ہوئے اور جب راجہ رتن چند ان کی تشفی کی خاطر آنے لگے تو برسر بازار ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور چاہتے تھے کہ ان کو پالکی ہی میں ختم کردیں لیکن اعتماد الدولہ نے ایسے موقع میں ان کی حمایت کی معاملہ رفع دفع ہوگیا اس واقعہ سے متاثر ہوکر راجہ رتن چند نے چند جمعداروں کو اپنے موافق کرکے حضور میں فرد مطالبہ تنخواہ کے ساتھ اپنا یہ معروضہ پیش کیا کہ۔

"[1] اگر رکن الدولہ کی علٰحدگی اور ان کی جگہ خدمت دیوانی پر میرا تقرر منظور

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۱۹۳۔

فرمایا جائے تو میں سپاہیوں کی پوری تنخواہ ادا کرکے دس لاکھ روپے
بطور نذرانہ داخل خزانہ کرتا ہوں"۔

اس معروضہ پر بندگانعالی نے فرمایا کہ "اس کی تصدیق میں اُن اصحاب کی مہریں بھی اس پر ثبت ہوں جو اس امر میں تمہارے ساتھ متفق ہیں" جس پر انھوں نے اپنے تمام متحدالخیال لوگوں کے دستخط و مہر لیکر فرد مذکور ملاحظہ میں پیش کی بندگانعالی نے ابھی کوئی احکام نہیں دئے تھے کہ رکن الدولہ کی واپسی کی اطلاع ملی۔ جس کے ساتھ ہی ۱۸ ربیع الاول ۱۱۸۳ھ م ۲۲ جولائی ۱۷۶۹ء) کو فتح دروازے سے بیرون شہر تشریف لیجا کر خود بدولت نے ان کا استقبال کیا اور خواصی ٹھلا کر ان کو دولت خانہ خاص میں لے آئے اور رتن چند کے افراد مطالبات ان کو دئے اور فرمایا کہ "یہ تمہارے اعتمادی آدمی کا وثیقہ ہے" رتن چند اور اُن کے بیٹے کا نچند کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا۔ رکن الدولہ کے طرز عمل کے مقابلے میں نظام علیخاں کے اس حسن سلوک و حسن ظن سے یہ پایا جاتا ہے کہ انھوں (رکن الدولہ) نے اپنی لسانی حکمت عملی اور نمایش ظاہری سے بندگانعالی کو اپنی طرف سے بھلاوے میں ڈالدیا تھا۔ ورنہ وہ اعمال جو ابتک انھوں نے خود ریاست کے اور ریاست کے دُعاگویوں کے حق میں کئے[1] اس قابل نہ تھے کہ فروگزاشت کر دئے جاتے۔

---

[1] صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ جب رکن الدولہ مادھوراؤ کی طرف جانے لگے تو انھوں نے اکثر اُن آل تمغا و انعامی مواضعات کو جو عہد آصف جاہ اول بلکہ عالمگیر اور قطب شاہیہ سلاطین کے زمانے سے سادات و غربا و بیوگان پر بحال تھے ضبط کرکے جدید منصبداروں پر بحال کیا۔ جس سے عوام میں بے چینی پیدا ہوگئی۔ لیکن مدارالمہام کے خوف و ہیبت سے ان ستم رسیدگان کی کوئی داد و فریاد کسی نے نہ سُنی (توزک آصفیہ ۱۹۱)۔

اواخر جمادی الاول ۱۱۸۳ھ (م اواخر ستمبر ۱۷۶۹ء) میں بندگانعالی گرگنٹہ روانہ ہوئے کیونکہ
وہاں کا زمیندار سرکش ہوکر ادائے مال واجبی میں تہاون کرتا تھا۔ ضابط جنگ ابراہیم بیگ خان
دھونسہ نے بڑی خوبی سے صرف چند ہی روز میں اس مہم کو سر کرلیا۔ اس سے فارغ ہوکر گلبرگہ
روانہ ہوئے اور روضۂ مبارک پر فاتحہ پڑھا اور سجادے صاحب سے ملاقات کرکے کلیانی
کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ چندرسین کے بیٹے راجہ رامچندر کے زیر تصرف تھا جو کئی سال قبل
صلابت جنگ کے عہد کی اخیر جنگ میں (جو مرہٹوں کے ساتھ ہوئی تھی) ان کے سب سے
چھوٹے بھائی میر مغل علیخاں ناصرالملک کو در غلا کر پیشوا بالاجی راؤ کے پاس لیکر چلا گیا تھا۔
جس سے صلابت جنگ کا یا بہ الفاظ صحیح نظام علیخاں کا پلہ کمزور ہوگیا تھا۔ اگرچہ اس جنگ
سے واپس ہوتے وقت نظام علیخاں نے اس کے علاقہ کے موضع بحیلہ پر حملہ کیا تھا لیکن
اس کے لئے یہ کافی نہیں تھا اور اس کے بعد سے اب تک اس نے تلافی مافات کی کوشش بھی
نہیں کی اور نہ وہ بندگانعالی سے معافی کا خواستگار ہوا۔ اعلیٰحضرت کو گرگنٹہ سے واپسی کے
وقت یہ موقع ملا کہ اس کو معقول سزا دیں چنانچہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۸۳ھ (م ۷ مارچ ۱۷۷۰ء) کو وہ مع بیٹے
گرفتار کرلیا گیا اور جب یہاں سے حیدرآباد واپس پہنچے تو اس کو قلعہ محمد نگر میں محبوس کردیا گیا
اس کا توپ خانہ اور ہاتھی اور دیگر اسباب وغیرہ ضبط کرلیا گیا۔ بیٹے کی گرفتاری کے بعد
اس کی ماں نے قلعہ کلیانی کے دروازے کو بند کرلیا اور چاہتی تھی کہ مقابلہ کرے۔ قلعہ کا
روز محاصرہ رہا آخر ۲ ذیحجہ ۱۱۸۳ھ (م ۲۷ اپریل ۱۷۷۰ء) کو رامچندر کی والدہ نے قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کیا۔ بندگانعالی
عالی نے از راہِ نوازش مواضع بحال کئے اور بجائے اس کے قلعہ کلیانی

رکن الدولہ کے بھائی ارسلان جنگ کو قلعدار بنا دیا اور ہمنا باد اور چیچلہ جو رامچند کی جاگیر میں تھے ضبط کر لئے۔ خود بدولت اس انتظام سے فارغ ہو کر نرمل کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کے زمیندار گنگا راؤ کو تنبیہ کریں وہ قلعہ میں محفوظ ہو گیا دس بارہ روز جنگ رہی آخر بندگانعالی نے اس کو دوسرے علاقہ کی سرفرازی کی۔ جس پر اس نے قلعۂ نرمل کو خالی کر دیا۔ بندگانعالی نے ابراہیم بیگ ضابط جنگ کو ظفر الدولہ کے خطاب سے سرفراز کر کے قلعۂ مذکور معہ قصبہ جات متعلقہ اُن کے سپرد کر دیا۔ جس کی مسرت میں ضابط جنگ نے بندگانعالی کی ضیافت کی اور ایک کشتی جواہر اور تین کشتی ملبوس خاص نذر کئے۔

بلدہ حیدرآباد کا پایۂ تخت قرار دیا جانا — ۱۲ر صفر ۱۱۸۷ھ م (۷ رجون ۱۷۷۳ء) کو اعلیٰحضرت نرمل سے برخاست ہو کر براہ مذکور حیدرآباد واپس تشریف لائے اور اس کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ دولت خانہ میں مختلف عمارتیں جیسے خواص پورہ خس خانہ وغیرہ تعمیر کرائیں۔ امراء و اعزاء نے بھی اپنے اپنے لئے بڑی بڑی حویلیاں اور عمدہ عمدہ باغ بنوائے صاحب تاریخ ظفرہ نے ان میں سے اکثر عمارتوں اور باغوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے خصوصاً ٹکسال کی آبادی کا ذکر اس نے کسی قدر تفصیل سے کیا ہے وہ کہتا ہے کہ چارکمان کا میدان سلاطین قطب شاہیہ کا جلوخانہ تھا تقریباً پچھتّر سال سے یہاں کوئی بادشاہ فروکش نہیں ہوا تھا۔ یہاں کی شاہی عمارتیں کچھ تو جل گئی تھیں اور کچھ منہدم ہو گئی تھیں اسی کس مپرسی میں ان منہدمہ مکانات میں غریب غربا اور کچھ اہل حرفہ رہتے بستے تھے ایک دفعہ رکن الدولہ اور بعض مشیروں نے چوک کی ترتیب و درستی کے ذکر پر حضور میں عرض کی کہ صرافہ (ٹکسال) ہمیشہ لشکر کے ہمراہ

شہر کے باہر اترا کرتا ہے اور ہر سال رہایش کے لئے چھپروں کے بنانے میں زیر بار ہوتا رہتا ہے اگر اورنگ آباد (خجستہ بنیاد) وغیرہ شہروں کی طرح یہاں بھی صرافہ شہر ہی میں آباد ہو جائے تو مناسب ہوگا کہ شہر کی خوشنمائی کے علاوہ ساہوکاروں کی خسارت و ہرج کا دفعیہ بھی ہوگا۔ چنانچہ چارکمان کی درمیانی جائے اس غرض کے لئے تجویز ہوئی۔ اور ماہ شعبان ۱۱۸۴ھ (نومبر ۱۷۷۰ء) میں ساکنین صرافہ نے چارمحل اور دادمحل کے درمیانی وسیع میدان میں اقامت اختیار کی اور اننذی رام و کومانجی نایک و ہرلعل کانجی وغیرہ ساہوکاروں نے اپنے اپنے مکانات کی بنا ڈالی۔ صاحب تاریخ ظفرہ نے اس صرافہ کی آبادی پر ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کا مادہ یہ ہے ع۔ مقام سیم و زر در ایں مکاں شد۔

نماز استسقاء اور شدت باراں سے طغیانی

۱۱۸۵ھ (۱۱۸۴ھ) کے موسم باراں میں بارش مطلق نہیں ہوئی بندگانعالی تمام بندگان خدا کی پریشانی پر نظر کرکے یکم جمادی الاول ۱۱۸۵ھ (۱۲ اگست ۱۷۷۱ع) کو فتح دروازے سے پاپیادہ ایک انبوہ عام کے ساتھ عیدگاہ جدید پہنچے اور نماز استسقاءؑ مفتی عبدالقوی خاں کی امامت سے ادا کرکے باران رحمت کے لئے دعا فرمائی دوسرے روز بھی اسی طرح عیدگاہ میں نماز ادا کی لیکن اس روز امامت سید غلام سرور خطیب مکہ مسجد نے کی آخر ستر ھویں ماہ مذکور کو بڑی زور کی بارش ہوئی جس سے رود موسیٰ میں طغیانی ہوگئی جنوبی شہر پناہ کا ایک حصہ بیخ و بنیاد سے اکھڑ گیا اور پل قدیم کے بلند کی دیوار بھی بہ گئی صاحب تاریخ ظفرہ کا بیان ہے کہ بارش کی وجہ سے [illegible] اور [illegible] محمد نگر کے پندرہ

۱؎ تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۴۶

تالاب ایک ساتھ ٹوٹے اور پانی دریا میں بڑھ بڑھ کر شہر کے اندر داخل ہوگیا اور پل کے اندر کی آبادی اور محلہ جات چار محل، رکاب گنج، بادشاہی عاشور خانہ، چنپا دروازہ، دہلی دروازہ، مڑکی بازار، باغ شہسوار جنگ، بشیر پورہ، بہادر پورہ وغیرہ کو بہالیگئی۔ تقریباً بیس ہزار گھر اور دو ہزار آدمی نذر آب ہوے اور دریا کے کنارے جو دیہات آباد تھے ان کی تباہی علحدہ رہی۔

اس دریا کی ایسی ہی طغیانی ۱۳۲۶ھ (م ۱۹۰۸ء) میں ہمارے دیکھنے میں بھی آئی ہے جو ایک قیامت صغریٰ تھی۔ مسلسل آٹھ روز کی بارش کے بعد غرہ رمضان ۱۳۲۶ھ کی (م ۲۷ ستمبر ۱۹۰۸ء) آخر شب میں شہر نپاہ پرانے پل کے پاس سے ٹوٹ گئی اور پانی اندرون شہر داخل ہوگیا جس سے اس دریا کے جنوبی کنارے کے ان تمام محلوں کا ستھراؤ ہوگیا۔ جن کا ذکر صاحب ظفرہ نے کیا ہے اور ان کے علاوہ موسیٰ صاحب قادری کی درگاہ، کوکا کی ٹٹی، پٹیلہ برج، گلاب سنگھ کی باؤلی، گھانسی بازار، پتھر گٹی، دیوان کی ڈیوڑھی، چھتہ، سالار جنگ کی بارہ دری، دارالشفا، پھول باغ، چادر گھاٹ میں پانی کہیں قد آدم اور کہیں دو دو قد آدم سے بھی زیادہ تھا۔ پرانے پل، مسلم جنگ کے پل، افضل گنج کے پل اور چادر گھاٹ کے پل پر سے پانی بھالا بھالا گزر رہا تھا اور تقریباً سب پل بری طرح شکستہ ہوگئے تھے۔ پرانا پل البتہ زیادہ خراب نہیں ہوا تھا صرف اس کی بازو کی دیوار اور اس کے لداؤ پر کی مورم بہ گئی اور کما میں رہ گئی تھیں۔ شمالی محلہ جات میں ان محلوں کے سوائے جو دریا کے بالکل کنارے واقع تھے۔ مستعد پورہ، کاغذی گوڑہ، دھول پیٹھ، چوڑی بازار، بیگم بازار، محبوب گنج، گولی گوڑہ، تکیلیوں کی باؤلی تک پانی بہ گیا تھا۔ افضل گنج اور جان اللہ شاہ کا تکیہ، اکبر جاہ بازار تو برابر پانی میں تھے،

ہزاروں مرد، عورت بچے ڈوب مرے اور ہزاروں ہی آدمی بہ گئے ہزار ہا مکان بہ گئے اور ہزار ہا گھر بیٹھ گئے۔ بہت سارے لوگ افضل گنج کی مسجد و کوٹھ زنانہ ہاسپٹل اور مختلف درختوں پر پناہ لیکر بچ گئے یہ طغیانی بمشکل ایک روز رہی جب دوسرے روز پانی کم ہوا۔ جا بجا مکانوں کے ڈھیر نظر آتے تھے اکثر مکانوں کے ڈھیروں میں آدمی دب کر مر گئے تھے۔ ایک مکان کا اثاثہ بہ بہا کر دوسری جگہ پہنچ گیا تھا اس طرح سینکڑوں آدمی اپنے مال و دولت سے محروم ہو گئے اس طغیانی کے بعد ایک عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی دہشت ایسی بیٹھی کہ ندی کی ہلکی سی ہنکار پر لوگ اٹھ بھاگتے تھے۔ یہ غفراں مکان نواب میر محبوب علیخاں کے عہد کا واقعہ ہے اعلیحضرت مرحوم نے طغیانی زدہ اصحاب کے لئے فوری طور پر امداد کے انتظامات و احکام صادر فرمائے اور ایک کمیٹی فلڈ ریلیف کمیٹی کے نام سے قایم کی منجانب سرکار ایک عرصہ تک ان کے خورد و نوش کا انتظام مختلف مرکزی مقامات پر ہوتا رہا اُن مصیبت زدہ لوگوں کے لئے رقمیں عطا کی گئیں جن کے مکانات نذر طغیانی ہوے تھے اور جو اتنے مالدار نہیں تھے کہ پھر ان کی تعمیر بذات خود کر سکتے۔ بہر حال اس فلڈ ریلیف کمیٹی نے بڑی مستعدی اور ہمدردی سے مصیبت زدوں کی امداد کی ان وقتیہ انتظامات کے بعد ہی ایک کمیٹی انسداد طغیانی کی غرض سے قایم ہوی۔ جس نے اسباب طغیانی پر غور کر کے رُود ہائے موسیٰ اور سا کل میں سے ہر ایک پر ایک بند تیار کر کے خزانہ آب تعمیر کرنے کی تجویز قرار دی۔ اس تجویز کو صورت عمل میں لا کر تکمیل کو پہنچانے کا سہرا ہمارے اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہٗ و دولتہٗ کے فرق مبارک پر رہا۔ خود بدولت نے بعد تکمیل کار اُن دونوں خزانہ ہائے

آپ میں سے ایک کو اپنے نام نامی پر "عثمان ساگر" اور دوسرے کو اپنے بڑے صاحبزادے ولیعہد والاشان اعظم جاہ نواب میر حمایت علیخاں بہادر طال اللہ عمرہٗ کے اسم گرامی پر حمایت ساگر سے موسوم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ اس زمانہ میں پرندوں اور چارپایہ جانوروں کو لڑانے کا دستور تھا نظام علیخاں کے بڑے بھائی ناصر جنگ شہید کو کھلگے لڑانے کا بہت شوق تھا وہ بڑے شوق سے ان کو پالتے تھے اسی بنا پر عظیم الجثہ آدمی کے لئے ناصر جنگ کا ہیلا، کا محاورہ زباں زد ہوا ہے اس میں شک نہیں کہ جانوروں کے لڑانے کے تماشے میں آدمی کے جذبات جنگ مشتعل ہوتے ہیں اور ایسا آدمی جو اس میں دلچسپی رکھتا ہے ہر وقت جنگ و جدل پہ مستعد و آمادہ رہتا ہے لیکن بے زبان جانوروں کو آپس میں لڑا کر تماشہ دیکھنا بے رحمی ضرور ہے اسی بے رحمی پر نظر رکھ کر ہمارے اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علیخان بہادر خلداللہ ملکہٗ و دولتہٗ نے ذریعۂ فرمان مبارک اس کی ممانعت فرمائی ہے جس کے بعد سے اس کا رواج قطعاً موقوف ہو گیا۔ جانوروں کی لڑائیوں میں ہاتھیوں کی لڑائی بھی قابل دید ہوتی ہے اس تماشہ کو نظام علیخاں نے کئی بار ملاحظہ کیا ہے چنانچہ ایک دفعہ لشکر ہی میں دیکھا۔ دوسری دفعہ بنی باغ (واقع گوشہ محل) میں تیسری مرتبہ میر جملہ کے تالاب میں ۱۲۰۸ھ میں مکرر بنی باغ کے میدان میں ہاتھیوں کی جنگ قرار پائی گوشہ محل کے اطراف پہرہ چوکی بٹھا دی گئی۔ خود بدولت معہ محلات حیدر محل (جو گوشہ محل کے باغ میں واقع تھا) میں رونق افروز ہوئے صاحبزادہ عالیجاہ، رکن الدولہ، اور دیگر امراء بھی حاضر تھے اور اطراف دور دور تک تماشہ بین جمع تھے

ہاتھیوں کے لڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک میدان میں مٹی کی ایک دیوار بیس گز طویل اور دو گز بلند کھینچتے ہیں اور اس کے دونوں طرف سے دونوں لڑنے والے ہاتھیوں کو اس طرح ملا دیتے ہیں کہ دیوار حد فاصل رہے اس کے ساتھ ہی ہر ایک ہاتھی سونڈ میں سونڈ ملاکر زور کرنے لگتا ہے جب ایک کا زور غالب آجاتا ہے تو دوسرے کے پاؤں زمین سے اکھڑ جاتے ہیں اور جب اس پر مجبوری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو چرخیوں اور تیروں سے ان ہاتھیوں کو علیحدہ کر دیتے ہیں اس جنگ کے موقع پر بندگانعالی نے تین چار جوڑ ہاتھیوں کی لڑائی کا ملاحظہ فرمایا جن میں سرکاری ہاتھی بھی تھے اور رکن الدولہ اور محی الدین صاحب اور راجہ جگدیو کے بھی تھے۔ تماشہ ختم ہونے پر بندگانعالی ہاتھیوں کو لڑانے والے فیلبانوں کو انعام واکرام دیکر شام شام کو دولت خانہ واپس آئے۔

رکن الدولہ کی روانگی پونہ کو | غرۂ ذیقعدہ ۱۱۸۵ھ (م ۵ فروری ۱۷۷۲ء) کو رکن الدولہ خفیہ طور پر بعض امور کے طے کرنے کے لئے جن کا اظہار نہ صاحب توزک آصفیہ نے کیا ہے اور نہ کسی اور مورخ نے پونہ روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں پیشوا مادھوراؤ کے سخت علیل ہونے سے رگھناتھ راؤ کا جو اس زمانہ میں نظر بند تھا قایم مقامی کا خیال ترقی کر گیا۔ اور اس نے حیدر علیخاں اور نظام علیخاں سے ریشہ دوانی شروع کر دی چونکہ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ رکن الدولہ یہاں سے روانہ ہوئے تھے اس لئے یہ قیاس ہوتا ہے کہ اس وقت اُن کا جانا اسی مسئلہ میں حصہ لینے کی غرض سے تھا۔ بہرحال وہ دو مہینے انہیں روز کے بعد واپس آگئے۔

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ اول۔

بند گا نغالی سنتے پرلتے پل کے باہر تک جاکر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی خواصی میں بٹھا کر لے آئے۔

ماد ھوراؤ کے بعد نارا ین راؤ کا پیشوا بنا اور رگھناتھ راؤ کی سازش سے مارا جانا

مادھوراؤ پیشوا نے اپنے مرض الموت میں اپنے بھائی نارا ین راؤ کو اپنا قایم مقام کیا اور چونکہ وہ ابھی کم سن تھا اس لئے اپنے چچا رگھناتھ راؤ کو قید سے رہا کر کے اپنے بھائی کا ولی بنایا۔ نارا ین راؤ نے پیشوا رگھناتھ راؤ کی ولایت تسلیم نہ کی اور اس کو قید کر دیا۔ جس سے وہ اس کا سخت مخالف ہوگیا لیکن قید کی وجہ سے اس کا بس نہیں چلتا تھا یہاں تک کہ جانوجی بھونسلہ کے انتقال پر اس کا متبنیٰ رگھوجی بھونسلہ (جو جانوجی کے بھائی مدھوجی بھونسلہ کا صلبی فرزند تھا) قایم مقام ہوا اور اس کی نابالغی کی وجہ سے اس کی ولایت کے دعویدار جانوجی کے دونوں بھائی (سابا جی اور مدھوجی) ہوے۔ نارا ین راؤ پیشوا رگھوجی کی ولایت کے مسئلہ میں سابا جی کا طرفدار ہوگیا تو مدھوجی نے رگھناتھ راؤ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور اپنے وکلاء کو رگھناتھ راؤ کے پاس بھیجا لیکن وہ قید میں تھا اس لئے ان وکلا نے اس کی زوجہ انندی بائی سے اس کو قید سے نکالکر پیشوا بنانے کی لئے سازش کرلی۔ اور گارڈیوں کی فوج کے سرداروں (سومر سنگھ، کھڑک سنگھ اور محمد یوسف) کو فراہم کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ گارڈیوں[1] کے سردار سومر سنگھ کو رگھناتھ راؤ نے ایک خط لکھا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نارا ین راؤ کو گرفتار کرلے تو رگھناتھ راؤ ان کی فوج میں نو لاکھ روپے

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۴۔

تقسیم کر دیگا۔ اس خط[1] میں رگھناتھ راؤ کی بیوی نے موقع پاکر "گرفتار کرلے" کے عوض "مارڈالے" بنادیا۔ جس پر گارڈیوں کا کمنداں اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ ۱۲ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۳۰۔ اکتوبر ۱۷۷۳ء) کو شنوار محل پہنچا اور وہاں کی متعینہ فوج کے ساتھ متفق ہوکر محل کے اندر گھس گیا۔ جس کے ایک حصہ میں پیشوا رہتا تھا اور دوسرے میں رگھناتھ راؤ نظر بند تھا۔ جب یہ فوج نارائن راؤ کے پاس پہنچی تو وہ بچ کر رگھناتھ راؤ کے پاس پہنچ گیا گارڈیوں نے اس کو وہاں بھی نہ چھوڑا رگھناتھ راؤ کے پاس سے کھینچ کر اس کو قتل کر ڈالا اور رگھناتھ راؤ کو پیشوا بنادیا۔

رگھناتھ راؤ پیشوا کا ممالک محروسہ پر حملہ

نظام علیخاں چونکہ مادھوراؤ کے انتقال کے بعد نارائن راؤ پیشوا کے ساتھ متحد ہو گئے تھے اس لئے وہ بھونسلہ ریاست کے معاملہ میں اسی فریق کے طرفدار ہو گئے۔ جس کی نارائن راؤ جنبہ داری کر رہے تھے رگھناتھ راؤ مدھوجی کا طرفدار تھا اس لئے پیشوا ہوتے ہی وہ سب سے پہلے سا باجی اور نظام علیخاں سے مقابلہ کرنے کا تہیہ کرکے اواسط ماہ نومبر ۱۷۷۳ء (م رمضان ۱۱۸۷ھ) میں ممالک محروسہ میں داخل ہو گیا نارائن راؤ کے قتل کی اطلاع جب نظام علیخاں کو ملی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ تیار ہوکر حیدرآباد سے نکلے اور ۲۴ شعبان ۱۱۸۷ھ (م ۱۰۔ نومبر ۱۷۷۳ء) کو موکھیڑ[2] پہنچے اوائل ماہ رمضان ۱۱۸۷ھ

---

[1] نارائن راؤ کے قتل سے رگھناتھ راؤ کو بری الذمہ کرنے کی نسبت جو توجیہ کہ خط میں جعل کرنے کی پیش کی گئی ہے وہ قابل تسلیم نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ جب یہ مسلم ہے کہ وہ خط رگھناتھ راؤ ہی کا ہے تو اس کی یہ تحریک کہ نارائن راؤ کو گرفتار کرلیا جائے کب راستی پر مبنی ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کی زوجہ نے یہ جعل کیا ہے تو اس کا بانی مبانی رگھناتھ راؤ ہی کو قرار دینے میں تامل نہیں ہو سکتا۔

[2] صاحب مآثر آصفی نے اس موضع کا نام موکلہ لکھا ہے۔

میں رگھناتھ راؤ کی افواج سے مقابلے شروع ہوئے صاحب مآثر آصفی نے صفوف جنگ کی جو ترتیب بتائی ہے نقشہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگی

نقشہ صف ہائے جنگ بیدر ۱۱۷۶ھ — بحوالہ مآثر آصفی

	ہراول ثابت جنگ برادر ابراہیم بیگ خان دھونسہ	
مابین میمنہ مہاراؤ	التمش صمصام الملک	مابین میسرہ گوپال سنگھ گھنڈھاوالا
برنغار رکن الدولہ	قول نظام علیخاں	جرنغار شرف الدولہ برادر رکن الدولہ
نرپت سنگھ		بالاجی کیشو
	چنداول حشمت جنگ برادر زادہ رکن الدولہ	

اس نقشے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلب میں بندگانعالی بذات خود موجود تھے لیکن صاحب تزک آصفیہ بیان کرتا ہے کہ صرف ایک روز اعلیحضرت حوضۂ آہنی میں سوار ہوکر شریک جنگ ہوئے اور توپ خانہ اور بان اندازی پر ثابت جنگ (برادر ابراہیم بیگ دھونسہ) کی کمان تھی۔ جن کی کمک پر امیر بیگ خاں اور فتح خاں مامور تھے۔ اور صاحب مآثر آصفی کے بیان کے موجب ثابت جنگ کی مدد پر جانب راست مہاراؤ اور راؤ رنبھا نبالکر تھے اور جانب چپ گوپال سنگھ گھنڈھاوالا، اور جب اس نے تفصیل سے جنگ کا نقشہ بتایا ہو تو ہم اس کے قول کی تردید کی کوئی وجہ نہیں پاتے یہ ممکن ہے کہ امیر بیگ خاں اور

فتح خاں راؤ رنبھا اور گوپال سنگھ کے ماتحتین سے ہوں جن کو صاحب توزک آصفیہ نے اپنی شناسائی کی بناء پر قابل ذکر تصور کیا۔

صاحب مآثر آصفی کہتا ہے کہ بندگانعالی اپنی فوج کے ساتھ ۳ رمضان ۱۱۸۷ھ (م ۱۸ نومبر ۱۷۷۳ء) کو سواد قلعہ بیدر میں قیام پذیر ہوئے اس وقت ان کی سوار پیادہ فوج تخمیناً پچیس ہزار تھی اور پیشوا کی فوج دو چند سے بھی زیادہ ۔ ۴ رمضان کو خفیف سا مقابلہ ہوا جس میں طرفین کے چند آدمی کام آئے۔

شاہ تجلی کا خواب اور اس کی تعبیر | اس جنگ کے دوران میں شاہ تجلی اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک فوج دیکھی جو دیکھتے کے دیکھتے ایک بڑے نقار خانے کے پاس پہنچ گئی اور اس کو منہدم کرکے زمین کے برابر کردیا۔ شاہ صاحب نے اس کے متعلق ایک شخص سے پوچھا کہ یہ فوج کس کی ہے اور یہ نقار خانہ کس کا؟ اُس نے کہا کہ یہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی فوج ہے نظام علیخاں کی مدد کو آئی ہے اور یہ نقار خانہ راگھو (رگھناتھ راؤ) کا ہے اس خواب کی تعبیر یہ دی گئی کہ رگھناتھ راؤ پر اب فتح حاصل ہو جائیگی شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد کچھ ہی عرصہ میں رگھناتھ راؤ نے ایسی ہزیمت پائی کہ اس کے پڑاؤ میں پھر کبھی نوبت نوازی نہ ہوی اور چار و ناچار ۲۲ رمضان ۱۱۸۷ھ (م ۷ ڈسمبر ۱۷۷۳ء) کو ڈھونڈو رام کی شرکت سے درخواست صلح و اطاعت پیش کرکے رکن الدولہ سے ملنے کی خواہش کی۔ ۲۳ رمضان کو بندگانعالی نے

ا‍ؔ توزک آصفیہ صفحہ ۲۲۲۔

رکن الدولہ، وقار الدولہ، ڈھونڈو رام اور کشن راؤ کو اس کی ملاقات کے لئے روانہ فرمایا جن کا استقبال رگھناتھ راؤ کے متبنٰی (امرت راؤ) نے کیا اور سوال جواب کے بعد ایک زنجیر فیل اور دو راس گھوڑے اور سرپیچ مرصع اور دو کشتی ملبوسات رگھناتھ راؤ کو روانہ کئے اور دوسرے روز خود بدولت اپنے چند رفقاء کے ساتھ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے رگھناتھ راؤ اور نظام علیخاں کی ملاقات دونوں لشکروں کے درمیاں ہوئی جہاں سے دونوں مل کر رگھناتھ راؤ کے ڈیرے میں گئے ضیافت کے بعد اس نے سرپیچ مرصع جیغہ کنٹھی مالا با سلک مروارید اعلیٰ اور تین کشتی ملبوسات نذر کئے اور ایک پہر کے بعد بندگانعالی وہاں سے واپس تشریف لائے ان واقعات کے خلاف کنکیڈ کہتا ہے کہ اس جنگ میں نظام علیخاں کو شکست ہوی اور وہ قلعہ بیدر میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے جس کا محاصرہ کرلیا گیا اس کے بعد بندگانعالی نے صلح کی خواہش کی اور بیس لاکھ محاصل سالانہ کا علاقہ رگھناتھ راؤ کو پیش کیا جس نے اس کے لینے سے انکار کردیا[1] مورخ چٹنیس بکھر (اخبارات مرہٹہ) کے صفحہ (۴۰) کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:-

"نظام علیخاں نے مہلت جنگ لی اور ایک ایسا عمل اختیار کیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے فریق مقابل کے خصائل کا کتنا صحیح مطالعہ کیا تھا۔ اپنے علاقہ کے دیگر عہدہ داروں کو مطلع کئے بغیر نظام علیخاں صرف دو سو سپاہیوں اور دیوان رکن الدولہ کے ساتھ

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹا پیپل حصہ سوم صفحہ ۱۰۷ ۔

مرہٹہ پڑاو میں رگھناتھ راؤ کے ڈیرے تک پہنچ گئے جس نے بہت
اخلاق سے آگے بڑھ کر ان کو لیا اور اپنے ڈیرے میں لے گیا۔
وہاں نظام نے اپنے گلے کا زیور، تلوار اور سپر نکال کر رگھناتھ راؤ
کے پاؤں پر ڈال دیا اور اس سے درخواست یہ کی کہ اپنے مقبوضات
میں سے جن کی اُس کو ضرورت ہو لے لے۔ رگھناتھ راؤ کے قوائے تمکنت
وفیاضی حرکت میں آئے اور بیوقوفی سے اُس نے نظام کو اُن کے
زیور اور ہتھیار واپس دیدئے اور کسی معاوضہ صُلح کے لینے سے
انکار کر دیا اور مزید برآں اس نے نظام کو خلعتیں دیں اور کئی
ضیافتیں کیں اپنی کمزوری طبع سے رگھناتھ راؤ نے تحفے و انعامات
ہی نہیں دئے بلکہ اخراجات جنگ بھی چھوڑ دئے اور نظام کو
وداع کر کے آپ جنوب میں کرناٹک کو روانہ ہوا"

صاحب مآثر آصفی نے اس جنگ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے مگر وہ اس کے متعلق صراحتاً
کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس کی عبارت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ البتہ نکالا جا سکتا ہے کہ
نظام علیخاں کو اس جنگ میں شکست ہوئی لیکن یہ ہرگز باور نہیں کیا جا سکتا کہ بندگانعالی نے
اس موقع پر رگھناتھ راؤ سے مل کر اپنے زیورات اور ہتھیار اس کے پاؤں پر ڈال دئے
اس مورخ نے صلح کی نسبت جو کچھ توجیہ منجانب رگھناتھ راؤ بیان کی ہے اس سے اس امر کی
تائید ہوتی ہے کہ نظام علیخاں نہ اس قلیل مدت میں جنگ و محاصرہ سے بزدل ہو سکتے

اور نہ صلح کرنے پر مجبور۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ساباجی بھونسلہ رگھناتھ راؤ کے علاقہ میں داخل ہوکر مواضع کو تباہ و برباد کرنے لگا اس وجہ سے رگھناتھ راؤ اپنے علاقہ میں جلد واپس ہونے کیلئے اپنے حرکات و سکنات سے نادم ہوکر بندگانعالی سے خواستگار معافی ہوا۔ اس مورخ نے اس صلح کی نسبت اور نظام علیخاں کے رگھناتھ راؤ کے پاس جانے اور ان کی ضیافت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہاں لفظ بلفظ نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔

"چوں[1] ملک مقبوضہ غنیم از فوج ساباجی بھونسلہ رو بخرابی نہاد و بندوبست آں طرف بعود ناکامی بمقہور ضرور شد از حرکات و سکنات باطلہ عرق خجالت بر روئے روزگار خود آوردہ دست معذرت بدامن آمرزش زد بندگانعالی را از آنجا کہ ہمت والا غدر پذیرد نظر بر رفاہ عالم است بہ پذیرائی عرض آں مخذول بست و سوم (ماہ رمضان) رکن الدولہ را بہ پیش او برائے تسکین شوریدہ خاطرش فرستادند و کاغذ ملک دوازدہ ملک روپیہ نوشتہ حوالہ کردند چوں عہود و مواثیق از طرفین استحکام گرفت و سعادت اندوزی او بیار ملازمت تصمیم یافت مدارالمہام را خلعت پنج پارچہ و یک راس اسپ و یک زنجیر فیل دادہ مرخص گردانیدہ۔ بست و چہارم (ماہ مذکور) خود بدولت و اقبال بکمال مراتب خرم و ہوشیاری ابکانے کہ

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۷۷۔

مابین ہر دو لشکر مقرر شدہ تشریف بردہ بہ آب مراحم و عنایات
بے پایاں غبار ندامت از چہرۂ حال او شستند و از آنجا بہ سبب
استمالت او بفرودگاہش متصل خانہ پور ظلِ مکرمت و امتنان گستر
تا یکپاس شوکت و ابہت اجلاس فرمودند بعد از آں کہ طعام ضیافت
او بہ تناول مبارک در آمد و از خوانِ نوازش وا رتھان فرقہ حلین
شدہ پیشکش از دہ پارچہ و دو اسپ و دو فیل وغیرہ با کاغذ ملک
دوازدہ لک روپیہ کہ مدار المہام رسانیدہ بود واپس نذر والا گزرانید
برخاست نمودہ بپارگاہ عالی مراجعت نمودند۔"

اس بیان کے بموجب نظام علیخاں نے رکن الدولہ کو بارہ لاکھ محاصل کے ملک کی گذاشت دیکر رگھناتھ راؤ کے پاس روانہ کیا اور اس کاغذ کی روانگی کے دوسرے روز خود بدولت نے رگھناتھ راؤ سے ملاقات کی جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس صلح کو رگھناراؤ نے اس امر پر معلق رکھا کہ وہ (نظام علیخاں) بذات خود آکر بالمشافہ اس سے صلح کی خواہش کریں اور جب بندگانعالی اس غرض کے لئے دوسرے روز اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے ان کی ضیافت کی اور واپسی کے وقت اس کاغذ گذاشت کو بھی واپس کر دیا جو ایک روز قبل نظام علیخاں نے اپنے دیوان کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور اپنی طرف سے ملبوسات و تحائف بھی پیش کئے۔ شاہ تجلی کا بیان ہے کہ اس صلح کی حسن سعی کے سلسلے میں بندگانعالی نے رکن الدولہ کو ایک قیمتی سرپیچ مرصع اور دولڑ مروارید مرحمت فرمائے ۔

صلح کے دوسرے روز یعنے ۲۶ رمضان کو رگھناتھ راؤ نے میدان جنگ سے مراجعت کی اور ۲۷ رمضان کو خود بدولت جانب گلبرگہ روانہ ہوے اور محلات مبارک کو حیدرآباد سے لانے کے لئے زبردست خان اور داور جنگ کو روانہ فرمایا۔ ہمناباد کی منزل میں ۱۵ شوال کو محلات مبارک نے شرف قدمبوسی حاصل کیا ۱۸ شوال کو گلبرگہ پہنچ کر زیارت درگاہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور سجادہ صاحب درگاہ سے ملاقات کی غرۂ ذیقعدہ کو قلعہ گلبرگہ کی سیر فرمائی اور ۷ ذیقعدہ کو وہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوے اس سفر میں مودھاجی بھونسلہ کے کارپرداز شنکراجی گھوڑپڑہ سے مقابلہ ہوگیا۔ جو اس غرض سے ایک مختصر سی فوج کے ساتھ نکلا تھا کہ اس مضافات میں تحصیل محاصل کرے مقابلہ میں اس کو شکست ہوگئی اور بہت کچھ مال واسباب بندگانعالی کی افواج کے قبض وتصرف میں آیا

ناراین راؤ کے قتل کے انتقام میں نظام علیخاں کی شرکت

اس جنگ سے فارغ ہوکر جب بندگانعالی دریائے بھیرا کے کنارے فروکش ہوے تو امیرالامراء بسالت جنگ نے شرف ملازمت حاصل کی جن کی تشریف آوری کی تقریب میں کچھ دن جشن ہائے عیش ونشاط گرم رہے ان کو رخصت کرکے ۷ ذیحجہ کو اس مقام سے خود بدولت نے بھی کوچ فرمایا۔

سابقہ جنگ میں چونکہ نظام علیخاں اور رگھناتھ راؤ کے مابین صلح ہوگئی تھی اس لئے سرداران مرہٹہ کو یہ فکر تھی کہ اس سے نارایں راؤ پیشوا کے قتل کا بدلہ لینا ناممکن ہوجائیگا اس لئے سباجی بھونسلہ اور ترنبک ماما نے سابقہ طرفداری کے اعادہ کے لئے نظام علیخاں سے درخواست کی چنانچہ ان کی درخواست پذیرا ہوی لیکن یہ پذیرائی ابھی کوئی عملی صورت

میں نہیں آئی تھی کہ امیر الامراء بسالت جنگ کے فرزند ذوالفقار الدولہ مہابت جنگ کو رگھناتھ راؤ نے گرفتار کر لیا۔ جس پر بندگانعالی کو کھلم کھلا مقابلہ کے لئے موقع مل گیا چنانچہ خود بدولت نے ظفر الدولہ اور داور جنگ، بالاجی کیشو راجہ نرپت سنگھ و رستم راؤ پانڈھرہ کو اس غرض کے لئے مامور کر کے آپ اورنگ آباد روانہ ہوئے اور درگاہِ قلیخاں سالار جنگ کے باغ (واقع اورنگ آباد) میں قیام فرمایا۔ چار روز بعد وہاں سے نکل کر ۲۳ صفر ۱۱۸۷ھ (م ۱۶ مئی ۱۷۷۳ع) کو برہان پور پہنچے۔ یہاں ساباجی بھونسلہ اور ہر یرام پھڑکیہ شرف اندوز ملازمت ہوئے اور رگھناتھ راؤ کے تعاقب کی نسبت قرارداد ہوئی جس کے بعد نظام علیخاں نے عنان عزمیت اورنگ آباد کی طرف منعطف فرمائی۔

اس کے بعد قلیل ہی عرصہ میں یہ اطلاع ملی کہ رگھناتھ راؤ، ہلکر اور سندھیہ کے ساتھ متحد ہو کر ممالک محروسہ پر حملہ کی غرض سے صوبہ خاندیس میں اتر آیا ہے جس کے ساتھ ہی بندگانعالی (۱۵۔ رمضان ۱۱۸۷ھ م ۱۹ سپٹمبر ۱۷۷۳ع) اورنگ آباد سے نکلے اور بغیر کسی جنگ کے صوبہ خاندیس میں سے ہوتے ہوئے (۵۔ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ م ۷۔ جنوری ۱۷۷۵ع) برہان پور پہنچے۔ اس زمانہ میں مودھاجی بھونسلہ اپنی ولایت کے لئے ساباجی بھونسلہ کے خلاف کوشش کر رہا تھا اور چونکہ نظام علیخاں خود ساباجی بھونسلہ کے طرفدار تھے اس لئے وہ[1] ان کے خلاف بھی تھا جس کے مقابلہ کے لئے نظام علیخاں نے ظفر الدولہ ابراہیم بیگ خان دھونسہ کو مقرر کیا تھا۔ اور

---

[1] یہ اپنے والد سے اجازت لیکر بندگانعالی کی قدمبوسی کے لئے مختصر سے جتھے کے ساتھ ادھونی سے نکلے تھے کہ رگھناتھ راؤ نے اپنی بھاری فوج کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ جس پر یہ قریب کی ایک گڈھی میں متحصن ہو گئے لیکن وہ رگھناتھ راؤ کے توپخانہ کی کہاں تک تاب لا سکتے تھے آخر شکست ہو گئی اور مہابت جنگ رگھناتھ راؤ کے قابو میں آ گئے۔ جو آخر ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۸۷ھ کو رگھناتھ راؤ کے پاس سے نکل کر حضور میں قدمبوس ہوئے۔

اور کچھ فاصلے پر خود آپ بھی ان کی مدد پر رہتے تھے اواخر ماہ صفر ۱۱۸۹ھ م اواخر اپریل
میں ظفر الدولہ اور مودھاجی کے مابین ایک شدید جنگ ہوی جسمیں اس کا ایک سردار
ایشونت راؤ فرار ہوگیا اور ایک سردار گوبند راؤ زخمی ہو کر گرفتار رہوا اس کے بعد ظفرالدولہ نے
قلعہ نبیر کا محاصرہ کیا جو مودھاجی کے تصرف میں چلا گیا تھا اور اس کی طرف سے مصری خاں
اور حسینی بیگ اس کی حفاظت پر مامور تھے حاربین نے تاب مقابلہ نہ لاکر تین روز کی
مہلت مانگی جس کے بعد قلعہ اولیائے دولت کے سپرد کر دیا گیا۔

قتل دیوان رکن الدولہ

قلعہ نیرا پر قبضہ ہوگیا تو بندگان عالی معہ خدم وحشم یہاں تشریف لائے

اس منزل میں ابراہیم خاں جمعدار کے رسالۂ احشام کے ایک سپاہی موسوم بہ فیضو نے رکن الدولہ کو حضوری خیمہ میں قتل کر دیا۔ اس قتل کے کئی وجوہ بیان کئے جاتے ہیں جن میں تقریباً ہر ایک بندگانعالی یا اُن کے محلات سے وابستہ ہے جس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ انہیں کے ایماء سے اس کا وقوع ہوا۔ لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا نظام علیخاں اور رکن الدولہ کے مابین کوئی سُوءظنی بھی ہوئی تھی یا نہیں اگر ہوئی تھی تو اس کے کیا وجُوہ تھے اور تدریجی طور پر اس کا کیا اثر ہوتا رہا۔ اس ضمن میں ہم کو سب سے پہلے نظام علیخاں کے صاحبزادے فریدوں جاہ کے ذریعہ ایک واقعہ کا علم ہوتا ہے جس سے اس کی ابتدا ہوتی ہے وہ[1] یہ کہ ایک دفعہ

---

[1] یہ واقعہ فریدوں جاہ نے اپنی تصنیفات فیوضات سبحانی میں بیان کیا ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"حضرت قدسیہ عمدہ بیگم صاحبہ قریب گولکنڈہ فالیز خربزہ تیار کنانیدہ حضرت غفراں مآب را سوار شدہ ہمراہ بردہ خیاہا استادند و دیگر محلات ہم رفت حضرت بدیوانخانہ فرود آمدہ بمحل رونق افزا شدند غلام نبی خاں شہسوار جنگ مرد سنی المذہب و متقی و خوش خواں بود و میر موسیٰ خاں رکن الدولہ و محمد غوث خاں سیف الدولہ کہ بخلاف آباو اجداد خود در صحبت شیعیاں تشیع شدہ بودند از عمر مذہب بہ شہسوار جنگ خصومتے بدل می داشتند بہ دیوانخانہ باہم از کار مذہب برآمدند شہسوار جنگ دست بقبضہ شد مفصل خبر بحضور رسید عتابانہ برکن الدولہ و سیف الدولہ حکم شد کہ من سنت جماعتم از آباو اجداد خویش کہ ہمہ خلق می دانند پس اگر مرضی از نوکری ایں خاندان نداشتہ باشید شما را ید ہر جا کہ بخواہید بروید واز دیوانخانۂ من بدر آئید و بہ شہسوار جنگ بملامت حکم شد کہ اگر شما را چنیں گفتگو منظور است بمدرسہ بروید یا بخانۂ خود۔ ایں دیوانخانۂ رئیس است نہ جائے قیل و قال"۔

نظام علیخاں کی والدہ کے حکم پر قلعۂ گولکنڈہ کے قریب ندی میں خربزہ کی کاشت کی گئی تھی جس کے تیار ہونے کے بعد والدہ کی فرمایش پر بندگانعالی معہ خدم وحشم وہاں تہضت فرما ہوے حضور ہمرکاب امراء کو باہر چھوڑکر محلات میں رونق افروز ہوے دیوانخانہ میں غلام نبی خاں شہسوار جنگ (سنی المذہب مثنوی خوان) تھے اور میر موسیٰ خان رکن الدولہ اور محمد غوث خاں سیف الدولہ جو اپنے آبا و اجداد کے برخلاف صحبت اہل تشیع میں شیعہ ہوگئے تھے ان دونوں نے شہسوار جنگ سے مذہبی مباحثہ شروع کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہسوار جنگ دست بقبضہ ہوگئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو ہوئی تو وہ باہر آئے اور رکن الدولہ و سیف الدولہ سے بطور عتاب فرمایا کہ :۔

"تمام خلق آگاہ ہے کہ میں اپنے آبا و اجداد سے سنت جماعت ہوں پس اگر اس خاندان کی نوکری پر راضی نہ ہو تو میرے دیوانخانہ سے نکل جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ"

اور شہسوار جنگ کو حکم ہوا کہ :۔

"اگر ایسے مباحثے کرنا ہو تو [illegible] جاؤ یا اپنے گھر۔ یہ دیوانخانہ رئیس ہے نہ جائے قیل و قال"

اس واقعہ سے قطع نظر کرکے اگر رکن الدولہ کے طرز عمل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہ حیثیت مدار المہامی انھوں نے عہدہ داران سرکار عالی کا ایک بڑا جتھا اپنے موافق کرلیا تھا اور فوج کے بڑے بڑے عہدے اپنے ہی اقربا اور ہوا خواہوں کو دے رکھے تھے

اور یہی عہدہ دار ہر مہم میں سربراہ کار ہوتے تھے باوجود اس کے مرہٹوں کے مقابلہ میں تقریباً ہر وقت نظام علیخاں کی ناکامی سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ وہ حکمت عملی سے خود بدولت کی طاقت واثر کو متاثر کر رہے تھے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس طرز عمل سے اپنی کامیابی کو وہ محسوس کر رہے تھے چنانچہ صاحب گلزار آصفیہ ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے جو ان کے قتل کے آٹھ ہی روز پیشتر وقوع میں آیا وہ یہ کہ ایک دفعہ رکن الدّولہ وقارالدولہ وغیرہ کے ہمراہ اپنے ڈیرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بہادر دل خاں شجاع الدّولہ (صوبہ دار حیدرآباد) کے پوتے سیّد نجابت خاں ڈیرے کے دروازے پر آئے اور چاہتے تھے کہ حسب معمول اندر جائیں۔ پہرہ والے نے ان کو رُکا لیکن انھوں نے اس کی پروانہ کی اور آگے بڑھنے لگے آخر پہرہ والوں کی مزاحمت میں کشمکش کی نوبت پہنچی اور سیّد صاحب مذکور کا گریبان پھٹ گیا اس واقعہ کو رکن الدولہ اور وقارالدولہ دور ہی سے دیکھتے اور ہنستے رہے لیکن پہرہ والوں کو کسی طرح اس فعل سے منع نہیں کیا چوبدار موقع پر پہنچے اور پہرہ والوں کو زجر و توبیخ کی اور سیّد صاحب مذکور سے معذرت مانگی جب سیّد صاحب پہرہ والوں سے چھوٹ کر اندر داخل ہوئے تو رکن الدولہ نے ہنستے ہوئے کہا "خان صاحب آئیے آئیے" سیّد نجابت خاں صاحب مذکور نے نزدیک بڑھکر فرمایا:۔

"من برائے ایں نیامدہ ام کہ بخدمت شریف حاضر باشم بلکہ برائے ایں آمدہ ام کہ حق سبحانہ تعالیٰ عاصی را دیگر نزد شما نیارد۔"

اور اپنے مقام پر لوٹ گئے۔ صاحب گلزار آصفیہ کہتا ہے کہ اعتصام الملک قسمیہ کہتے تھے

میں اس مجلس میں رکن الدولہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس سرگزشت کو بچشم خود میں نے دیکھا آل رسولؐ کی اہانت کے بعد زمانہ پھر رکن الدولہ کے موافق نہ رہا اور اسی ہفتہ میں قتل ہوئے۔"

اس واقعہ سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی امرا اور ان کے متعلقین کی اتنی وقعت بھی ان کے پاس نہیں رہی تھی جتنی کہ خود نظام علیخاں کو تھی۔ واقعہ قتل سے قریب زمانہ میں اس واقعہ متعلقہ کے وقوع اور اس کے بعد خود سید نجابت خان کے اس کہنے سے کہ "حق سبحانہٗ تعالیٰ عاصی را دیگر نزد شما نیارد" اس قیاس کی گنجایش نکلتی ہے کہ سید صاحب مذکور نے اپنے اُس جوش انتقام کو جو انھیں اس ناشدنی واقعہ سے پیدا ہوا تھا دبا کر صرف انہیں الفاظ پر اکتفا کیا اور یہی جوش آخر کسی اور ذریعہ سے ہفتہ عشرہ ہی میں وقوع پذیر ہوا لیکن صاحب گلزار آصفیہ اس کو صرف نظر کر کے محلات بندگانعالی کی مخالفت کو ان کے قتل کی وجہ قرار دیتا ہے اور اپنی اس توجیہ کی تائید میں اس نے دو واقعے بیان کئے ہیں جنمیں سے پہلا یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک مغل تاجر مچھلی بندر کی چھینٹ بغرض فروخت لایا محلات کے ملبوسات میں اسی کا سنجاف لگایا جاتا تھا اس لئے اس کی خریداری سرکار میں ہوی اور اس کی قیمت میں سات سو روپیہ کی چٹھی دیوان وقت اور حضور کے دستخط خاص سے اس کو دیدی گئی چھ مہینے گزر گئے پھر بھی اس کی ادائی نہیں ہوی اور رکن الدولہ مغل تاجر کو امروز فردا پر ٹالتے رہے آخر وہ لاچار ہو کر حضور کی سواری کے وقت برسرِ راہ شور و فریاد کر کے کہنے لگا کہ "یا تو قیمتِ مال عنایت فرمائی جائے یا مال واپس کیا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے غلام کی بڑی خرابی ہو رہی ہے" اگرچہ اس وقت بندگانعالی کی خواصی میں رکن الدولہ بیٹھے ہوے تھے تاہم ان کو انھوں نے کچھ بھی

نہ کہا اور عماری سے اتر کر محل میں تشریف لے گئے اور چھینٹ کے چند تھان سالم اور باقی کے کاٹے ہوئے سنجاف اور تین سو روپے مغل کو منگوا کر دیدئے اور فرمایا کہ "یہ تمھارا مال ہے اور یہ رقم ہر جا نہ لیجاؤ اور جہاں چاہو فروخت کرلو"۔ یہ واقعہ وجہ قتل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا البتہ ممکن ہے کہ فضائے محلات اس واقعہ کی وجہ سے ان کے موافق نہ رہی ہو اور نفس واقعہ سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ خود بندگانعالی کے دستخط کا پاس و لحاظ تک ان کو نہ رہا تھا اور یہ خیال تک انہوں نے نہ کیا کہ مال لینے اور ادائی قیمت کی دستاویز کے بعد بھی ایک تاجر کو رقم ادا نہ کرنے سے رئیس وقت کو کتنی سبکی ہوسکتی ہے۔ اگرچہ صاحب گلزار آصفیہ نے رقم کو ادا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان دنوں سفر پیاپے اور متواتر جنگ وجدال کے باعث ضروریات لازمہ سلطنت کی پابجائی واسباب جنگ کی فراہمی اور ادائی تنخواہ فوج کے باعث خزانہ میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ تاجر کو قیمت ادا کیجا سکتی۔ تاہم یہ قابل تسلیم نہیں ہوسکتا کہ صرف سات سو کی ادائی کی گنجائش بھی نہ تھی اگر فی الواقع ایسا تھا تو جس وقت ادائی کی چٹھی پر حضور کے دستخط لئے گئے تھے اس وقت اس کا اظہار ضروری تھا۔

بہرحال اس واقعہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رکن الدولہ نے نظام علیخاں کو اس قدر مجبور کر رکھا تھا کہ ان کی ذاتی ضرورت پر سات سو کی ادائی پر ان کو اختیار نہیں تھا اور وہ خود اس قابل نہیں رہے تھے کہ اپنی جیب خاص سے اس کی پابجائی کر دیتے اور دیوان کا اتنا اثر ان پر مستولی ہوگیا تھا کہ باوجود اس ناخوشی کے ایک لفظ بھی رکن الدولہ کے خلاف نہ کہہ سکے۔ دوسرا واقعہ جو گلزار آصفیہ نے قتل کی وجہ سے متعلق لکھا ہے یہ ہے کہ

اسی سفر میں بندگانعالی کی ہمشیرہ کالی بیگم بھی ہمراہ تھیں جن کی رتھ کے بیل لاغر و ناکارہ ہونے کی وجہ سے دوسری سواریوں کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے پوربیہ جوان کے ذریعہ رکن الدولہ سے تیز گام بیلوں کی فرمایش کی جس کو وہ امروز فردا پر ٹالتے رہے بیگم صاحبہ کی طرف سے جوان روز یا دوسری کے لئے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس جوان نے بدتمیزی سے رکن الدولہ پر تقاضا کیا جس پر انھوں نے اس کے جواب میں تند کلامی کی جس کے بعد جوان نے بیگم صاحبہ سے عرض کر دیا کہ

"کسی دوسرے کو اس غرض کے لئے مامور فرمایا جائے غلام رکن الدولہ کے پاس ہرگز نہ جائیگا۔"

آخر بہزار استفسار اُس نے وجہ بیان کی جس پر کالی بیگم صاحبہ نے اپنے بھائی (نظام علیخاں) سے واقعہ بیان کرتے ہوے کہا کہ

"بھائی۔ آصف جاہ کی اولاد میں تم بھی اگر لڑکی ہوتے تو اچھا تھا کہ تمھاری ریاست کے زمانے میں ہماری حالت ایسی ہے کہ پوربیہ کی غیرت تک اُس کو پسند نہیں کرتی تو پھر دوسروں کا کیا پوچھنا۔"

اس پر نظام علیخاں نے فرمایا کہ:۔

"آپ مجھ کو بھائی نہیں بلکہ خاندان آصفیہ کی لڑکی ہی تصور فرمائیں کہ مرہٹوں کے ساتھ جنگ وجدل اور اختلال سلطنت کے باعث

میں سخت مجبور ہوگیا ہوں"

جس کے جواب میں بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ :-

"جب آپ ایسے مجبور و بے اختیار ہو گئے ہیں تو ہم کو اجازت دیدیں

کہ جو کچھ ہم سے ہوسکے کرلیں"۔

اس پر نظام علیخاں نے جواب دیا کہ :-

"کس نے آپ کو رُوکا ہے آپ جو چاہیں کریں"۔

اس کے ساتھ ہی بیگم صاحبہ نے زنانی ڈیوڑھی کے پہرہ کے ایک گارڈی جوان کو طلب کرکے اس کو ہمت دلائی اور رکن الدولہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اس نے اس کی تعمیل کو بندگانعالی کے ارشاد پر محول کیا جس پر بیگم صاحبہ نے کہا کہ :-

"وہ خود تو نہیں فرمائیں گے شام میں تجھ کو طلب کرکے جس وقت

میں یہ حکم تجھ کو دوں اس وقت بندگانعالی میرے نزدیک بیٹھے

رہیں گے تو پردے میں سے ان کی شبیہ دیکھ لینا اگر وہ اس کو

سنکر خاموش رہیں تو سمجھ لینا کہ اس قتل سے اختلاف نہیں ہے

اور تعمیل کرنا"

اس نے قبول کرلیا حسبہ شام میں اس کو احکام سنادیے گئے اور اس نے تعمیل کا اقرار کیا۔

صاحب گلزار آصفیہ کو وجہ قتل کے دریافت کرنے میں کامیابی نہیں ہوی اس لئے

اس نے اجمالی طور پر یہ دونوں واقعات بیان کر دئے ہیں جو ہماری دانست میں وجہ قتل قرار دئے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتے برخلاف اس کے پچھی نارائن شفیق نے جو وجہ اجمالی طور پر بیان کی ہے رکن الدولہ کے اُس زمانے کی طرز عمل کو مد نظر رکھ کر دیکھا جائے تو بالکل قابل تسلیم ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ انہوں نے اہل پونہ سے کوئی مخفی عہد و پیماں کر لیا تھا اور مرہٹا کی مہم سے فراغت پانے کے بعد اپنے بھائی بند اور ہوا خواہوں کی حمایت سے اپنے آقا کے ساتھ کوئی فاسد ارادہ رکھتے تھے جس سے مطلع ہو کر بخشی بیگم نے فیضو گارڈی کے ذریعہ ان کے قتل کی تجویز کی جو صورتِ عمل میں آئی۔ رکن الدّولہ کے قتل کے متعلق اب تک وہی روایات مشہور ہیں جو صاحب گلزار آصفیہ نے غیر تحقیقی طور پر نقل کر دئے۔ اب چونکہ ہم مآثر آصفی کے اس بیان کو پہلے پہل قارئین کے ملاحظہ میں پیش کر رہے ہیں جس سے اب تک بہت کم کان آشنا ہوئے ہیں اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مورخ مذکور کی اصل عبارت یہاں نقل کر دیجائے وہو ہذا۔

"می گویند[1] رکن الدولہ با اہل پونہ عہد و پیمانے مخفی درست کردہ با غماض ضابطہ جنگ کہ جمعیت شایستہ داشتہ میر برین لشکر بود و شرف الدولہ با دہ ہزار سوار جرار و داور جنگ پسرش با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و حشمت جنگ با سہ ہزار سوار و چہار ہزار بار و دیگر جماعداران کہ خاک برداشتہ او بودند بعد دمجمعی از مہم ساجی ارادۂ فاسد جانب آقا و داشت بنا برآں بخشی بیگم صاحبہ محل خاص بندگان عالی از ین ماجرا مطلع گشتہ

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۱۵۹۔

ایں تدبیر نمود۔"

اس عبارت میں "ارادۂ فاسد جانب آقا داشت" کے معنی دو صورتوں سے خالی نہیں یا

یا تو یہ کہ رکن الدولہ نظام علیخاں کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے یا اپنے بھائیوں اور بھتیجے اور

ضابطہ جنگ کی حمایت سے نظام علیخاں کے مقابل ہو کر ان کو سلطنت سے علحدہ کر دینا چاہتے

تھے اور یہی انتہا ہے رکن الدولہ کی بلند پروازیوں کی۔ انھوں نے اپنے ہوا خواہوں کا ایک

جال بچھا رکھا تھا اور غیر ممکن تھا کہ نظام علیخاں کو اس کی خبر بھی ہوتی۔ بہرام جنگ اور فتحمند خاں

کے خاندان کو خدا اچھا رکھے کہ انھوں نے حق نمک بجالایا اور وقتاً فوقتاً اس منصوبہ کے متعلق

جو جو کچھ علم ہوتا گیا اس کی اطلاع بندگانعالی کو پہنچاتے رہے چنانچہ اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے

حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے:۔

"ارکان دولت ہمہ از آن رکن الدولہ بودند مگر فتحمند خاں عرض بیگی

و بہرام جنگ داروغہ ہرکارہ حقوق نمک خوارگی ملحوظ داشتہ وقتی

بعضے آثار رکن الدولہ جابجا معروض حضور کردہ بودند چنانچہ ہر دو

در جلدوئے ایں امر اولیں یعنے فتحمند خاں تعلقداری گولکنڈہ کہ

خزانہ گاہ و محل تفویض اعتماد یان ست ذدومیں کہ بہرام جنگ باشد

بہ صوبہ داری ایلچپور سرفراز شدند۔"[1]

رکن الدولہ کے اس سازش کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ نظام علیخاں (اگر ان کے

قتل کی تجویز میں انھوں نے بذات خود بھی کوئی حصہ لیا ہو تو) بدرجہا اعلیٰ بجانب حق ہیں رکن الدولہ کے

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

ارادۂ فاسدۂ والے منصوبے سے واقفیت کے بعد لازم تھا کہ سربراہ کاران دولت ایسی تجاویز پر غور کرتے جن سے رکن الدولہ کا منصوبہ کالعدم ہوجاتا انہی تجاویز کے دوران میں ان ہوا خواہان دولت کی ناراضی کی عام طور پر شہرت ہوگئی اور خاص خاص لوگوں میں ان کے قتل کی تجویز کی خبر گشت لگانے لگی جس کی اطلاع شدہ شدہ خود اُن تک بھی پہنچی چنانچہ اسی سلسلے میں صاحب گلزار آصفیہ دو واقعات تحریر کرتا ہے ایک تو یہ کہ ایک شب صمصام الدولہ نے ایک رقعہ رکن الدولہ کو لکھ بھیجا جس کو پڑھ کر انھوں نے نہایت لاپروائی سے شمع پر جلا دیا اور قاصد کو کہہ دیا "اچھا معلوم ہوا" دوسرا واقعہ مورخ مذکور نے یہ بیان کیا کہ شرف الدولہ نے ایک شب اپنے بھائی (رکن الدولہ) کے متعلق کوئی وحشت اثر خبر سنی اور ان کے خیمہ میں گئے ان کو بیدار کیا اور رو رو کر کہنے لگے کہ آپ کی نسبت ایسا ایسا سُنا جارہا ہے مناسب یہ ہوگا کہ آپ چند روز بہ احتیاط دربار کریں۔ جس پر رکن الدولہ نے کہا کہ "بھائی روتے کیوں ہو اپنی جگہ پر جاؤ آرام کرو میں بکری کا بچہ نہیں ہوں کہ کوئی ذبح کرلیگا"۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکن الدولہ کے قتل کی نسبت کوئی منصوبہ کیا جارہا تھا لیکن چونکہ ریاست میں ان کے اثرات اچھی طور سے مرتسم ہوگئے تھے اس لئے اس امر کا امکان تھا کہ واقعہ قتل کے وقوع کے ساتھ ہی ان کے غاشیہ بردار و ہوا خواہ ایک دم نظام علیخاں پر ٹوٹ پڑیں گے اسی کو مدنظر رکھ کر ایک مناسب موقع کا انتظار کیا جاتا رہا جو منزل بیدر میں حاصل ہوا۔ اس وقت رکن الدولہ کے ہوا خواہوں میں سے ظفر الدولہ ضابط جنگ اپنی فوج کے ساتھ موُدھاجی کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اور اسمٰعیل خاں ایلچپور میں مامور تھے

اور شرف الدولہ ایک حصہ فوج کے ہمراہ سامان رسد کی فراہمی میں مشغول تھے واقعہ قتل کے روز ان میں سے کوئی ان کے قریب نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بہتر موقع اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے نہیں مل سکتا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ جب بندگانعالی منزل بیرا پر نہضت فرما ہوئے تو حضور کے ساتھ رکن الدولہ بھی سواری سے اترے اور عرض کی کہ کسی خاص معاملہ میں کچھ عرض کرنا ہے" جس پر بندگانعالی نے فرمایا کہ" ایک عرصہ سے تم میری خواصی میں چپ چاپ بیٹھے رہے اس وقت کیوں نہ کہا۔ اب کسی اور وقت پر رکھو" اس کے بعد بندگانعالی نے سب کو رخصت کیا اور ان کو بھی رخصت کیا چاہتے تھے جس پر انھوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا کہ" غلام کو کچھ عرض کرنا ہے" بندگانعالی ڈیرے تک آگئے تھے آخر وہیں ڈیرے میں ان کو بیٹھنے کے لئے فرمایا اور آپ سراپردے میں داخل ہوئے۔ ابھی رکن الدولہ بیٹھے ہی تھے کہ فیضو نامی گاڑدی جوان (جو پہرہ پر تھا) اپنی کٹار لیکر پیچھے سے آیا اور یہ کہتے ہوئے کہ" نواب صاحب ٹڈا ہے ٹڈا ہے" ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر شانے میں کٹار بھونکی اور گردن تک اتار دی معاوہ گرے اور یہ بھاگا۔ دور جانے نہ پایا تھا کہ بہرام جنگ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضور معاً باہر آئے اور رکن الدولہ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ" ہم نے نہ کہا تھا کہ اپنی قیام گاہ پر جائیں۔ آخر تمہارا یہ حال ہوا۔ جس پر رکن الدولہ نے عرض کیا کہ معراج نوکری جاں نثاری میں ہے لیکن اگر مناسب موقع پر ہوتی تو زیادہ اچھا ہوتا۔ البتہ مبارز الملک (ضابطہ جنگ) اور اسمٰعیل خاں اس واقعہ سے متشوش ہوں گے اس لئے

غلام ان کی تسلی کر دیتا ہے یہ کہکر اپنے منشی کو بلوایا اور اس مضمون کے خطوط کہ یہ واقعہ حضور کے
بلا علم و اطلاع ہوا ہے اس میں حضور کا کوئی دخل نہیں ہے ہرگز ہرگز کوئی اور خیال نکرنا اگرچہ
میں ابھی زندہ ہوں لیکن ہر امر میں فرمان برادری و نمک حلالی و جان نثاری سرکار کیجائے
لکھوا کر اپنے ہاتھ سے ان پر مہریں لگوائیں اور اُن دونوں کے پاس روانہ کر دئے اس کے
بعد حضور کے حکم پر چابک دست جراح حاضر ہوئے اور رکن الدولہ کو پالکی میں بٹھا کر ان کے
خیمہ کو لیگئے اور ٹانکے لگانے میں مشغول ہوئے کہا جاتا ہے کہ قریب صبح جان بحق تسلیم کی
لیکن صاحب مآثر آصفی کے بیان کے مطابق موقع واردات پر ہی رکن الدولہ کی رُوح پرواز
کر گئی چنانچہ وہ کہتا ہے کہ رکن الدولہ کی نعش کو یہ ظاہر کر کے کہ غشی ہے اور زخم کاری نہیں
ہے پالکی میں ڈالکر ان کے ڈیرے کو پہنچا دیا گیا۔ ان کے رفقاء و ہمراہی جو اس واقعہ کی
وجہ سے حضوری ڈیرے کے پاس ہجوم کر آئے تھے اس خیال سے کہ "ہمارا آقا ابھی بقید حیات
ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی جرأت نہیں کرنی چاہئے" حضوری ڈیرے سے واپس چلے گئے
جس کے ساتھ ہی خیر خواہان دولت مثلاً راؤ رنبھا وغیرہ نے حضور میں پہنچکر بندوبست معقول کیا
اگر صاحب مآثر آصفی کا اعتبار کیا جائے تو رکن الدولہ کو اتنی مہلت ملنی یا ان کا اس قدر
ہوش و حواس میں رہنا کہ وہ اپنے متعلقین و خیر خواہوں کے نام خطوط لکھائیں قابل تسلیم
نہیں اس واسطے کہ زخم کی حیثیت جو بیان کی گئی ہے وہ اس قابل نہیں پائی جاتی کہ واقعہ
کے بعد دس پانچ منٹ بھی بقید ہوش و حواس زندہ رہے ہوں کیوں کہ وہی مورخ جس نے
رکن الدولہ کے خطوط لکھانے کا ذکر کیا ہے کہتا ہے کہ جمدھر[1] ان کے دونوں گردوں سے

---

[1] گلزار آصفیہ کی عبارت حسب ذیل ہے ..... جمدھر اجل حوالہ اش ہنوز کہ از ہر دو کلیہ او گزشتہ بیرون طرف پہلوئے دیگر بر آمد"

گزر کر ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف نکل آیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گردوں کے ساتھ ساتھ صلب بھی کٹ گیا جس کے بعد آدمی کا پانچ دس منٹ بھی بقید حواس زندہ رہنا متیقن نہیں ۔ بہر حال باقاعدہ طور پر رکن الدولہ کی وفات کا اعلان واقعہ کے بعد کی صبح میں ہوا اور اس عرصہ میں شرف الدولہ جو اس مقام سے کچھ فاصلے پر تھے آ گئے تھے اطلاع وفات کے بعد بندگانعالی بطور تعزیت شرف الدولہ کی قیام پر تشریف لے گئے اور تسلی و دلاسا دیکر انہیں شرف الملک کے خطاب سے ممتاز فرمایا اور خدمت مدار المہامی کے لئے ان کو نامزد کیا لیکن انھوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ نظام علیخاں کے اس حسن سلوک کو پھر بھی ہمارا شفیق، صاحب مآثر آصفی کچھ اور خیال کرتا ہے اور بندگانعالی کے خصائل پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی بے باکی اور دریدہ دہنی سے کام لیتا ہے جس کو ہم اسی کے الفاظ میں ظاہر کرنا زیادہ مناسب تصور کرتے ہیں :-

"[1]... بندگانعالی چیزے بجز تالیف و انکار از قتل او کہ خداوند بچہ طور صورت پذیر شدہ و آں جوان بار را نچہ عداوت با سید مرحوم بود مناسب وقت ندیدند و از آنجا کہ در تدبیر و دلاسا و تالیف ید طولی دارند بخیمۂ شرف الدولہ تشریف بردہ و کلمات تسلی و نوازش بسیار فرمودہ و بخطاب شرف الملک نواختہ تالیف نمودند و کردند برائے مدار المہامی مکرر فرمودند کہ حق تست اما او قبول نکرد۔"

---

[1] مآثر آصفی حصہ دوم ورق ۹۵۔

نظام علی خانؒ

حصّۂ دوم

دَورِ دُوم

قایم مقامی رکن الدولہ

افواج پائیگاہ کی ابتداء

رکن الدولہ کے قتل کے بعد ایک عرصہ تک مدار المہامی معرض تعویق میں رہی اس خدمت کے فرائض کا اجرا عارضی طور پر مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) کے وکیل وقار الدولہ نصیب یار خاں کی صوابدید پر رکھا گیا۔ لیکن چونکہ یہ اور ان کے موکل بھی رکن الدولہ ہی کے ساختہ پرداختہ اور انھیں کے ہوا خواہوں سے تھے اس لئے نظام علیخاں کو ان سے خطرہ تھا اور اس تصور کے تحت کہ مدار المہام وقت کا اثر ریاست میں زیادہ ہوتا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک مدار المہام اور اس کے ماتحت عہدہ دار ہمیشہ ہوا خواہ دولت رہیں نظام علیخاں نے یہ تصفیہ کیا کہ ایک ایسی فوج خود آپ اپنی ذات پر مہیا کر رکھیں جس سے ایسے اہم اوقات میں اپنی ذاتی حفاظت و مدافعت میں کام لے سکیں لیکن رئیس وقت کے لئے اپنی ذات پر فوج رکھکر اس کی نگرانی و ادائی تنخواہ وغیرہ کا انتظام کرنا غیر ممکن تھا اس لئے انھوں نے اپنی طرف سے اپنے ایک معتمد و معتبر امیر (تیغ جنگ) کو اس کام پر مامور کیا اور اس کا تعلق بلا توسط مدار المہام اپنی ذات سے رکھا (یہی فوج پائیگاہ خاص کے نام سے موسوم ہوئی) اور اپنی ذاتی حفاظت ہی کے لئے امیر پائیگاہ کی نشست اور اس کا پہرہ اپنے ساتھ اور اپنی ڈیوڑھی پر متعین کیا کہ وقت ضرورت اس کے اشارہ پر پوری پائیگاہ اپنی جان فدا کرنے پر حاضر آجائے۔ اس حکمت عملی سے ایک تو نظام علیخاں نے اپنی باڈی گارڈ اور اپنے اشارہ پر کام کرنے والی ایک

معقول فوج تیار کرلی اور دوسری طرف مدار المہام کے زور کو کم کردیا۔

تیغ جنگ کو بتاریخ ۱۹ ر شعبان سنہ ۱۸ جلوس شاہ عالم (م ۱۱۹۱ھ) خطاب شمس الدولہ سے معہ خدمت پائیگاہ سرفراز فرمایا گیا تو وقار الدولہ کے اُن منصوبوں پر پانی پھر گیا جس کو وہ ایک عرصہ سے تیار کر رہے تھے اور جب انھوں نے ریاست کا رنگ بدلتا پایا اور اپنی خیر نظر نہ آئی تو ۹ ر شوال ۱۱۹۳ھ (م ۳۱ ر اکٹوبر ۱۷۷۸ء) کو چھری مار کر خودکشی کرلی۔

مدار المہامی کے فرائض کا اجرا وقار الدولہ کی خودکشی سے معرض التوا میں تو نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے نظام علیخاں نے بذات خود اس میں دلچسپی لینی شروع کردی اور وقت ضرورت تیغ جنگ سے مدد لینے لگے لیکن چونکہ تیغ جنگ کے اصل فرائض بمقابلہ دیوانی یا مدارالمہامی زیادہ اہم اور ذات بندگانعالی سے وابستہ تھے اس لئے وہ اس میں کم دلچسپی لیتے تھے اُن کو غالباً یہ خیال تھا کہ پائیگاہ خاص کا قیام علی الرغم مدارالمہامی ہے اگر اس خدمت کی ذمہ داری اُن پر پڑ جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خوش گوار فریضہ جو پائیگاہ خاص کی صورت میں اُن کے سپرد ہوا ہے اُن سے منتزع ہو جائے۔

غلام سید خاں ارسطوجاہ کی اودسہ حضور میں باریابی اور خدمت دیوانی سے ان کا تعلق

غلام سید خاں سہراب جنگ (ارسطوجاہ) کی طرف سے رکن الدولہ وغیرہ نے نظام علیخاں کو بدظن کرادیا تھا جسکی وجہ سے وہ اودسہ ہی میں رہنے پر مجبور رکئے گئے تھے جب وقار الدولہ نے خودکشی کرلی تو غلام سید خاں کو مناسب معلوم ہوا کہ خود ان کی خدمت کے لئے کوشش کریں لیکن رکن الدولہ کی طرح مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) کے خیالات بھی ان کی نسبت ٹھیک نہیں تھے اور وقار الدولہ

کی قایم مقامی پر غلام سید خاں خود مبارز الملک کی تحریک و درخواست پر مامور ہو سکتے تھے
اس غرض کے لئے انھوں نے مبارز الملک کے خانگی متصدی دولت رام کو معقول لالچ دیکر
فراہم کیا جس نے منجانب مبارز الملک غلام سید خاں کو وکیل مقرر کرنے کے لئے عرضداشت
لکھدی۔ نظام علیخاں نے تیغ جنگ سے مشورہ کیا انہوں نے غلام سید خان کے تقرر سے
نارضامندی ظاہر نہ کی حالانکہ رائے رایاں اُن سے فرمایش کرتے رہے کہ غلام سید خاں
جیسے آدمی کا باریاب رہنا ٹھیک نہ ہوگا معلوم یہ ہوتا ہے کہ تیغ جنگ نے غلام سید خاں کے
تقرر کو اس وجہ سے مناسب تصور کیا کہ اس وقت تک رکن الدولہ کی طرف دار جماعت کا
زور تھا۔ اس جماعت میں مُبارز الملک بھی تھے اگر کوئی ایسا شخص جو اسی جماعت سے تعلق
رکھتا ہو مبارز الملک کی وکالت پر آتا تو ممکن تھا کہ پھر اس کی ترقی ہو جاتی اور اس کے اس منصوبے
کے پیش رفت ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا جس کو رکن الدولہ نے قایم کیا تھا اب جبکہ ایک ایسے
شخص کی تحریک خود مبارز الملک نے کی جو اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا سخت
مخالف ہے تو اس کے اس جگہ پر مامور کئے جانے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اصول سیاست کے
تحت یہی بہت صحیح امر ہے کہ اُس عہدہ دار کے بعد جس نے ایک اہم ترین زمانے میں اپنے منصب
و فرائض انجام دیئے [illegible] عہدہ دار آئے جو اُس کے مقاصد کے خلاف خیالات رکھتا ہو
تاکہ خفیہ اور علانیہ وہ کمزوریاں جو اس کی حکومت میں پیدا ہو گئی تھیں ظاہر ہو جائیں اور
اُن کا معقول علاج ہو جائے۔ بہرحال وقار الدولہ کی خودکشی کے دس ماہ بعد (۸ شعبان ۱۱۹۴ھ)
غلام سید خاں بہادر جنگ بحیثیت وکیل مبارز الملک مامور و باریاب حضور ہوئے معاملات

ملکی و مال میں نظام علیخاں بذات خود حصہ لیتے اور مشورہ میں تیغ جنگ کو بھی شریک کرلیا کرتے تھے جب سہراب جنگ آگئے تو ان کو بھی شریک مصلحت کرنے لگے اور اسی طرح تقریباً دو ڈھائی سال تک کام کرنے کے بعد بندگانعالی نے ملاحظہ فرمایا کہ تیغ جنگ کو معاملات دیوانی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور غلام سید خاں سہراب جنگ اُن سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں اور اس عرصہ میں انھوں نے معقول طور پر واقفیت بھی پیدا کرلی ہے تو جنگ نرمل سے واپسی کے بعد (جس کا تفصیلی ذکر اوراق مابعد میں آئیگا) ان کو بالاستقلال ۱۱۹۷؁ م ۱۷۸۳؁ء میں خدمت مدارالمہامی پر سرفراز فرمایا۔

سکہ قلب کی ترویج اور اس کے انسدادی احکام

اواخر سال ۱۱۹۲؁ م ۱۷۷۸؁ء میں بعض مقامات میں سکۂ قلب بن کر رائج ہوگیا جو روپیہ بازار میں آتا صراف اس پر چار آنے بٹہ لیتے تھے اس وجہ سے عوام میں ایک شورش ہوگئی۔ بندگانعالی نے حکم دیا کہ خزانہ عامرہ کا تمام اثیا روپیہ بلدہ کے ساہوکاروں کو دیکر تاکید کی جائے کہ ایک مہینے میں ان کا کھوٹ اور جوڑ نکالکر سکۂ فرخندہ بنیاد صحیح عیار و وزن کا تیار کرکے داخل خزانہ کریں اور یہی تیار کردہ روپیہ رائج کردیں اور اس کے ساتھ اعتقاد الدولہ کو حکم ہوا کہ شہر میں منادی کردی جائے کہ پھر اس کے بعد صرافوں میں سے کوئی بٹہ نہ لے اگر لیگا تو مناسب سزا دیجائے گی۔

یہاں طریقۂ ٹیکسال پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ نظام علیخاں کے اس حکم کی توضیح و تعریف ہوسکے۔ پہلے ٹیکسال بھی مثل اصول مالگزاری دو طرح پر ہوتی تھی ایک تو امانی میں دوسرے تعہد یا امانی میں تو منجانب سرکار کسی عہدہ دار کو اس غرض کے لئے مامور کردیا جاتا تھا یہ طریقہ بہت کم رائج تھا۔ دور نظام علیخاں میں ٹیکسال کے چند مرکز قرار دئے گئے تھے ان مرکزوں میں

نذر ارسطو جاہ بہ نظام علی خان

سے ہر ایک کا تعہد علٰحدہ علٰحدہ دیا جاتا تھا۔ تعہد دار سکیک سے قبولیت لی جاتی تھی کہ ایک مقرر کردہ عیار اور وزن کے روپے اور پیسے مسکوک کرے۔ تعہد دار بعض اوقات زیادہ بطلب منفعت کی خاطر روپے میں زیادہ کھیٹ شامل کر دیتے تھے عیار سے گھٹ جانے کی وجہ سے صراف لوگ جو اس کو لیتے دیتے تھے اس پر کم قیمت لگاتے تھے جس سے عوام کو نقصان ہوتا تھا اسکو رفع کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ اس تعہد دار کا ایسا مسکوک کیا ہوا تمام سکہ اس کے سپرد کرکے پورے عیار کے نئے سکے بنانے کے لئے اس کو مجبور کیا جائے یہی نظام علیخاں نے کیا اس موقع پر خود بدولت نے جو صرافوں کے خلاف حکم دیا وہ اس لئے بجا تھا کہ اکثر صراف دیدہ و دانستہ پورے عیار کے روپیہ پر بھی بٹہ لیتے تھے صاحب توزک آصفیہ نے اس منادی کے موقع پر صرافان ہنود کی قید لگا دی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "اس کے بعد صرافان ہنود کی قوم سے کوئی روپیئے پر بٹہ نہ لے اور اگر لیگا تو اس کو ذلیل ترین سزا دیجائیگی" قوم کی اس تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روپیہ سے روپیہ اور پیسے سے پیسہ کمانے کے مسئلہ میں علماء اسلام نے سود ہی کے فتاوے صادر کئے ہیں اور عرف عام میں سود کھانا اتنا بدترین گناہ سمجھا جاتا ہے کہ خود سود کا ادا کرنا اتنا برا نہیں حالانکہ دونوں نتیجۃً اور حکماً ایک ہی ہیں اسی بنا پر صرافی کا معاملہ اہل اسلام کے پیشوں میں سے نہیں رہا حیدرآباد میں اس عہد میں سوائے ہنود کے اور کوئی اس پیشے کو اختیار نہیں کرتے تھے اس لئے صاحب توزک آصفیہ نے صرافان ہنود میں عموم و خصوص کی نسبت قایم کی ہے۔

مدراس گورنمنٹ کے سفیر مسٹر ہالنڈ کا ورود حیدرآباد میں اور تصفیہ طلب مسائل پر گفت و شنید

۱۱۹۳ھ (م ۱۷۷۹ء) میں مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو

کو اپنے سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد روانہ کیا جس نے ۲۰ ربیع الثانی سنہ مذکور (م ۳ مئی) ۱۷۷۹ء کو بندگانعالی

کی خدمت میں باریابی حاصل کی اس سفارت کی وجہ یہ تھی کہ ایک عرصہ سے بسالت جنگ کے پاس

فرانسیسی فوج مامور تھی اور اس فوج کے لئے آلات حرب و ضرب بندرگاہ موٹاپلی سے درآمد ہوتے تھے۔

فرانسیسیوں کے ایک دیسی رئیس کے ساتھ تعلق رکھنے کو انگریز اپنے مفاد کے خلاف تصور کرتے تھے۔

اس لئے وہ بسالت جنگ سے مصالحت کے لئے سلسلہ جنباں ہوئے اسی زمانے میں ان کو

حیدرعلیخاں کی طرف سے اندیشہ تھا کہ ان کے علاقہ (ادھونی، گنٹور وغیرہ) پر حملہ کریں گے اس

خطرے میں بسالت جنگ نے ۱۱۹۳ھ م ۱۷۷۹ء میں انگریزوں سے ایک معاہدہ کرلیا جس کی رو سے

انھوں نے اپنی فرانسیسی فوج برطرف کرکے اس کے عوض انگریزی فوج کو ماموُر کرلیا اور گنٹور کا ضلع

انگریزوں کو اجارہ پر دیدیا۔ بلا ترک توسط راست بسالت جنگ سے معاہدہ کرنے کی اطلاع پر

نظام علیخاں انگریزوں سے ناراض ہوگئے اس کے علاوہ ان کی ناراضی کی ایک وجہ اور

بھی ہوئی وہ یہ کہ انگریزوں نے ناگپور کے (بھونسلہ) راجہ سے (جو نظام علیخاں کے اکثر علاقہ پر

متصرف ہونا چاہتا تھا) مصالحت کرلی چنانچہ گورنر جنرل نے مسٹر ایلیٹ سفیر ناگپور کو ایک خط لکھا[۱]

جسمیں اس کو ہدایت دیگئی تھی کہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے بعض علاقہ حاصل کرنے میں ناگپور کے

راجہ سے کوئی سمجھوتہ کرکے اس کو مدد دے۔ نظام علیخاں نے انگریزی کمپنی سے ناراض ہوکر

اُس فرانسیسی فوج کو اپنے پاس ماموُر کرلیا جو انگریزوں کی وجہ سے بسالت جنگ کی ملازمت سے

علیحدہ ہوئی تھی۔ اس اطلاع پر مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ہالینڈ کو سفیر بناکر بھیجا تاکہ وہ نظام علیخاں

کی اس غلط فہمی کو رفع کریں جو ان کو انگریزوں کی نسبت پیدا ہوگئی تھی اور سرکار عالی کے شمالی سرکار کے پیشکش کے

---

[۱] مارشمن ہسٹری آف انڈیا حصہ اول ضمیمہ صفحہ ۳۱۲

بقایا کی نسبت (جو تقریباً دو ڈھائی سال سے ادا نہیں ہوا تھا) اپنے سفیر کو تاکید کی کہ کمپنی[1] کی رقمی مشکلات کا عذر پیش کر کے بقایا میں کچھ کمی کرائیں اور اگر نظام مہربان نظر آئیں تو چند ایسے شرائط کے تحت جو معافی بقایا کا جواب ہوسکیں کل بقایا کو معاف کرالیں اگر اس سے انکار کیا جائے۔ تو اُن (ہالنڈ) کو ہدایت کی گئی تھی کہ بقایا، اور جاریہ پیشکش کی ادائی کی نسبت یہ اطمینان دلائیں کہ رقم جمع ہوتے ہی ادا کر دیجائیگی۔ انگریز یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی فرانسیسی فوج کسی دیسی رئیس کی ملازمت میں رہے اس لئے اس موقع پر انھوں نے فی الآخر مسٹر ہالنڈ کے ذریعے یہ شرط پیش کی کہ اگر فرانسیسی فوج کو جو آپ کی ملازمت میں ہے علحدہ کر دیا جائے تو ادائے بقایائے پیشکش اور حسب تہ نامۂ سابقہ و دیگر امور کے عمل میں لانے میں کوئی امر مانع نہیں رہیگا۔ اسی گفت و شنید میں موسیو تیران نامی فرانسیسی فوج کا سربراہ کار جو منجانب موسیٰ لالی مامور اور نظام علیخاں کے پاس متعین تھا بلا علم و اطلاع حیدرآباد سے نکل گیا اُس کے بھاگ نکلنے کو صاحب توزک آصفیہ حیدر علیخاں والئی میسور کے اغواء و فریب پر محمول کرتا ہے[2] جو دور از قیاس معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اس فوج کے ساتھ ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسی کی فرانسیسی فوج کی علحدگی کے لئے جو کچھ کوشش انگریزوں نے بسالت جنگ کے پاس کی تھی وہ کامیاب ہو چکی تھی جس پر وہ وہاں سے نکل کر نظام علیخاں کے دائرۂ ملازمت میں داخل ہوی۔ اب یہاں سے انگریزوں نے اس کے نکالنے کی کوشش شروع کی تو قیاس یہ ہوتا ہے کہ اس کا ردّ عمل یا وہاں سے علحدہ کئے جانے کے بعد اپنی کوئی اور سبیل کرنا اس فوج کے سربراہ کاروں پر لازم تھا اسی غرض کے تحت اس فرانسیسی سردار کا بے حکم یا بلا علم و اطلاع نکل جانا زیادہ صحیح ہوسکتا ہے بہرحال اس کو گرفتار کر کے قلعہ محمد نگر میں محبوس کر دیا گیا۔

---

[1] جمہ ۲ ہزرٹ ماسٹر آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۳۴ — [2] توزک آصفیہ صفحہ ۲۶۸۔

مسٹر ہالنڈ کی سفارت کے دوران میں مدراس گورنمنٹ[1] اور کلکتہ کونسل میں باہمی اختلاف پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے مسٹر ہالنڈ کے ذریعے کسی امر کا طے پانا مشکل تھا اس لئے باہمی مباحثوں میں مسٹر ہالنڈ بے نیل مرام ۲۵ رجب ۱۱۹۶ھ (م ۷ جولائی ۱۷۸۲ء) کو مدراس گورنمنٹ سے علحدہ ہوکر کلکتہ روانہ ہوئے۔

۱۱۹۵ھ (م ۱۷۸۱ء) میں مبارز الملک (ابراہیم بیگ خاں دھونسہ) مرض سرطان میں مبتلا ہوئے اس کی اطلاع نظام علیخاں کو اس موقع پر ملی جب کہ وہ حیدرآباد کے شمال مشرقی سمت میں تالاب سنگراج کی شکارگاہ میں مصروف سیر و شکار تھے یہ شکارگاہ تیغ جنگ (شمس الدولہ شمس الملک) کے اہتمام سے تیار ہوئی تھی اور اس موقع پر شکار کا سارا انتظام و اہتمام بھی انہیں کی صوابدید پر منحصر تھا مبارز الملک کی علالت کی اطلاع پر اعلیحضرت نے حکیم محمد باقر خاں مسیح الدولہ اور جراح پلنا[2] پسر گورو. نا کو ان کے علاج کے لئے روانہ فرمایا۔ اطباء ابھی اپنے سفر کے تین ہی منزل طے کرنے پائے تھے کہ مبارز الملک کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند فرخ میرزا خاں احتشام جنگ پر ان کی قائم مقامی منظور ہوئی۔ اور خود بدولت سفر کو اس کی غرض سے ۱۲ محرم ۱۱۹۶ھ (م ۶ جنوری ۱۷۸۲ء) کو بلدہ حیدرآباد سے نکلکر باغ گوڑ وسند اس میں قیام گزین ہوئے جہاں سے ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۶ھ (م ۱۷ فروری ۱۷۸۲ء) کو نکل کر قلعہ محمد نگر کے پاس ساحل دریائے موسیٰ پر مقام فرمایا۔ یہاں ایک عرصہ تک قیام فرما کر موضع پنچلکال پہنچے یہیں جشن نوروز منایا گیا جس سے فراغت پانے کے بعد دریائے مانجرا کے کنارے ہضت فرما ہوئے اور چند روز بعد قلعہ کولاس کے گھاٹ (دریائے مذکور) کو عبور کرکے اس کے

---

[1] جیمس مل ہسٹری آف انڈیا جلد چہارم صفحہ ۱۰۰۔ [2] صاحب گلزار آصفیہ نے جراح کا نام بادنا پدر گورو دتا لکھا ہے لیکن صاحب توزک آصفیہ کا بیان زیادہ صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ واقعہ سے قریب تر زمانہ کا مصنف ہے اور اپنی تاریخ کا ماخذ اصل کاغذات دفتری پر رکھا ہے اور اس کے بیان کی تائید حدیقۃ العالم سے بھی ہوتی ہے

دوسرے کنارے پر جا ٹھیرے۔ یہاں افواج کا جائزہ وملاحظہ ہوا فوج پائیگاہ نے اپنے کرتب دکھائے آخر ۲ رجمادی الاول ۱۱۹۶ھ کو قلعہ کولاس سے نکل کر حیدرآباد کی طرف لوٹے ۲۶ رجمادی الاول کو قصبہ اندول میں قیام ہوا اور حویلی وینکٹ کیشو (عامل اندول) میں تشریف لیجا کر رونق بخشی۔ وہاں سے نکل کر ۲۸ رجمادی الاول کو تالاب حسین ساگر پر نزول اجلال ہوا اور پانچ روز تک یہاں قیام رہا کہ ان ایام کو منجموں نے بلدہ حیدرآباد میں داخل ہونے کے لیئے منحوس خیال کیا تھا۔ ان ایام میں ہر شب روشنی وآتشبازی کے نظارے ہوتے رہے۔ اسی منزل میں ۲ رجمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو قریب مغرب اس زور وشور کا طوفان ابر وباراں آیا کہ تمام ڈیرے اکھڑ گئے محلات وغیرہ (جو ہمیشہ اور ہر سفر میں ہمراہ رکاب ہوتی تھیں) انھوں اور اسی بہلیوں میں پناہ گزیں ہویں۔ ۴ رجمادی الثانی ۱۱۹۶ھ کو سواری مبارک داخل بلدہ حیدرآباد ہوئی۔

جنگِ نرمل

جنگ نرمل اور اس کے اسباب

احتشام جنگ نے جب اپنے باپ کی جگہ قایم مقام ہوکر علاقہ نرمل پر عمل دخل حاصل کیا تو اس کی نذریں ان کے تحت کے ملازمین نے پیش کیں۔ جس پر ان کے پھوپھیرے بھائی فرید مرزا اور مغل مرزا اور پھوپھیرے بھنوئی رحیم قلی بیگ (جو ابراہیم بیگ خاں دھونسہ ہی کے زیر پرورش و تربیت یافتہ تھے) نے ان کا استہزا کیا اور پھبتیاں اڑائیں۔ جس سے احتشام جنگ کے دل میں برائی آئی۔ آخر ملک و مال میں اپنا حصہ طلب کرنے کی بنا پر احتشام جنگ نے اپنے بخشی سید ولی محمد اور دیگر حبشی غلاموں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو قید کرکے خفیہ طور پر پھانسی دیدی جائے۔ چنانچہ ساز الملک ابراہیم بیگ خاں دھونسہ کے انتقال کے ساتویں ہی روز اس بخشی نے آئینہ محل میں ان کو گرفتار کرکے گلزار محل کے تہ خانہ میں مقید کردیا اور اسی شب آدھی رات کو ہر ایک کو پھانسی دیکر ہلاک کرڈالا۔ ان کے بعد ہی ان کے مصاحب اور رفقاء میں سے چالیس اشخاص کو موت کے گھاٹ اتارا۔ فرید مرزا و مغل مرزا اور رحیم قلی بیگ کے تحت پانچ چھ پلٹن بار اور تین ہزار پیادہ فوج احشام مامور تھی احتشام جنگ نے سید ولی محمد بخشی کی اس کارگزاری کے صلے میں ان کے دونوں بھانجوں (سید مرتضی و سید میاں) کو اس جمعیت کی سرگی پر سرفرازی بخشی۔ اور بقیہ کارخانجات پر اپنے معتمد کارپردازوں کو مامور کردیا۔ اس انتظام کے بعد احتشام جنگ نے لچھمی پنڈت وکیل اور میر جلال الدین حسین خاں

خانساماں کے استصواب سے سات لاکھ روپے نذرانہ استدعائے خلعت تعزیت اور سند بحالی کے ساتھ حضور میں روانہ کیا۔ جس پر دربار بندگانعالی سے منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار و خطاب احتشام جنگ و خلعت تعزیت سرفراز ہوا اور اسناد بحالی بھی عنایت ہوئے

احتشام جنگ کے مسلط ہونے کے بعد سید ولی محمد بخشی کا اعتبار ان کے پاس بہت زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ بخشی مذکور کی اطلاع کے بغیر ممکن نہیں تھا کہ احتشام جنگ کوئی تنکا بھی اِدھر کا اُدھر کردیں۔ وہ جوش شباب میں راگ و رنگ میں لگے رہے اور بخشی انتظام ملک میں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخشی کی خود غرضیوں سے خیرخواہوں کی وہ جماعت جس کو مبارز الملک دھونسہ نے بڑی تالیف قلوب اور صرف زر کثیر سے فراہم کیا تھا درہم برہم ہوگئی۔ جب بخشی نے یہ محسوس کرلیا کہ ملک و محلات کا انتظام و اہتمام اپنے ہی ید قدرت میں ہے تو اس نے خفیہ طور پر نظام علیخاں کی خدمت میں اس مضمون کا ایک معروضہ لکھا کہ احتشام جنگ ایک ناتجربہ کار لڑکا ہے ملک کا انتظام اُس سے ہو نہیں سکتا ہے اس تمام مال و دولت و خزانہ و جواہر و فوج و احشام و کارخانہ جات (جو نرمل میں موجود ہے) کی سند سرفرازی میرے نام عنایت ہو تو اس لڑکے کو مقید کرکے حضور کی خدمت میں روانہ کردیتا ہوں اور پھر یہاں کا معقول انتظام کرتا ہوں۔ اگرچہ یہاں کی سوانتظامی اور احتشام جنگ کی بے پرواہی کی اطلاعیں حضور میں پہنچ چکی تھیں تاہم خود بدولت نے اس معروضہ پر کچھ اثر نہ لیا اور سید ولی محمد کی نمک حرامی پر محمول کرکے اس معروضہ کو بجنسہ راست احتشام جنگ کے پاس بھیج کر لکھا کہ ہم نے تمھارے باپ کے پاس خدمت سے تم کو اُن کی جگہ مامور کیا ہے تفتیش بھی احتیاط و ادائی فرائض لازم ہے تم کو چاہئے کہ نوکر کو اپنی حد سے گزرنے نہ دیں اور انتظام ملک

اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اس نمک حرام کو جس نے یہ عرضی لکھ بھیجی ہے معقول سزا دیں کہ دوسروں کو عبرت ہو حضور کا عنایت نامہ پہنچنے پر انھوں نے بخشی کو اور اس کے ہوا خواہوں میں سے ہر ایک کو قتل کروادیا۔ نرمل میں یہ کشت و خون تین دن تک جاری رہی اور تقریباً تین سو آدمی بخشی کے مارے گئے اس واقعہ کے بعد احتشام جنگ بذات خود معاملات و انتظام ملک میں حصہ لینے لگ گئے اس کے بعد اپنے حصۂ ملک کے حدود کو وسعت دینے کا خبط انہیں پیدا ہوگیا اور اپنی طاقت و فوج پر غرہ یہاں تک کہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۲ء) میں جب بندگانعالی نے کولاس میں ان کو طلب کیا تو انھوں نے اپنی حاضری سے عذرات لاطائل کے تحت معذرت چاہی اور گو کولاس سے واپسی کے بعد حسب قاعدۂ مستمرہ شمل اور جاگیرداروں و منصبداروں کے ان پر بھی رقم نذرانہ قایم کرکے ان کے مقبوضہ علاقہ کے محاصل کی مناسبت سے نولاکھ روپئے نذرانہ کا مطالبہ کیا گیا تو اس کے جواب میں انھوں نے نہایت گستاخی سے تھوڑی سی باروت اور گولیاں روانہ کرکے لکھا کہ مبلغ مذکور کے عوض میرے پاس یہ جنس حاضر ہے۔ اس خیرہ سری کی فوج کشی ہی کے ذریعے سرکوبی ہوسکتی تھی چنانچہ ۱۱۹۷ھ (م ۱۷۸۳ء) میں ابوالفتح خاں تیغ جنگ کے ہمزلف حسام الدین خاں گھانسی میاں سردلجنگ کو دو ہزار سوار تین ہزار بار رسالہ نادر جنگ فرانسیسی کے ساتھ ان کے طرف روانہ فرمایا انھوں نے کوتگیر پہنچکر وہاں سے سرسواری قلعۂ بودھن پر قبضہ کرلیا۔ احتشام جنگ کی طرف سے اس قلعہ پر رستم خاں جمعدار مامور تھے وہ قلعہ کا قبضہ چھوڑ نرمل چلے گئے۔ احتشام جنگ کو قلعہ بودھن کے ہاتھ سے نکلجانے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی طرف سے ولاور جنگ والو میاں مہدوی اور اماں اللہ خاں وغیرہ کے تحت بارہ ہزار کی جمعیت بار اور بیس توپیں گھانسی میاں کے

مقابلے پر روانہ کیں۔ جو کشٹاپور کے گھاٹ سے دریائے گوداوری کو عبور کرکے قلیل عرصہ میں بودھن کے قریب پہنچ گئی۔ اور طرفین سے مقابلہ شروع ہوا۔ سرکاری فوج حصار کے باہر صف آرا ہوئی دلاور جنگ نے اپنی توپوں سے آتشباری شروع کردی جس سے سرکاری فوج دبتی چلی اس نوبت پر احتشام جنگ کی فوج نے یہ محسوس کرکے کہ فتح اپنی ہے بوقت واحد اپنی جگہ سے بڑھکر سرکاری فوج پر حملہ کردیا۔ گھانسی میاں اپنے ساتھ صرف دوسوا نہ سو دہ کار سواروں کو لیکر علٰحدہ قیام پذیر تھے جب انھوں نے دیکھا کہ احتشام جنگ کی فوج حملہ کی خاطر بے ترتیبی سے آگے بڑھ گئی ہے تو وہ اپنے انہیں معدودے چند سواروں کو لیکر اپنی کمین گاہ سے نکلے اور فوج مخالف پر ٹوٹ پڑے اور وہ جوہر مردانگی دکھائے کہ احتشام جنگ کی فوج کو ہزیمت ہوگئی۔ الو میاں مہدوی اولیٰ الدین جماں اور دیگر سردار جنگ میں کام آگئے دو زنجیر ہاتھی جس میں سے ایک مع نشان و نقارہ تھا اور دو اور حاصل خزانہ غنیمت میں آئے اپنی شکست کو دیکھ کر فرنگی سردار دلاور جنگ باقاعدہ طور پر اپنے ہی مورچہ میں قایم رہ کر سارا دن توپ اندازی کرتا رہا۔ آخر رات میں وہاں سے کوچ کرکے کشٹاپور چلا گیا۔ جہاں وہ شکست یافتہ فوج کو جمع کرکے پھر آمادۂ جنگ ہوگیا۔

نظام علیخاں کو جب باجمعیت قلیل گھانسی میاں کے فتح پانے کی اطلاع ملی تو حضور نے تعریف و تحسین کرکے ان کو حسام الدین خاں سردار جنگ کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور ان کی کمک کے لئے شرف الدولہ، زور آور جنگ، حشمت جنگ، سیف جنگ اور امجد الدولہ کو چالیس ہزار سوار و پیادہ فوج کے ساتھ روانہ فرمایا اور اس کے ساتھ ہی خود بدولت بھی وہاں پہنچنے کے لئے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ (م ۲۸ اکٹوبر ۱۷۸۲ء) کو بلدہ سے نکل کر فتح میدان میں قیام گزیں ہوئے۔

صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ اس منزل[1] پر سے بندگان عالی نے نجم الدولہ میر بخشی اور سید عمر خاں کو حسام الدین خاں گھانسی میاں کی مدد کے لئے روانہ فرمایا۔

گھانسی میاں بودھن سے بالکنڈہ پہنچ کر شاہ بڈھن صاحبؒ کے تالاب کے پاس جا اُترے یہیں بندگانعالی کی مرسلہ افواج کمک اُن سے آملیں اس مقام سے کشٹاپور (جہاں احتشام جنگ کا فرانسیسی فوج کا سردار دلاور جنگ قایم تھا) تین کوس پر تھا۔ یہ فرانسیسی سردار اس دوران میں سرکاری افواج پر چھاپے مارتا رہا آخر تمام افواج جمع ہونے پر گھانسی میاں اس کے مقابلہ پر نکلے صبح سے شام تک معرکۂ توپ و تفنگ جاری رہا اس موقع پر احتشام جنگ بھی نرمل سے نکل کر کشٹاپور میں اپنی فوج سے آملے تھے فرانسیسی فوج کا سردار سر شام دریائے گوداوری عبور کر کے موضع کانڈلے میں (جو نرمل سے پانچ کوس واقع ہے) جا ٹھہرا۔ اور فوج سرکاری بالکنڈہ واپس آئی اور عشرۂ شریف محرم ۱۱۹۸ھ (م اواخر ۱۷۸۳ء) یہیں گزارا۔ نظام علیخاں ۶ ذیحجہ ۱۱۹۶ھ م ۱۲ نومبر ۱۷۸۲ء کو فتح میدان سے نکل کر قلعہ ایلگندل روانہ ہوئے۔ ۸ ذیحجہ کو وہاں پہنچے دوسرے روز قلعہ کی سیر کی ۲۸ ذیحجہ کو وہاں سے نکل کر ۲۹ ماہ مذکور کو ایلواڑہ پہنچے اور راجہ باگسوار کے چلہ کے پاس قیام فرمایا ۳ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۹ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو دولت رائے قلعہ جگتیال[2] کے محاصرہ پر مامور ہوئے اور کریم داد خان اور نو مسلم فرنگی اور رسالہ یکہ تاز جنگ اور رسالہ شجاعت جنگ و نوشیروان و غلام علی وغیرہ رائے مذکور کے ساتھ متعین کئے گئے۔ بعد عشرۂ محرم جب بندگانعالی نے منزل ایلواڑہ سے

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ ۳۰۵

[2] اس قلعہ کی تعمیر ۱۱۸۱ھ (م ۱۷۶۷ء) میں ابراہیم بیگ خان دھونسہ نے کی تھی اور احتشام جنگ کی طرف سے یہاں کی قلعداری پر سید ناظر حسین متعین تھا۔

کوچ فرمانے لگے تو راجہ پدم سنگھ و کنور جودھ سنگھ کو بھی جگتیال ہی کے محاصرہ میں شریک رہنے کا حکم دیا۔ آخر محاصرہ سے عاجز آکر قلعہ مذکور کا قلعہ دار سدی ظفر الماس ۲۰ محرم ۱۱۹۷ھ (م ۲ جنوری ۱۷۸۳ء) کو قلعہ سرداران سرکاری کے سپرد کرکے خود آپ دولت رائے کے توسط سے بندگانعالی کی خدمت میں حاضر ہوا حضور سے اس کو منصب پانصدی اور خطاب خانی پر سرفرازی ہوی اور خود بدولت غرۂ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۶ جنوری ۱۷۸۳ء) کو کورٹلہ سے نکل کر جگتیال رونق افروز ہوے قلعہ کو ملاحظہ فرماکر بالکنڈہ کی طرف کوچ فرمایا اور موضع کرطیال، کورٹلہ، مٹپلی سے ہوتے ہوے موضع پالم پر نہضت افروز ہوے۔ جب سواری مبارک بالکنڈہ کے قریب پہنچی تو گھانسی میاں اور دوسرے امرا اپنی اپنی فوج کے ساتھ استقبال کرکے قدمبوس ہوے اس کے دوسرے روز یہاں سے ساری مجتمعہ فوج آگے روانہ ہوی اور ۱۴ صفر ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ جنوری ۱۷۸۳ء) کو رفعت الدولہ سربلند جنگ، حسام الدین خاں گھانسی میاں، یکہ تاز جنگ، محمد بہلول خاں، سدی عبداللہ خاں، سید عمر خاں، محمد سلیماں، مصطفی بیگ و شجاعت جنگ، محمد حسین خاں و غلام رسول خاں وغیرہ سردار اپنی اپنی افواج کے ساتھ دریائے گوداوری کے پار ہوے۔ احتشام جنگ اس عبور کے موقع پر بے پروائی کے ساتھ مصروف سیر و شکار تھے ورنہ دوران عبور میں جنگ کا معقول امکان تھا۔ سرکاری فوج کی طلایہ داری پر رفعت الدولہ، راجہ مہندر، راجہ پدم سنگھ، کنور جودھ سنگھ مامور ہوے عبور کی اطلاع کے بعد احتشام جنگ کی فوج مقابل ہوی لیکن توپوں کی زد سے بہت جلد پسپا ہوکر قلعہ چٹیال میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی۔ ۱۵ صفر کو خود بدولت نے بھی دریائے مذکور کو عبور فرمایا۔

اس کے بعد غرۂ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ (م ۴ فروری ۱۷۸۳ء) کو احتشام جنگ نے ملازمت حضور

وعفو جرایم کی نسبت بعض شرائط کے ساتھ ایک معروضہ روانہ کیا۔ جن میں سے بعض کو منظور فرماکر
خود بدولت نے ان کو حاضری کا حکم دیا لیکن اس کو احتشام جنگ نے تسلیم نہ کیا اور سوال وجواب
میں معذرت ومعافی ملتوی رہی یہاں تک کہ ۶ ربیع الاول کو حضوری سرداروں میں سے
بعض نے اپنی قیام گاہ اور قلعہ کے درمیان جو پشتہ کوہ واقع تھا اُس پر اس خیال سے قبضہ
کرلیا کہ کہیں فریق مخالف اُس پر توپیں نہ چڑھا دے اس کے قبضہ میں مختصر سا مقابلہ ہوا جس میں
احتشام جنگ کے سپاہی پسپا ہوے اور قلعۂ جٹیال میں داخل ہو گئے۔ اس پشتہ کوہ پر قبضہ پانے
کے بعد دوسرے ہی روز بندگانعالی دریائے گوداوری کے کنارے سے اُٹھ کر اپنی فوج سے
آملحق ہوے۔ اس کے دوپہرے دن خود بدولت ہودج میں سوار ہو کر نکلے۔ خواصی میں تیغ جنگ
شمس الملک تھے حسب الحکم ہر طرف حملہ شروع ہوا۔ اثناءِ جنگ میں سید عمر خاں نے حاضر ہو کر حضور
عرض کی کہ سدی یاقوت و دلاور جنگ فرنگی اپنے اپنے گروہ کے ساتھ میری افواج سے مقابل
ہو گئے ہیں جمعیت غلام قلیل ہے اس لئے کمک کا امیدوار ہے معاً شمس الملک نے حضور کے
حکم پر مکارم خاں کو اس کے ساتھ کر دیا اور محمد عظیم خاں اور پرورش علیخاں کو جلد کمک پہنچانے
کے لئے حکم دیا اسی دوران میں شاہ میرزا پسر ثابت جنگ سواران پائیگاہ وجوق حبوش و پیدلہ
کے ساتھ حملہ میں شریک ہو گئے اور ادھر عظیم خاں جوانان پائیگاہ اور اپنے رسالہ کے ساتھ
حریف کے قلب پر حملہ آور ہوے۔ اس جنگ میں نظام علیخاں کی فوجی ترتیب نقشہ سے ظاہر ہوگی

نقشہ صفوف جنگ سنہ ۱۱۹۷ھ

بمقابلہ احتشام جنگ بمقابلہ چٹپال من مضافات فارمل

التمش

سید عمر خان و شاہ مرزا پسر ثابت جنگ و محمد عظیم خان

میسرہ	قلب	میمنہ
گھاسی میاں و علی محمد خان پسر مجاہد جنگ	نظام علی خان	نجم الدولہ امجد خان و غلام امام خان (صولت جنگ پسر شرف الدولہ)

طرح میسرہ	طرح میمنہ
رفعت الدولہ	پرورش علیخاں

یہی معرکہ فیصلہ کن ثابت ہوا اس کے متعلق صاحب تذکرۂ نرمل نے تفصیل یہ لکھا ہے کہ جس وقت احتشام جنگ کو سدی ظفر الماس کے مطیع ہوتے اور قلعہ جگتیال کے ہاتھ سے نکل جانے کی اطلاع ملی تو انہوں نے بسر جلسۂ عام تمام گروہ غلامان و حبشیوں پر سخت اظہار رنج و غضب کر کے بے وفائی کا دھبّہ ان پر لگایا تھا اس محفل میں سدی یاقوت بھی موجود تھا (اس حبشی غلام کے زیر اثر رسالہ عرب و حبش و روہیلہ دیگر کارخانہ جات بھی تھے) اس کو یہ ناگوار گزرا اور اس کے بعد سے اس نے عزم بالجزم کر لیا کہ کسی موقع پر اپنی بہادری اور وفاداری کا ثبوت دے یہاں تک کہ ایک روز جب کہ سرکاری فوج میدان میں نمودار ہوئی تو وہ اپنی عرب و روہیلہ اور حبشیوں کی جملہ ایک ہزار فوج کے ساتھ قلعہ مذکور سے نکل کر حملہ آور ہو گیا اس کے ساتھ ہی فرانسیسی فوج کا سردار ولاو جنگ بھی اپنی فوج کو لیکر نکل آیا اور قلعہ کی توپوں سے گولے آگ برسنے لگے ۔ ادھر سے حضوری افواج بھی آگے بڑھیں مقابلہ دست بدست ہو گیا احتشام جنگ کی بڑھ کر آئی ہوئی تقریباً ساری فوج کٹ گئی عہدہ داروں میں سے سدی یاقوت تو زخموں میں چور ہو کر میدان ہی میں گرفتار ہو گیا ولاو جنگ البتہ زخمی ہو کر واپس ہو گیا احتشام جنگ کے گارڈیوں کی فوج کے بارہ نشان بندگانعالی کی فوج کے ہاتھ آئے ۔ اس شکست سے احتشام جنگ کا دل شکستہ ہو گیا اور جنگ سے نادم ہو کر عفو تقصیرات کے لئے اپنی والدہ کو خدمت بندگانعالی میں روانہ کیا اس سیّدہ بیوہ کی عرض پر[1] احتشام جنگ کو دربار میں حاضر کرنے کے لئے مشیر الملک (غلام سیّد خان سہراب جنگ) کو روانہ کیا گیا ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۷ھ ہجری (م ۱۷ فروری ۱۷۸۳ء) کو

۱؎ نوادر آصفیہ صفحہ (۳۱۷)

وہ حاضر دربار ہوئے ان کی تقصیرات کو معاف کر کے بندگانعالی نے اپنے ہاتھ سے ان کو سرپیچ مرصع باندھا اور خلعت عفو سے سرفرازی بخشی طلب معافی کے واقعہ کی نسبت صاحب تذکرہ نرمل کا بیان یہ ہے کہ پہلے احتشام جنگ نے اپنی والدہ کی طرف سے عریضہ لکھا جس میں اُن کی ناتجربہ کاری اور سخن نشنوی کا اظہار کر کے عفو تقصیرات کی درخواست کی گئی تھی۔ اس کو ملاحظہ فرما کر بندگانعالی نے ماماٹرن کو پھولوں کا گہنا دیکر احتشام جنگ کے پاس روانہ فرمایا وہ اُن کے پاس جاکر بڑی مدارات سے پیش آئی پھولوں کے ہار ان کو پہنائے اور فہمایش کر کے احتشام جنگ کو گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ہمراہ حضور میں لے آئی قدمبوسی کے بعد بندگانعالی نے ان کے تقصیرات کو معاف فرمایا اور احتشام جنگ نے ابراہیم باغ (جس کو ان کے والد ابراہیم بیگ خان دھونسہ نے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر تیار کیا تھا اور اسی میں ان کے محلات وغیرہ رہتے تھے) خالی کر کے خود آپ عیدگاہ کے متصل میدان میں ڈیروں میں جا ٹھیرے جس کے بعد خود بدولت نے غلام سید خان سہراب جنگ (معین الدولہ مشیر الملک ارسطوجاہ اعظم الامرا) کو حکم دیا کہ علاقہ نرمل کا جمع خرچ وخزاین نقد و جواہر وغیرہ کا متصدیوں سے جایزہ لیں اور ملاحظہ میں پیش کریں چنانچہ نقد ایک کرور روپیہ کے علاوہ از قسم زر و زیور و جواہر و جنس کارخانہ جات قیمتی ایک کرور روپے برآمد ہوئے کارخانہ جنسی کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ ہتھ دہات و بخرس وغیرہ کی عمدہ عمدہ توپیں قلعہ گولکنڈہ روانہ کردیں اور باقی دوسری توپیں نرمل کے قلعہ اور شہرپناہ اور برجوں پر رکھدیں اس کے بعد نرمل کی عملداری اور قلعہ نرمل کی قلعداری پر امام علی خان برہان الدولہ کو

---

۵۸ تذکرۂ نرمل صفحہ (۹۲)

نامزد فرمایا۔ اور احتشام جنگ کو صوبہ داری ایلچپور اور خطاب ظفر الدولہ سے سرفراز کیا۔ اس انتظام واہتمام کے بعد سیر و تماشائے محلات و باغ وغیرہ میں ایک عرصہ گزار کر ۲۶ رجمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۲۹ رمئی ۱۷۸۳ء) کو وہاں سے نکلکر بروز جمعہ ۴ ررجب ۱۱۹۷ھ (م ۵ رجون ۱۷۸۳ء) کو داخل بلدہ حیدرآباد ہوئے۔

۱۱۹۸ھ میں پیشوا کے ساتھ ایک معاہدہ کے طے کرنے کے سلسلے میں بندگانعالی اودگیر تشریف لے گئے۔ اس معاہدہ کی تفصیل اور اسباب اوراق مابعد میں بیان ہوگی۔

اتحادِ پیشوا و نظام علیخاں

ٹیپو سلطان کے مقابلہ کے لئے مرہٹوں کا نظام علی خان کو اپنے ساتھ متفق کرنا اور اسی غرض کے تحت صلح نامہ ایت گیر کا طے پانا

۴ جمادی الثانی ۱۱۹۷ھ (م ۷ مارچ ۱۷۸۳ء) کو انگریزی کمپنی اور پیشوا کے مابین ایک صلح نامہ (بنام صلح نامہ سال بائی) طے پایا جس کا فقرہ نہم ریاست خداداد میسور سے متعلق اس مضمون پر مشتمل تھا کہ حیدر علی خان نے پیشوا سے گو مصالحت کر لی تھی لیکن وہ پھر فساد برپا کر کے انگریزی کمپنی اور اس کے حلیف محمد علی خان والی کرناٹک کے (ارکاٹ) بعض علاقہ جات پر قابض و متصرف ہو گئے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہاں مقبوضات کو واپس اور گرفتاران جنگ کو رہا کر دیں جو حالیہ جنگ میں انہوں نے حاصل و گرفتار کئے تھے اور ۹ رمضان ۱۱۸۱ھ (م ۲۹ جنوری ۱۷۶۸ء) کے عہد نامہ کی رو سے (جو حیدر علی خان اور پیشوا کے مابین ہوا تھا) محمد علی خان اور انگریزوں کے جس حصہ ملک پر وہ قابض ہو گئے تھے چھ مہینے میں واپس کر دیں۔ اس کے مقابل انگریزوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ حیدر علی خان کے ساتھ کوئی مخالفت اس وقت تک نہ کریں گے جب تک کہ وہ انگریزوں یا ان کے حلیف کے ساتھ کوئی مخالفانہ طرز عمل اختیار نہ کریں۔

اس شرط صلح سے ظاہر ہے کہ انگریزی کمپنی پیشوا کے ذریعہ حیدر علی خان سے اپنے متنازعہ مقبوضات کو حاصل کر لینا چاہتی تھی۔ لیکن اس صلح نامہ کے پانچ ماہ قبل ہی یکم محرم ۱۱۹۷ھ (م ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو مرض سرطان سے حیدر علی خان کا انتقال ہو گیا تھا۔

جن کے بعد ان کے فرزند ٹیپو سلطان ان کے قایم مقام ہوئے تھے اُن پر لازم نہ تھا کہ وہ اس باہمی مصالحت کو قایم رکھتے جو ان کے والد اور پیشوا کے مابین تھی۔ اور نہ اُن پر اس شرط مندرجہ صلح نامہ سال بائی کی تعمیل کی ذمہ داری قانوناً عاید ہو سکتی تھی۔ او ر ممکن ہے کہ انگریزی کمپنی نے سابقہ تہد نامہ کی تجدید اور ٹیپو سلطان سے اس کی توثیق کرانے کے لئے پیشوا کو مجبور یا آمادہ کرانا مناسب تصور کیا ہو اس لئے انہوں نے راست ٹیپو سلطان سے ایک جدید صلح نامہ کی تکمیل کا تصفیہ کر لیا لیکن وہ اپنے والد کے انتقال کے قبل ہی سے انگریزی کمپنی اور اس کے جنوبی ہند کے زمیندار حلیفوں کے ساتھ بر سر پیکار تھے جس کا سلسلہ سال مابعد تک چلتا رہا۔ آخر جب انگلستان کی حکومت نے اپنے فرانسیسی حریفوں سے صلح[1] کر لی تو اس کی شرائط کے تحت فرانسیسیوں کو ٹیپو سلطان کے پاس سے متعینہ فرانسیسی عہدہ داروں کو واپس طلب کر لینا پڑا۔ اس طرح ٹیپو سلطان کے پاس سے جب ایک شایستہ اور معقول فرانسیسی فوج نکل گئی تو پیش پا افتادہ مہم میں وہ اس قابل نہیں رہے کہ خود تنہا انگریزی فوج سے مقابلہ کرتے اس زمانے میں وہ قلعہ منگلور کے محاصرہ پر تھے ناچار انہوں نے مصالحت کو مناسب تصور کیا اور ۱۱؍ مارچ ۱۷۸۴ء (م ۲۶؍ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ) کو ایک صلح نامہ (بنام صلح نامہ منگلور) طے پایا جس کی رو سے فریقین نے اپنے اپنے سابقہ مقبوضات پر قابض اور حالیہ مقبوضات کو چھوڑنے کا اقرار کر لیا جس طرح انگریزوں کو ریاست میسور کا کھٹکا لگا ہوا تھا اسی طرح مرہٹہ سرداروں کو بھی اس کی طرف سے خطرہ تھا جب پیشوا کو یہ علم ہوا کہ

---

[1] یہ صلح ۱۷۸۳ء (م ۱۱۹۸ھ) میں بمقام واسیلز (فرانس) ہوئی۔

انگریز اور ٹیپو سلطان کے مابین صلح ہو رہی ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ انگریزی کمپنی معاہدہ سال بائی کو فسخ کرنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ جس پر انہوں نے ٹیپو سلطان کے پاس بغرض مصالحت وصول چوتھ اپنے ایلچی روانہ کئے جس کے جواب میں ٹیپو سلطان نے کہلا بھیجا کہ ان کے والد نے چند ضرب توپ اور بندوقوں کے سوائے کوئی اور چیز متروکہ میں نہیں چھوڑی ہے جس کے ساتھ میں حاضر ہوں اس جواب سے مرہٹوں نے خایف و بُزدل ہو کر یہ تجویز کی کہ نظام علی خان کے ساتھ اتحاد قایم کر کے ٹیپو سلطان سے ان علاقوں کو حاصل کریں جن پہ انہوں نے قبضہ کر لیا تھا اور ان حملوں کا جوان ہر دو کے مقبوضات پر ہو رہے تھے یا آئندہ جن کے لئے تیاریاں جاری تھیں مقابلہ اور سدباب کریں انہوں نے نظام علی خان کو یہ سمجھایا کہ جس طرح پیشوا کے اکثر علاقہ پر ٹیپو سلطان نے قبضہ کر لیا ہے اسی طرح خود نظام علیخان کے علاقے بھی ان کے حملات و تصرف سے محفوظ نہیں رہے اور یہ تحریک کی کہ ہر دو قوتیں کسی باہمی مصالحت کے ساتھ ٹیپو سلطان کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے مقبوضات ان سے حاصل کر لیں اور اس کے بعد بھی وہ صلح نہ کر لیں تو ان کے علاقے میں درآئیں لیکن ہر دو رؤسا کا اپنے اپنے مستقر حکومت پر رہکر ایسے معاہدہ کا جلد اور حسب مراد طے پانا غیر ممکن تھا اس لئے دونوں فریقوں نے یادگیر کے قریب دریائے بھیما کے کنارے اس کی تکمیل کی قرارداد کی چنانچہ نظام علی خان ۱۴ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ (م ۴ ر فروری ۱۷۸۴ء) کو حیدرآباد سے نکل کر یادگیر روانہ ہوئے اس موقع پر ٹیپو سلطان کے خلاف عمل جارحانہ اختیار کرنے میں نظام علیخان کو بجانب حق قرار دینے کے لئے صاحب تزک آصفیہ پہلے ٹیپو سلطان کی زیادتیوں کو

بیان کرتا ہے اور اس کے بعد نظام علی خان کی فہمایش چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ۱۱۹۸ھ[1] کے اوایل میں ٹیپو سلطان نے اپنا روپیہ (جو وزن میں دو تولے اور جس میں ان کے نام کے ساتھ سلطان کا لفظ شامل تھا) مسکوک کر کے میسور کے علاقہ میں جاری کرنے کے علاوہ ممالک محروسہ بندگانعالی میں بھی جاری کرا دیا چنانچہ ایسا بہت سا روپیہ حیدر آباد میں بھی پہنچکر کوچہ کوچہ رائج ہو گیا اور یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی کہ وہ بندگانعالی کے مقابلہ میں خروج کر رہے ہیں ان کے مراسلات جو اسی زمانے میں بندگانعالی کی خدمت میں وصول ہوے اس کی تائید کرتے تھے کہ خلاف رسم قدیم اور اپنے باپ کے طرز عمل کے خلاف انھوں نے مراسلات میں عرضی کی مد نکالکر مساویانہ طریقہ پر خطوط لکھ بھیجے اور ان قلعجات ورگنول کو جنہیں ان کے باپ حیدر علی خان کھو بیٹھے تھے۔ لوٹ لاٹ کر ویران کر دیا۔ دریائے شور کے زمینداران و رعایا کو معمولی حرکات و جرایم کے بہتان کے ساتھ ان کے ورثہ سے محروم کر کے علم ظلم بلند کر رکھا تھا اس پر بھی قانع نہ رہ کر غنیم (انگریزی کمپنی) کے مقبوضات پر طرح طرح کے خارج از تقریر و تحریر مظالم برپا کر کے اکثر قلعے بجبر حاصل کر لئے اور ہر طرف اپنی سلطانی کا شہرہ اور طنطنہ قایم کر دیا تھا اور برہمنان پونہ وغیرہ کو جس جگہ پاتے دستگیر کر کے مختون کر دیتے اور انگریزوں کو بندرگاہوں اور ان کے قلعوں میں سے قید و گرفتار کر کے آتش غضب میں جلا ڈالتے تھے ان مظالم کی اطلاع جب بندگانعالی کو دیگئی تو انھوں نے یہ نصیحت نامہ لکھا کہ "نامدولت اب تک تمھاری بے اعتدالی و شوخی سے چشم پوشی کرتے رہے

[1] توزک آصفیہ صفحہ (۳۳۰)

اور چونکہ تمہاری ہمت بلندان عیسائیوں کے دفع کرنے اور غاصبوں کے خلاف کوشش میں مصروف رہی ہے ہم نے تمہاری مدد اور رعایت کو مقدم جانا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے مناسب یہ ہے کہ اپنے حرکات سے باز آکر راہ راست اختیار کرو ہم کو اُس عہد و پیمان کا پاس ہے جو ہمارے اور تمہارے والد کے مابین ہوا تھا انہوں نے تم کو ہماری حفظ و امانت میں سپرد کیا تھا اور ہم نے اپنی شمشیر خاص تمھیں مرحمت کی تھی اب بھی اگر اپنے حدود سے متجاوز نہ ہو تو حسب حال تمہاری رعایت کیجائیگی والا آنچہ خواست ایزدی است بظہور می رسد۔[1] اس نصیحت نامہ کے بعد چندے انہوں نے ملک و مال سے دست تعدی کھینچ لیا لیکن پھر حسب سابق زیادتیاں شروع کیں مکرر پنڈت پردھان کے سرداروں کے عرایض پر ٹیپو سلطان کے خلاف مرہٹوں سے اتحاد قایم کرنے کے لئے بندگانعالی ابت گیر (یادگیر) روانہ ہوئے۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۸ھ (م ۱۸ مارچ ۱۷۸۴ء) کو بالاجی پنڈت عرف نانا پھڑنویس نے باریاب ہوکر اپنا عندیہ بیان کیا گفت و شنید کے بعد بوقت رخصت بندگانعالی نے اپنے دست مبارک سے شمشیر با قبضہ مرصع و علی بند اور خنجر مرصع با علاقہ مکلل ان کی کمر میں لگایا جس پر پنڈت مذکور نے سرو قد کھڑے ہوکر تسلیمات بجالائی۔ اور ایک اشرفی نذر گزرانی دوسرے روز پنڈت مذکور سوال جواب صلح نامہ کے تحت پھر حاضر دربار ہوئے۔ ۷ جمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۲۹ مارچ ۱۷۸۴ء) کو خود بدولت ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے پنڈت مذکور نے

---

[1] تزک آصفیہ صفحہ (۳۲۲)

ایک کوس آگے آکر حضور کا استقبال کیا اور ان ڈیروں میں جو حضور ہی کے لئے نصب کئے گئے تھے ان کو لیجا کر بٹھایا اور بہت سارے جواہر گراں بہا اور اقمشہ اعلیٰ نذر کئے۔ یہیں تکاجی ہولکر نے بھی بندگانعالی سے ملاقات کی دفعات عہدنامہ کے طے ہونے کے بعد مرہٹہ سرداروں کی طرف سے بندگانعالی کو پر تکلف دعوت دیگئی جس میں ۱۳ رجمادی الاول ۱۱۹۸ھ (م ۴ راپریل ۱۷۸۴ء) کو اعلیحضرت معہ صاحبزادگان و امراء رونق افروز بزم ہوئے اور ۲۲ رجمادی الاول کو دریائے بھیما کے کنارے سے نکل کر قلعہ ایت گیر کی سیر کی اور وہیں عسکر جنگ قلعدار کی نذر قبول فرمائی اور ان کو جواہر سے سرفراز بھی فرمایا۔ اس کے بعد تکاجی ہولکر نے بندگانعالی کی ایک ضیافت علیحدہ کی۔ اس میں جن مرہٹہ سرداروں پر بندگانعالی کی جانب سے سرفرازیاں ہوئی ہیں ان کی تفصیل شاہ تجلی[1] نے بتائی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل آٹھ نامور مرہٹہ سردار اس موقع پر موجود تھے تکاجی ہولکر۔ نانا پھڑنویس۔ ہری رام پھڑکیہ۔ کشن راؤ بلال۔ اپا بلونت راؤ۔ گوبند کشن پسر کشن راؤ۔ گوبندراؤ بھگونت۔ بلونت راؤ نایب مودھاجی بھونسلہ۔ بندگانعالی یہاں سے ۵ رجب ۱۱۹۸ھ (م ۲۶ رمئی ۱۷۸۴ء) کو حیدرآباد واپس ہوئے۔ منازل واپسی میں بمقام دھنواڑہ حضور کے ملاحظہ میں عہدنامۂ ایت گیر پیش ہوا جس پر ۶ رشعبان ۱۱۹۸ھ (م ۵ رجون ۱۷۸۴ء) کو خود بدولت نے دستخط کر کے تکمیل کر دی۔ یہ عہدنامہ عہدنامہ ایت گیر کے نام سے موسوم ہے اس کی نقل ضمیمہ (ب) میں قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کی جائیگی۔

اسی سفر میں ایک مقام پر کسی آوارہ گرد درویش نے تہذیبی قوم پر درشت کلامی کی

---

[1] توزک آصفیہ صفحہ (۳۳۲)

فوج ہمرکاب ہیں بعض اس قوم کے افراد بھی تھے جن کو اس کی تلخ کلامی ناگوار گذری جس پر
سپاہیوں میں خون ریزی ہوگئی اس واقعہ کی تفصیل ہم نے اپنی تصنیف "سوانح تیغ جنگ"
میں بتلائی ہے آخر تیغ جنگ (شمس الملک امیر اول پائیگاہ خاص) کی فہمائش پر جھگڑا چکا
اس واقعہ کے دوسرے روز سواری مبارک پالمور (معروف بہ محبوب نگر) پہنچی جہاں سے
بمنازل طولانی طے مسافت کرکے ۱۲ر شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۱۱ر جون ۱۷۸۴ء) کو بہ کمال فراغ داخل حیدرآباد ہوئے

انگریزی کمپنی کو جب یہ علم ہوا کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کے مابین کوئی باہمی سمجھوتہ
ہو رہا ہے تو اس اتحاد کو اپنے اغراض کے خلاف تصور کیا اور مسٹر جانسن کو بہ حیثیت سفیر
حیدرآباد روانہ کیا تاکہ اس باہمی اتحاد میں اگر کوئی امر انگریزی کمپنی کے مقاصد کے خلاف
طے ہوا ہو تو اس کا دفع دخل ہو جائے اور یہ بھی ان کے شریک مصلحت ہو جائیں اس
موقع پر انگریزی کمپنی کو نظام علی خان سے جنگ برپا کرنے کے لئے ایک حیلہ موجود تھا کہ بسالت جنگ
کا انتقال ہوکر ایک عرصہ ہوگیا تھا لیکن پھر بھی انہوں نے گنٹور کو بموجب معاہدہ ۱۱۸۱ھ انگریزی
کمپنی کے سپرد نہیں کیا تھا اس لئے اس موقع پر اپنے سفیر کو بھیجنے میں مصلحت تھی کہ ان کو
اپنے خلاف ہونے نہ دیں چنانچہ مسٹر جانسن حیدرآباد پہنچکر یکم شعبان ۱۱۹۸ھ (م ۲۱ر مئی ۱۷۸۴ء)
کو حضور میں باریاب ہوئے اور منجانب شاہ انگلستان تحفے تحایف پیش کئے۔ وہ تقریباً
دس مہینے حیدرآباد میں رہکر ۲ر جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ (م ۱۲ر اپریل ۱۷۸۵ء) کو واپس ہوئے۔

قلعہ بادامی کا محاصرہ ایت گیر کے صلح نامہ کے بعد پیشوا نے اُدھر اپنے سرداروں کے نام فراہمی
فوج کے احکام دیئے اور اِدھر نظام علی خان نے اس کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پونہ سے

پیشوا ٹیپو سلطان کی حدود کی طرف بڑھے اور نظام علی خان بھی ۲۳ ر محرم سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۶ ر نومبر ۱۷۸۵ء) کو جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہونے کی غرض سے حیدر آباد سے نکل کر عیدگاہ جدید کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ ان ایام میں تیغ جنگ کے فرزند کی تسمیہ خوانی ہو رہی تھی جس کی تکمیل یہیں کر کے ۸ ر صفر (م ۱۱ ر دسمبر) کو آگے بڑھے اور منزل بمنزل اودگیر سے ہوتے ہوئے ۱۴ ر جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۳ ر اپریل ۱۷۸۶ء) کو قلعہ بادامی کے محاصرے میں مرہٹہ سرداروں کے شریک ہو گئے۔ محاصرہ کا دوران بڑھنے لگا تو نظام علی خان اپنی طرف سے شرف الملک رفعت الملک، حشمت جنگ، راجہ تیج سنگھ، کنور جودھ سنگھ، کنور بیجے سنگھ، کنور نرندر سنگھ، رستم راؤ باندھرہ، محمد لودھی خان، سوائی خان، داؤد خان وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ محاصرہ پر چھوڑ کر خود آپ بلدہ حیدر آباد واپس ہوئے جہاں ۱۹ ر رجب سنہ ۱۲۰۰ھ (م ۱۸ ر مئی ۱۷۸۶ء) کو پہنچے

قلعہ ادھونی کا محاصرہ

قلعہ بادامی کا محاصرہ حسب بیان نشان حیدری[۵] نو مہینے رہا آخر برضامندی قلعہ دار اس پر قبضہ ہوا جس کے بعد متحدین کے سرداروں نے قلعہ دھارواڑ، جالی ہلی، گجندر گڈھ نول کنڈہ، نرگوندہ وغیرہ پر بھی قبضہ حاصل کر لیا جب ٹیپو سلطان کو اس کی اطلاع ملی اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس نواح کے زمیندار اور پالیگار متحدین سے متفق ہو گئے ہیں تو اس سمت پیش قدمی کرنے سے باز رہ کر انہوں نے اپنی فوج جرار کے ساتھ قلعہ ادھونی کا رخ اختیار کیا یہ قلعہ بسالت جنگ کے فرزند مہابت جنگ کے زیر تصرف تھا جو نظام علی خان کے بھتیجے (فرزند بسالت جنگ) بھی تھے اور داماد بھی۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کے پاس اپنے

---

[۵] نشان حیدری صفحہ ۳۰۰

دیوان اسد علی خان کو روانہ کیا تاکہ ان کا عندیہ معلوم کرے اور اگر ممکن ہو تو مناسب شرائط کے ساتھ ان سے مصالحت کی بنا قایم کرے لیکن ٹیپو سلطان نے کسی شرط صلح پر رضامندی کے اظہار کے عوض ان سے کہا کہ نظام علی خان کی مخالفت کی وجہ سے وہ اس قلعہ (ادھونی) پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر مہابت جنگ خود ٹیپو سلطان کے ساتھ متفق ہو کر باہمی صلح کرلیں تو پھر ان کو ان سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ لیکن مہابت جنگ نے اس کو تسلیم نہ کیا اور متحصن ہو گئے ٹیپو سلطان نے قلعہ ادھونی کا محاصرہ کرلیا اس کی اطلاع نظام علی خان کو ملتے ہی انہوں نے تیغ جنگ اور ارسطو جاہ کو اپنے بھائی ہمایوں جاہ (میر مغل علی خان) کی رکاب میں ٹیپو سلطان کے مقابلے کے لئے ادھونی روانہ کیا۔ ہر دو امیر ہمایوں جاہ کی رکاب میں غرۂ شعبان ۱۲۰۰ھ (م ۲۰ ر مئی ۱۷۸۶ء) کو حیدر آباد سے نکل کر بکوچ ہائے طولانی مضافات ادھونی میں پہنچے اس خبر کے سنتے ہی ٹیپو سلطان محاصرہ چھوڑ کر شاہ ڈونگر کی پہاڑی پر جا ٹھیرے اور اس تازہ دم سرکار عالی کی فوج پر چھاپے مارنے لگے۔ دو ایک خفیف مقابلے بھی ہوئے جس میں سے ایک میں نظام علی خان کی افواج کو کامیابی ہوئی آخر ارسطو جاہ و تیغ جنگ نے مہابت جنگ کو ان کے زنانے اور خاص خاص متعلقین کے ساتھ قلعہ ادھونی سے نکالکر معقول بدرقہ اور فوج کے ہمراہ رائچور روانہ کردیا۔ قلعہ مذکور کو خالی پاکر ٹیپو سلطان کی افواج نے اس پر قبضہ کرلیا۔

اس اثنا میں بعض بداندیشوں نے یہ افواہ اڑائی کہ مہابت جنگ کے دریائے کرشنا پار ہوتے وقت ٹیپو سلطان نے اپنی بے شمار فوج کے ساتھ حملہ کردیا جس سے

پریشان ہوکر تیغ جنگ وارسطوجاہ میدان جنگ سے سراسیمہ نکل گئے۔ حالانکہ یہ دونوں امراء مہابت جنگ کو دریا پار کرکے آپ ہری رام پھڑکیہ کے ساتھ کپل بہادر بنڈہ روانہ ہوئے تھے نظام علی خان نے اس خبر سے پریشان ہوکران ہر دو امراء کو لکھا کہ اپنے چند سرداروں کو مرہٹہ فوج کی کمک کے لئے چھوڑکر جلد تر حاضر خدمت ہوجائیں جس پر انہوں نے شرف الملک، اعتقادالدولہ، رفعت الملک، سردارالدولہ، رائے بہارامل، جمنا راجہ وغیرہ کو تیس ہزار سوار جرار کے ساتھ وہیں چھوڑدیا اور آپ خود واپس ہوکر ۳ ذیقعدہ ۱۲۰۰ھ (م ۲۸ اگست ۱۷۸۶ء) کو حاضر حضور ہوئے۔

قلعہ شاہ نور پر متحدین کا حملہ

ہری رام پھڑکیہ اور افواج سرکار عالی نے بہادر بنڈہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا اور تین چار ہی دن میں اس پر قبضہ کرلیا اس کے بعد وہ چاہتے تھے کہ کپل کے قلعہ کو بھی فتح کرلیں لیکن ٹیپو سلطان نے ادھونی سے سیدھا اسی طرف کا رخ اختیار کیا اور قریب پہنچ کر متحدہ افواج پر شبخون مارا چونکہ اطراف پہاڑیاں تھیں اس لئے افواج سرکار عالی اور مرہٹہ کو نقصان پہنچا۔ جہاں سے متحدہ فوجیں آگے بڑھ گئیں اور قلعہ شاہ نور پر حملے کا ارادہ کیا اس نوبت پر راجہ ہولکر بھی تیس ہزار سوار کے ساتھ متحدین سے آملے تھے یہاں کا قلعدار حلیم خان (ٹیپو سلطان کا بہنوی) افواج متحدہ سے مل گیا تھا لیکن ٹیپو سلطان نے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ایک دم تاخت کرکے چوبیس گھنٹے ہی میں اس قلعہ پر قبضہ کرلیا اب ہری رام پھڑکیہ نے سرینگ پٹن پر حملے کا ارادہ کیا ٹیپو سلطان بھی ان افواج متحدہ کے پیچھے پیچھے دو تین کوس فاصلے پر ساتھ رہے اور موقع موقع حملے کرتے رہے پیچھے سے

آگے نکل کر غنیم کو روکنے کے لئے کوئی مناسب راستہ یا موقع ٹیپو سلطان کو نہ ملا۔ یہاں تک کہ
ایک پہاڑیوں سے گھرے ہوئے تنگ مقام میں متحدین کی افواج پہنچیں یہاں جاسوسوں
نے خبر پہنچائی کہ اس مقام پر ٹیپو سلطان نے افواج متحدہ پر شبخون مارنے کی تیاری کرلی ہے
اس اطلاع پر یہاں سے جلد تر نکل جانے کی تجویز ہوی لیکن آگے بڑھتے بڑھتے رات ہوگئی
آخر ٹیپو سلطان نے حملہ کردیا۔ بہزار خرابی افواج متحدہ اس تنگ و تاریک مقام سے نکلیں
بہت سارا مال و متاع ٹیپو سلطان کو غنیمت میں ملا جب یہاں سے نکل کر متحدہ فوجیں بہادر بنڈہ
کے قریب پہنچیں تو ٹیپو سلطان نے نہایت تیزی سے اس قلعہ پر قبضہ کرکے گولہ باری شروع
کردی۔ اس کے بعد جب ٹیپو سلطان کو ہری رام پھڑکیہ کے عزم مصمم کی خبر ملی کہ وہ سرینگاپٹن
پر حملہ کرنے کو بڑھ رہا ہے تو انہوں نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی آخر ہر سال پینسٹھ لاکھ روپے
بطریق چوتھ ادا کرنے پر صلح ہوی جس کے بعد تمام فوجیں اپنے اپنے مقام و مرکز کو واپس ہوئیں۔

تنخواہ جاگیر کے نسبت احکام جس عہد کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس میں تنخواہ جاگیر سے جو لوگ
سرفراز ہوتے تھے ان کا فریضہ تھا کہ جتنے جوانان و سوار کی عہدہ داری کے عوض اُن کو
تنخواہ جاگیر ملی ہو اتنے جوانوں اور سواروں کا ہمیشہ ملازم رکھنا اور ان کی تنخواہ اس جاگیر سے
ادا کرنا ان پر لازم تھا لیکن اکثر عہدہ داروں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا تھا کہ وقت ضرورت
مقررہ سوار و جوانوں کو مامور کرلیتے اور بعد رفع ضرورت ان کو برطرف کردیتے تھے اس طرح
اپنی جاگیر سے ایک معتدبہ حصہ محاصل بچا لیتے تھے۔ ارسطو جاہ جب دیوان ہوئے تو انہوں
نے اس کی ممانعت میں تاکیدی احکام جاری کئے آخر جنگ مذکور سے فراغت پانے کے بعد

انہوں نے ایسے عہدہ داروں اور جاگیرداروں کو حکم دیا کہ اب تک جو کچھ بچت اس طرح کر لی گئی ہے اس سے درگزر کیجاتی ہے سال رواں کی بابت جو کچھ بچت ہوئی ہو داخل سرکار کر دیجائے اور آیندہ مقررہ تعداد ملازمین کی مامور رکھی جائے اس حکم سے موہن راؤ نپگلیہ (جاگیردار رودرور) نے انحراف کیا تو ۱۲۰۲ھ میں اس کی جاگیر پر ضبطی کے احکام جاری کئے گئے جس پر وہ اپنے علاقہ میں فوج کثیر فراہم کر کے آمادۂ پیکار ہو گیا اور اطراف کے علاقۂ سرکاری پر دست بُرد شروع کر دی نظام علی خان نے اس کی تادیب و سرکوبی کے لئے قلعدار اودگیر سزاوار الدولہ اور راجہ بہار امل کو مامور کیا۔ موہن راؤ نپگلیہ نے تاب مقاومت نہ لاکر راہ فرار اختیار کی اور قلعہ رودرور پر سرکار عالی کا قبضہ ہو گیا۔

۱۲۰۲ھ ہی میں سرکار اِلگندل و ورنگل و میدک وغیرہ بعنوان تعہد راجہ راجا دسیکھ کے سپرد کئے گئے تھے زمیندار جنور (جو قوم ویلمہ سے تھا) ایلگندل کے تحت تھا اس نے راجہ دسیکھ کے احکام کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ اس کے ساتھ بداخلاقی سے بھی پیش آیا جس پر دسیکھ نے بندگانعالی سے اس کی تنبیہ کے لئے اجازت اور مدد چاہی خود بدولت نے راجہ بہار امل تہوّرنت بہادر کو اُس کی کمک پر نامزد کیا دسیکھ مذکور اور راجہ بہار امل نے متفقاً اس پر حملہ کر کے اس کے قلعہ کی بیرونی فصیل پر قبضہ کر لیا جس کے پاس ہی آب نوشیدنی کے چشمے تھے ان چشموں کے قبضہ سے نکل جانے کی وجہ سے راجہ جنور اور تمام قلعہ والے پریشان ہو کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ راجہ بہار امل اور راجہ دسیکھ نے قلعہ پر قبضہ کر کے شرائط پیش کردہ کو منظوری کی خاطر بندگانعالی کے ملاحظہ میں روانہ فرمایا۔ ارسطوجاہ کی تحریک پر اعلیحضرت نے یہ حکم دیا کہ راجہ جنور کو طلب کر کے قلعہ محمد نگر میں قید کر دیا جائے۔

سفارت جان کناوے

کمپنی نے اپنی طرف سے کپتان جان کناوے کو سفیر بنا کر حیدرآباد روانہ کیا وہ یہاں
پہنچ کر ۲۹ شعبان ۱۲۰۲ھ (م ۲ اگست ۱۷۸۸ء) کو حاضر دربار ہوئے اور کمپنی کی طرف سے
تحایف نذر گزرانے اس سفارت کی غرض یہ تھی کہ انگریزی کمپنی کی پیشکش کے بقایا کا تصفیہ
کیا جائے اور سرکار گنٹور کو حسب معاہدہ سابقہ کمپنی کے قبضہ میں دیدیا جائے۔ اس اجمال
کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۱۹۳ھ (م ۱۷۷۹ء) میں انگریزی کمپنی نے جو معاہدہ بسالت جنگ سے
کیا تھا وہ نظام علی خان کی بغیر اطلاع ہوا تھا اسی وجہ سے انہوں نے خیال کیا کہ ۱۱۸۱ھ
(م ۱۷۶۷ء) کا عہدنامہ فسخ و منسوخ ہوگیا جب ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۱ء) میں بسالت جنگ نے
وفات پائی اور انگریزوں نے بروئے عہدنامہ ۱۱۸۱ھ سرکار گنٹور پر قبضہ کرنا چاہا تو عہدہ داران
نظام نے ۱۷۶۷ء کے عہدنامہ کے انفساخ کے تصور پر ان کی مزاحمت کی جس کے رفع
کرنے اور اس پیشکش کے بقایا کی نسبت جو کمپنی پر واجب الادا تھی کوئی سمجھوتہ کرنے کی
غرض سے جان کناوے مامور ہوئے تھے۔ ان کے حاضر دربار ہونے کے بعد نظام علی خان
نے گنٹور پر قبضہ دیدینے کا حکم دیدیا لیکن بقایا پیشکش کے تصفیہ کا انحصار گورنر جنرل کی
زبانی پر منحصر رکھا گیا جس کے لئے ریاست حیدرآباد سے میر ابوالقاسم (میر عالم) کو بہ حیثیت
سفیر چند امراء اور منصبداروں کے ساتھ کلکتہ روانہ کیا گیا۔ ان کی جو کچھ آؤبھگت وہاں ہوئی

اس کا تفصیلی ذکر ہم نے اپنی تصنیف ' میر عالم ' میں کیا ہے صاحب توزک آصفیہ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میر عالم کو سفارت کلکتہ پر روانہ کیا گیا اسی زمانہ میں حافظ فریدالدین خان کو ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کیا گیا۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جان کناوے کی سفارت پر یہ لازم تصور کیا گیا کہ ٹیپو سلطان سے کوئی مفاہمت ہو جائے کہ پیش پا افتادہ معاملات میں اگر کمپنی کے ساتھ کوئی سوء فہمی پیدا ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں ان سے کمک حاصل ہو سکے

میر عالم کی سفارت میں جو مسایل طے ہوئے اس کا اظہار ارل کورنوالس نے اپنے ایک خط مورخہ ۷ ، جولائی ۱۷۸۹ء موسومہ نظام علی خان میں کیا ہے جو عہد نامہ کی حیثیت سے سی یو ایچی سن نے اپنے مجموعہ عہد نامہ جات میں شایع کیا ہے اس کا ترجمہ بطور خلاصہ یہاں لکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

"۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کے عہد نامہ کے مطابق نہ نظام نے سرکار گنٹور کو کمپنی کے تفویض کیا اور نہ کمپنی نے ان کو پیشکش ' نظام چونکہ ان دنوں اہم امور میں مصروف تھے۔ اس لئے کمپنی نے اس معاملہ میں نہ کوئی تحریک کی اور نہ کوئی پیروی۔ جب وہ ان امور سے فارغ ہو چکے تو ریذیڈنٹ (جان کناوے) کو بھیجا گیا کہ سرکار گنٹور کی تفویض کے متعلق وہ نظام سے عرض کریں اور سرکاران شمالی کی پیشکش کی بابت نظام کو اطمینان اور یقین دلائیں کہ کمپنی نظام کو پیش کش کا واجبی بقایا ادا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور آیندہ بھی بر وقت ادا کرتی رہیگی جب نظام نے سپردگی گنٹور کا حکم جاری فرما کر دوستی و خیر اندیشی کا ثبوت دیا ہے تو کمپنی بھی ان سے مراسم مرعی رکھے گی۔

"ہم نے ان مضامین عہدنامہ پر جن کے معانی مبہم اور مطالب صاف نہ تھے میر ابوالقاسم (میر عالم) سے گفتگو کی (پیشکش کی) ادائی بقایا کی ضمانت و احل کرنے اور سرکاران شمالی کے ایک حصہ کو مکفول کرنے سے میرا انکار اس لئے واجبی تھا کہ انگریزوں کی راستبازی اور قول و قرار کی پابندی ہی خود اس کی ضامن ہے۔"

نظام علی خان نے تجدید عہدنامہ کی خواہش کی تھی اس کے متعلق ارل کورنوالس نے اسی خط میں یہ لکھا کہ میں نے اکثر مواقع پر کپتان کناوے کی معرفت اور میر ابوالقاسم کی زبانی بھی کہلا بھیجا ہے اور آغاز تحریر میں بھی یہی درج کیا ہے کہ عہدنامہ ۱۷۶۸ء (م ۱۱۸۱ھ) کی تعمیل ہو اور ہمیشہ آپ سے دوستی و اتحاد قائم رہے اور آپ کو بھی میرے بیان سے اور پیچیدہ شرایط معاہدہ کی صراحت سے یہ یقین ہوا ہوگا کہ میں صدق و صفا کی بنیاد پر ہر ایک امر کا تصفیہ کرتا ہوں مگر یہاں مجھ کو یہ اعتبار مباحثہ میر ابوالقاسم یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب تک کوئی معقول وجہ عہدنامہ کی تجدید کی نہ ہو اس وقت تک ہمارے ملک کے آئین اور انگلستان کے بادشاہ اور کمپنی کے احکام اور نیز قوم انگریزی کی ایمان و حرمت مانع تجدید عہدنامہ ہیں اس لئے تبدیل یا تجدید عہدنامہ مذکور کو میں نے قبول نہیں کیا اگرچہ عہدنامہ کی تجدید کو منظور نہیں کیا گیا تاہم آپ میرے اس اقتدار کے لحاظ سے جو شاہ انگلستان اور انگریزی پارلیمنٹ نے مجھ کو عنایت کیا ہے میری اسی تحریر کو مثل عہدنامہ تصور فرمائیں کیونکہ یہ خط منظورہ کونسل ہے اور اس سے زیادہ تصریح کے لئے آپ میر ابوالقاسم سے دریافت کریں جن کو میں نے اس تمام گفت و شنید میں آپ کا وفادار، صادق اور باخبر و

خیرخواہ ملازم معتبر و معتمد تصور کیا ہے ......"

میر عالم کلکتہ سے یہ خط اور بقایا پیشکش کے منجملہ نو لاکھ سولہ ہزار چھ سو پینسٹھ روپے گیارہ آنے کی تین ہنڈویاں اور قیمتی جواہر و تحایف کے ساتھ ۲۶ جمادی الاول ۱۲۰۳ ہجری (۲۲ فبروری ۱۷۸۹ء) کو حیدرآباد داخل ہوئے اور باریاب حضور ہو کر نذر پیش کی اور تحفے گزرانے

۱۲۰۳ھ کا جشن سالگرہ

نظام علی خان نے قلعہ گولکنڈہ میں ایک نیا مکان[۵] تعمیر کرایا تھا اس زمانے میں اسی میں فروکش تھے چنانچہ میر عالم کی نذر بندگانعالی نے اسی مکان میں لی۔ نئے مکان کی گھر بھرانی کی تقریب میں یہاں ایک مینا بازار قایم کیا گیا جس میں اقسام کے نفایس و جواہر، ہاتھی گھوڑے بغرض خرید و فروخت مہیا کئے گئے تھے چھوٹے بڑے امیر امراء اور خود بدولت اس میں حصہ لیتے رہے انہیں دنوں میں ایک پالتو بندر بندگانعالی کا ہاتھ کاٹ لیا۔ یہ زخم ایک مہینہ تک رستا رہا اس کے اندمال کے بعد غسل صحت و سالگرہ کے جشن کی تیاری شروع ہوی جس کا تمام اہتمام ارسطوجاہ کے تفویض کیا گیا تھا ابھی جشن شروع ہونے نہ پایا تھا کہ سر دربار ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا وہ یہ کہ ارسطوجاہ ہی کے علاقہ کے ایک جمعدار مسمی حیدر علی بیگ کی جاگیر عرصہ سے ضبط تھی قرض بڑھ گیا تھا وہ قرضخواہوں کے تقاضہ سے تنگ آ رہا تھا اور سپاہی اپنی تنخواہوں کے وصول پانے کے لئے علحدہ دق کر رہے تھے آخر عید الفطر کی نذریں پیش کرنے کے حیلے اپنے ہمراہیوں کو لیکر حاضر دربار ہوا اور بندگانعالی کے آگے بڑھ کر ہمراہیوں کے نذر کے لئے پیش کرتے کرتے

۵۔ یہ مکان قلعہ گولکنڈہ کا مشہور موتی محل ہے جو اب تک علی حالہ قائم ہے [illegible]

اپنی کٹار نکال لی اور ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا کہ "حضور یا تو مجھے اس کٹار سے ذبح کر دیں یا مقدمہ جاگیر و تنخواہ سپاہ کا فیصلہ فرمائیں" ارسطو جاہ درمیان آ کر کٹار چھیننے لگے اس کشمکش میں ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا خون بہتا دیکھ کر اُن کے ہوا خواہ جمعدار اور اس کے ہمراہیوں پر ٹوٹ پڑے ہنگامہ میں جمعدار معہ چند ہمراہیوں کے قتل ہو گیا اور بعض جوان زخمی ہو گئے۔ ارسطو جاہ کا زخم مندمل ہونے تک جشن سالگرہ ملتوی ہو گیا آخر اوایل ماہ ذیقعدہ میں بڑی دھوم سے جشن منایا گیا اس تقریب کے لئے پانچ لاکھ روپے کی منظوری ہوئی تھی۔ ارسطو جاہ نے ایک لاکھ کئی ہزار سانچے موتیوں سے تیار کیا ہوا ملبوس خاص بندگانعالی کی نذر کیا اسی جشن میں صاحب توزک آصفیہ نے ایک اردو قصیدہ پیش کیا جس کا ہر ایک مصرع مادۂ تاریخ تھا افسوس ہے کہ یہ کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا۔

سفارت منجانب ٹیپو سلطان

قبل ازیں ریاست حیدرآباد سے حافظ فرید الدین خان بہ حیثیت سفیر ٹیپو سلطان کے پاس قیام اتحاد کی غرض سے روانہ کئے گئے تھے وہ ۱۲۰۴ھ میں سرینگاپٹن سے واپس آئے۔ ان کے ہمراہ ٹیپو سلطان کے ایلچی محمد غیاث و قطب الدین خان و علی رضا خان ٹیپو سلطان کے خطوط اور تحایف لیکر آئے اور باریاب حضور ہوئے نظام علی خان چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے بھی اتحاد قایم کرلیں اور ٹیپو سلطان بھی اس تخیل سے متفق تھے لیکن اس خیال سے کہ باہمی تعلقات میں مزید استحکام ہو انہوں نے نظام علی خان کے ساتھ سمدھاوے کے رشتۂ اتحاد کے قیام کی تحریک کی معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت بر سر دربار سفیروں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو نظام علی خان کے چہرے سے رضامندی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جن کو ٹیپو سلطان کے اُن مخالفین نے جو حاضر دربار تھے محسوس کر کے محل میں اس کی اطلاع کرا دی اور ٹیپو سلطان کی غیر واقعی برائیوں کو بھی گوش گزار کرا دیا۔ جس پر محل میں ایک بے چینی پیدا ہو گئی اور قبل اس کے کہ سفراء ٹیپو سلطان کو کوئی تشفی بخش جواب دیتے نظام علی خان کو محل میں جانا پڑا۔ جہاں محلات نے ٹیپو سلطان کی سنی سنائی برائیوں کو دہرا کر اس رشتہ سے ناراضی ظاہر کر دی جس سے بندگانعالی سخت متاثر ہو گئے اور باہر آ کر اس پیغام کو اس امر کے اظہار کے ساتھ کہ وہ ایک

ادنی نایک بچے کے ساتھ قرابت قایم نہیں کر سکتے مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی نظام علی خان نے اپنے ان ممالک کے قبض و تصرف کا سوال پیش کر دیا جن پر ٹیپو سلطان متصرف تھے۔ اس انکار سے انگریزی کمپنی کا بڑا فایدہ ہوا۔ اس واسطے کہ وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ دکن ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا کوئی رئیس اپنے نواحی رئیس سے متحد رہے تاکہ ہر دو کی باہمی مخالفت سے فریق ثالث (انگریزی کمپنی) کو اس کا فایدہ حاصل ہو

اس سفارت کے جواب میں ارل کورنوالس کے ایک خط موسومہ میر عالم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے ایلچیوں کے ذریعے کسی اقرار نامہ کی تجدید کا مسئلہ بندگانعالی کے حضور میں پیش ہوا مگر ان سفیروں کے کلام کے شاق گزرنے سے ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوی جب ٹیپو سلطان کے سفیروں کو یہ معلوم ہوا کہ بندگانعالی بہ نفس نفیس ٹیپو سلطان سے جنگ اور اپنے مقبوضات کو حاصل کرنے کے ارادے سے نکل رہے ہیں تو انہوں نے موید جنگ کے ذریعے اس امر کا اقرار کیا کہ قلعہ گتی سے سرحد قلعہ سرا تک وہ تمام سرکار اور پرگنے جو تنخواہ و سپاہ کے عوض میں ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پیشتر سے ان کے تصرف میں تھے بندگانعالی کو تفویض کر دیں گے۔ اور اس غرض کے لئے جلد تر اپنے ملک کی طرف واپس جانے کی اجازت مانگی جس پر ان سفیروں کو جاگیر و منصب کی توقع دلائی گئی اور اجازت واپسی دیدی گئی وہ موید جنگ کے ہمراہ واپس روانہ ہوئے تاکہ ٹیپو سلطان سے حکم حاصل کر کے اس علاقہ کا قبضہ ان کو دلادیں۔

علاقہ میسور کی طرف پیش قدمی کرنے کی غرض سے نظام علی خان معہ فوج و خدم و حشم حیدرآباد
سے غرۂ رجب ۱۲۰۴ھ (۱۷ مارچ ۱۷۹۰ء) کو نکلے اور گوڑ دھنداس کے باغ میں قیام فرمایا۔
سفرائے ٹیپو سلطان کے جانے کے بعد ان کے قول و قرار کے نتیجہ سے آگاہی پانے تک بندگانعالی
کو یہیں ٹھیرنا پڑا۔ دوران قیام میں ہر روز پائیگاہ کی گارڈیوں کی فوج کا تماشا ملاحظہ فرماتے رہے
آخر ایک مہینہ کے بعد جب یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کا سفیر قطب الدین خان گتی پہنچ کر اپنے
وعدے سے منحرف ہو گیا تو بندگانعالی گوڑ دھنداس کے باغ سے نکل کر دریائے کرشنا کی
سمت راہی ہوئے۔

معاہدہ نظام علی خان و کمپنی انگریزی

جس زمانے میں ٹیپو سلطان کے سفیر حیدرآباد آئے انگریزی کمپنی کے وکیل جان کنا وی بھی یہاں تھے اور چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان کے خلاف نظام علی خان کے ساتھ کوئی معاہدہ تکمیل پائے۔ ٹیپو سلطان سے انگریزوں کی مخالفت کے جملہ وجوہ میں ایک وجہ یہ تھی کہ وہ انگریزوں کی مخالف قوم فرانسیسیوں کے ساتھ متفق تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اثر و قوت کے تحت اطراف کے راجاؤں اور زمینداروں پر حکمران بنکر اپنے دایرۂ حکومت کو وسیع کر رہے تھے جس سے انگریزی کمپنی کے مقاصد متاثر ہو رہے تھے۔ تیسری وجہ جو ان دونوں سے پیدا ہوئی اور سب سے زیادہ اہم اور منفعت بخش یہ تھی کہ ۱۱۹۶ھ (م ۱۷۸۲ء) میں انگریزوں نے میسور کے معزول راجہ کی بیوی کے نام سے ترمل راؤ[1] کے ساتھ ایک معاہدہ[2] کیا تھا جس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ انگریزی کمپنی ٹیپو سلطان سے ملک حاصل کر کے رانی یا اس کے متبنی کو گدی نشین کر دے۔ اس معاہدہ میں جب انگریزی فوج ٹیپو سلطان کو میسور اور اس کے مضافات سے نکال دیگی تو رانی کی طرف سے تین لاکھ پگوڈا کمپنی کو

---

[1] یہ ایک برہمن اور میسور کی رانی کا وکیل تھا رانی میسور میں ٹیپو سلطان کے زیر نگرانی تھی اور اس کا وکیل ترمل راؤ تنجاور کے راجہ کے پاس رہتا تھا۔ مدون مجموعہ عہدنامجات مسٹر ایچیسن کو اس امر کا اقرار ہے کہ اس عہدنامہ کی تکمیل کی کوئی اطلاع رانی صاحبہ میسور کو نہیں تھی۔

[2] ٹریٹیز جلد (۹) طبع ۱۹۲۹ء صفحہ (۲۲۴)۔

دے جائیں گے اور جب انگریزی فوج بالاگھاٹ پر چڑھائی کر کے بورم پر قابض ہو جائیگی
تو مزید ایک لاکھ پگوڈا دئے جائیں گے۔ اور جب میسور فتح ہو کر رانی یا اس کے متبنیٰ کو دیدیا
جائے گا تو اور ایک لاکھ پگوڈا کمپنی کو دئے جائیں گے۔ اور جب سرنگا پٹن فتح ہو جائیگا
تو اور پانچ لاکھ پگوڈا دیئے جائیں گے اس کے بعد جس روز رانی یا اس کا متبنیٰ سرنگاپٹن
میں گدّی نشین ہوگا اسی دن پانچ لاکھ پگوڈا اور کمپنی کو دیئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد سے
ہر سال پانچ لاکھ پگوڈا کمپنی کو دیا جایا کرے گا جس کے عوض کمپنی نے حفاظت میسور اور
فوج کے قیام کی ذمہ داری اپنے پر لے لی۔ اس معاہدہ کے تحت جو مفاد انگریزی کمپنی
کو حاصل ہو سکتے تھے ان کے حصول کی بہت جلدی تھی انہوں نے دوسرے رؤسا کو بھی
ٹیپو سلطان کی شکست و بربادی میں اپنا شریک بنانے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کو کام میں لایا۔

ٹیپو سلطان کے سفیروں کے حیدرآباد آنے کے بعد غالباً انگریزی کمپنی کے ہواخواہوں
کی سرگرمیاں بڑھ گئیں جن کی تائید سے انگریزی کمپنی کو کامیابی ہوگئی۔ چنانچہ ایک معاہدہ
نظام علی خان، پیشوا اور انگریزی کمپنی کے مابین طے ہوا جس کے دفعات کے مطالعہ سے
یہی معلوم ہوتا ہے کہ محض ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ کرنے اور ان کے مقبوضات کے
تقسیم کر لینے کی نسبت طے پایا ہے۔ یہ بھی یواچی سن کے مجموعۂ عہد نامہ جات میں موجود نہیں ہے
لیکن اس کا ایک اصل مخلوطہ اور ایک مسودہ ہمارے دیکھنے میں آیا ہے جس کو نقل کرنا
یہاں بے محل نہ ہوگا۔

"قول و قرار دوستی اتحاد برائے دفع دشمن یعنے ٹیپو سلطان فیمابین سرکار کمپنی انگریز

سرکار نواب مستطاب معلی القاب نواب آصفجاه بهادر صوبه دار ملک دکن و سرکار پیشوا سوائی مادهو راو نراین پنڈت پردهان بهادر بمعرفت احترام الدوله کپتان جان کنوی بهادر دلاور جنگ بموجب اختیار و اقتدار که از طرف گورنر جنرل ارل کارنوالس بهادر که برائے انصرام و انتظام جمیع امور در تمام بنادر هندوستان متعلقهٔ کمپنی انگریز بهادر از جانب بادشاه جم جاه و پارل منٹ گریٹ برٹن مامور اند به بهادر موصوف مفوض گشته بموجب دفعات ذیل بعمل آمد هر سه سرکار بر آن ثابت و مستقل خواهند بود و شرایط مندرجهٔ آن بلاتفاوت از هر سه سرکار بعمل خواهد آمد۔

دفعه اول - هر سه عهدنامه هائے سابق که از صلابت جنگ مرحوم معرفت کرنل فورڈ در ١٧٥٩ء و از نواب معلی القاب نواب آصفجاه بهادر معرفت جنرل کلیو در ١٧٦٦ء و معرفت کارپردازان چینا پٹن در ١٧٦٨ء تحریر یافته و مکاتبه گورنر جنرل ارل کارنوالس بهادر مرقومه هفتم ماه جولائی ١٧٨٩ء که بجائے عهدنامه چهارم است بحال و برقرار مگر آن دفعات که از روئے عهدنامهٔ حال بوجه دیگر انتظام یافته باعث دوستی دائمی نسلاً بعد نسلٍ فیما بین هر یک از طرفین و قایم مقام طرفین بموجب عهدنامه هائے سابق بحال و برقرار۔

دفعه دویم ٹیپو با هر سه سرکار باوجودیکه عهد داشت نقض عهد با هر سه سرکار نمود از این سبب این هر سه سرداران متفق شده عزم نموده حتی المقدور تنبیه او بعمل آرند که آینده برائے بدعهدی کردن در طاقت نتوانند ماند و چون هر سه سرکار در این مهم شریک اند ملکے که از این مهم بتصرف در آید مع آمدنی آن از وقت تصرف با خراجات و دفاین معتدبه میان کمپنی

و نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان کہ پنڈت معزبرائے شرکت درین مہم و مامور کردن فوجے معقول اقرار نمودہ اند سہ حصہ مساوی مناسب سرحد ملک ہر یک تقسیم خواہد یافت مگر تعلقات پالیگران مرقومہ دفعہ دہم از عہدنامہ فیمابین کمپنی و راؤ پنڈت پردھان کہ معرفت مسٹر مالٹ قرار یافتہ و بحضور معلی القاب فرستادہ شدہ و باز ازین جارفتہ اگر مصلحت شرکا داخل تقسیم نباشند مستثنی از ملک متصرفہ مذکورہ است افواج نواب معلی القاب و راؤ پنڈت پردھان در ملک ٹیپو داخل شدہ شروع بجنگ و تسخیر خواہند کرد و اگر پیش از آن انگریز ملک از ٹیپو خلاص کنانند در آں حصہ ہر دو سردار نیست۔

دفعہ سیوم۔ بوکلاء ہر سہ شرکا برائے حاضر بودن پیش افواج ہر سہ کہ بر سر این مہم باشند پروانگی شود و نظر براین کہ شرکا را موافقت و اتحاد دلی ہمدیگر ہمیشہ بحال و برقرار ماند قرار یافتہ کہ در صورتے کہ فیمابین دو شریک تکرارے بمیان آید شریک سیوم کفیل باشد کہ فیمابین ہر دو شریک واسطہ شدہ حتی المقدور سعی و کوشش نماید کہ تکرار مذکور را از روئے واجبی بر سبیل درستی رفع سازد۔

دفعہ چہارم۔ ہیچ کس از شرکا ہیچ سوال و جواب علیحدہ با ٹیپو نماید بلکہ ہر چہ پیغامے از طرف ٹیپو پیش کسے بیاید آں کس اطلاع بدیگران بدہد و مصالحہ با ٹیپو بے استرضائے ہر شرکا بعمل نیاید۔

دفعہ پنجم اگر ٹیپو بعد مصالحہ بملک قدیم یا جدید از سرکار کمپنی یا سرکار نواب معلی القاب یا سرکار راؤ پنڈت پردھان مصدر خلل و فساد گردد یعنے ہرگاہ ابتدائے خلل و فساد از طرف

ٹیپو باشد ہریک از سہ سرکار حفاظت و حراست ملک ہمدیگر از اذیت و بدعت او کفیل خواہد بود در خواست اخراجات حفاظت از ہمدیگر نخواہند نمود۔

دفعہ ششم۔ تعلقات مقبوضہ و متصرفہ ہر سہ سرکار و مقبوضہ و متصرفہ رفقا و متوسلان ہر سہ سرکار کہ ہر یک از سہ سرکار بموجب دفعہ صدر کفیل حفاظت تعلقات مذکورہ خواہند بود اسامی آن تعلقات بعد انجام مہم مفصل نوشتہ شود۔

دفعہ ہفتم۔ این عہدنامہ کہ مشتمل بر ہفت دفعات است نواب معلی القاب نزد راؤ پنڈت پردھان و دلاور جنگ نزد مسٹر مالٹ برائے اطلاع ہر دو معز خواہند فرستاد بعد از آن دو قطعہ مزین بمہر و دستخط نواب معلی القاب پیش گورنر جنرل ارل کارنوالس بہادر فرستادہ شود گورنر جنرل موصوف در عرصہ چہل و پنج روز یک قطعہ را مہر و دستخط خود کردہ پیش دلاور جنگ بہادر واپس خواہند فرستاد کہ بہادر موصوف تفویض نواب آصفجاہ خواہند نمود و قطعہ دویم را در دفتر کمپنی داخل خواہند کرد و تا رسیدن قطعہ مہری و دستخطی گورنر جنرل موصوف دلاور جنگ بہادر قطعہ مہری و دستخطی خود را از نواب معلی القاب واپس خواہند گرفت۔"

یہ ممکن ہے کہ ایچی سن کو اس عہدنامہ کا کوئی نسخہ نہ ملا ہو اسی لئے وہ اس کو اپنے مجموعہ میں درج نہ کر سکے بغیر اس عہدنامہ کے ۱۷۹۰ء کے اس عہدنامہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی جو اس کے بعد ہی اس امر کے لئے طے پایا کہ ملک ٹیپو سلطان پر حملہ کرنے کے لئے منجانب نظام انگریزی فوج کو بنگالہ سے طلب کیا جائے۔ اسی کے دفعہ پنجم میں عہدنامہ مذکورۂ بالا کے دفعہ دوم کا حوالہ ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

"آنچہ غنیمت بدست جمعیت ٹپالن ہائے مذکور آید داخل سرکار بندگانعالی خواہد شد سوائے خزاین ودفاین معتدبہ کہ بموجب دفعہ دوئم عہدنامہ میان ہرسہ شرکاء تقسیم خواہد یافت"

اس عہدنامہ سے یہ امر صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ وہی عہدنامہ ہے جس کی دفعہ دوم کا حوالہ سنہ ۱۷۹۰ء کے عہدنامہ کی دفعہ پنجم میں درج ہے ۔

جنگ میسور ۱۲۰۶ ہجری ۱۷۹۲ عیسوی

ان معاہدوں کی تکمیل کے بعد میسور کی طرف پیش قدمی ہونے لگی اور جنگ کے لئے یہ چھیڑ نکالی کہ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے حلیف راجۂ ٹراونکور کے قلعہ کرنگانور[1] پر قبضہ کرلیا تھا۔ راجۂ مذکور کو جب اس قلعہ پر حملہ کی خبر لگی تو انہوں نے مدراس گورنمنٹ سے کمک چاہی لیکن اس گورنمنٹ کی امدادی کوشش غالباً اس جنگ میں کام نہ آسکی۔ آخر انگریزی فوج مدراس سے میجر جنرل میڈوز کے زیر کمان میسور کی طرف بڑھی انگریزوں اور نظام علی خان کے مابین ٹیپو سلطان کے خلاف تقریباً اسی زمانے میں وہ معاہدہ تکمیل پایا جس کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے اسی معاہدے کے تحت وہ اپنی کثیر فوج کے ساتھ اپنے ممالک کے جنوبی حدود کی جانب روانہ ہوئے۔ دریائے کرشنا کے قریب قلعہ پانگل میں آپ خود قیام گزیں ہوئے اور اپنی فوج کے ایک حصہ کو انگریزی امدادی فوج کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقبوضات پر حملہ کے لئے روانہ فرمادیا چنانچہ میجر ہیو منگامری اپنی انگریزی فوج کو لیکر اس سرکار عالی کی فوج کے ساتھ قلعہ کپل پر حملہ آور ہوا قلعہ دار محصور ہو کر مقابلہ کرنے لگا۔ یہ محاصرہ اس

---

[1] یہ قلعہ پہلے کوچین کے علاقہ میں تھا جس کو ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۱۷۷ھ م ۱۷۶۳ء میں بشمول قلعہ ایاکوٹہ پرتگیزوں سے حاصل کیا تھا کہا جاتا ہے کہ راجۂ ٹراونکور نے اپنے حدود ملک کی حفاظت کے لئے ان ہر دو قلعوں کو ۱۲۰۳ھ م ۱۷۸۹ء میں ڈچ سے خرید لیا تھا جب ٹیپو سلطان نے کوچین کے علاقہ کو اپنے زیر نگیں کرلیا تو انہوں نے ان قلعوں کے حصول کی کوشش کی۔

انگریزی سردار کی ناقابلیت کی وجہ سے چھ مہینے تک جاری رہا آخر ۱۸ اپریل ۱۷۹۱ء (م ۱۴ شعبان) کو اس قلعہ کا قبضہ ملا اس وقت میجر ہیومنگا میری سرکار نظام کی امدادی فوج کی کمان سے علیحدہ اور ان کی جگہ کیپٹن انڈر وریڈان کے قایم مقام ہوئے تھے یہ فتح اسی افسر کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھی۔ وہاں سے یہ فوج گڈپہ روانہ ہوی اور ۱۵ ستمبر ۱۷۹۱ء (م ۱۶ محرم ۱۲۰۶ھ) کو گورم کنڈہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کا قلعہ نہایت مستحکم اور بلند پہاڑی پر واقع تھا جب اوایل نومبر (اوایل ربیع الاول) میں لارڈ کورنوالس نے نندی ورگ سے قلعہ شکن توپیں روانہ کیں تو کیپٹن ریڈ نے ان سے حملہ کرکے ۶ نومبر (م ۹ ربیع الاول) کو قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ دیا اور اس کے بعد اس قلعہ پر قبضہ کرکے سرکار عالی کی افواج کے سپرد کردیا۔ لفٹنٹ کرنل ولسن ہسٹری آف مدراس آرمی کے مولف کا بیان ہے کہ ۲۰ نومبر (م ۲۳ ربیع الاول) کو ٹیپو سلطان کے سرداروں نے اس قلعہ پر مکرر قبضہ کرلیا اور جس وقت انہوں نے قبضہ کیا ہے انگریزی امدادی فوج سرکار عالی کی فوج کے ساتھ نہیں تھی لیکن ہم کو اس انگریزی فوج کے غیاب کا یقین نہیں ہے اس واسطے کہ سرکار عالی کی فوج اور اس کی امدادی انگریزی فوج لازم و ملزوم تھیں کیپٹن ریڈ یا اس کی فوج کے خدمات اس دوران میں کہیں اور

---

[۵۱] مدراس گورنمنٹ کی افواج انگریزی میجر جنرل میڈوز (گورنر مدراس) کے کمان میں والاجاہ آباد پہنچی تھیں کہ ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ میں خود حصہ لینے کے لئے ارل کورنوالس کلکتہ سے مدراس آئے اور میجر جنرل میڈوز کو طلب کرکے ان سے فوج کا جایزہ حاصل کرلیا جس کے بعد آئندہ فوجی پیش قدمی اور حملے ارل کورنوالس ہی کی صوابدید پر منحصر رکھے گئے۔

[۵۲] ہسٹری آف مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲۔

طلب بھی نہیں کی گئی تھیں اگر ایسا ہوتا تو ولسن اس کے وجوہ غیر حاضری کو ضرور بتاتا یا وہ مقام بتاتا جہاں وہ یا اس کی فوج بھیجی یا متعین کی گئی تھی۔ محض عدم موجودگی بتا دینے سے یہ امر قابل تسلیم نہیں ہے کہ اگر انگریزی فوج ہوتی تو اس قلعہ پر ٹیپو سلطان کا قبضہ نہ ہو سکتا بہر حال اس قلعہ پر ۲۵ ؍ دسمبر ۱۷۹۱ء (م ۲۸ ؍ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ) کو مکرر قبضہ حاصل کر لیا گیا۔

ٹیپو سلطان نے جب دیکھا کہ ان کے علاقہ میں چار طرف سے حملہ کیا جا رہا ہے تو مجبوراً ان کو دائرۂ جنگ تنگ کرنا پڑا تا کہ اپنی مجموعی قوت کو ایک جگہ کر کے ہر مقابلہ کا جواب دیا جا سکے۔ چنانچہ وہ لڑتے لڑتے ہٹتے ہوئے اپنے دار السّلطنت سرینگ پٹن پہنچ گئے اور اس کے اطراف کے ایک سو اٹھائیس دمدمے اور برجوں پر اپنی افواج کو تقسیم کر دیا جب ارل کورنوالس بڑھتے ہوئے سرینگ پٹن سے قریب پہنچے تو برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا اور سامان رسد کی کمی اور بدقّت فراہمی سے فاقہ کشی کی نوبت آ رہی تھی اور حملہ میں تیزی کر کے لارڈ صاحب جنگ کو ختم کر نہیں سکتے تھے کہ مقابلہ بھاری تھا۔ اور ان کو اپنے ایک حلیف ہری پنت (سردار مرہٹہ فوج) کا انتظار تھا کیونکہ پیشوا کی فوج ان ہی کے تحت انگریزوں کی مدد پر آ رہی تھی اور یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کدھر ہے اور کب تک آ سکے گی اس لئے کورنوالس نے اپنی فوج کو بنگلور واپس ہونے کا حکم دیدیا۔ انگریزی فوج کے بنگلور واپس ہونے کی اطلاع ملتے ہی نظام علی خان نے اپنی سابقہ فوج کی کمک کے لئے میر عالم کو مزید فوج کے ساتھ بھیجا اور ان کے بعد ۷ ؍ صفر ۱۲۰۶ھ (م ۶ ؍ اکتوبر ۱۷۹۱ء) کو اپنے صاحبزادے سکندر جاہ کو بھی روانہ فرمایا جن کی رکاب میں اعظم الامرا اور دوسرے

امیر بھی اپنی اپنی فوج کے ساتھ تھے وہ ۲۵ جنوری ۱۷۹۲ء (م ۳۰ جمادی الاول ۱۲۰۶ھ) کو مقام ماگیری پر لارڈ کورنوالس سے ملے۔ ختم بارش پر ارل کورنوالس کی فوج سرکار نظام کی سابقہ فوج کے ساتھ بنگلور سے نکل کر آگے بڑھی اور ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۵ فروری ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن کے مقابل پہنچی۔ سرکار عالی کی فوج سرینگ پٹن سے چار کوس پر ایک نالے کے کنارے اتری جہاں سے داہنی جانب موتی تالاب تقریباً دو میل تھا۔ ۱۱ جمادی الثانی کی شب میں ہی ٹیپو سلطان نے فوج طلایہ پر چھاپہ مارا لیکن انگریزی فوج کی بیداری و ہوشیاری سے کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ (م ۶ فروری ۱۷۹۲ء) کو انگریزی فوج نے ٹیپو سلطان کے دمدموں پر شبخون مارا۔ ٹیپو سلطان نے قلعہ سرینگ پٹن سے آٹھ ہزار گولے برسائے لیکن سب بے سود ثابت ہوئے۔ [1] تمام برجوں اور دمدموں پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

اب سرینگ پٹن کے محاصرے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ لفٹنٹ چامرس اور ناش کو (جنہیں دوران جنگ میں اسیر کر لیا گیا تھا) ٹیپو سلطان نے ۸ فروری ۱۷۹۲ء (م ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ) کو رہا کر کے ان کے ذریعے ایک خط موسومہ ارل کورنوالس روانہ کیا جس میں انہوں نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی لیکن اس خط پر کوئی توجہ کرنے کے عوض یہ تصور کر لیا گیا کہ مصالحت کے حیلے میں ٹیپو سلطان اپنے حالات درست کرنے کے لئے وقت نکالنا چاہتے ہیں اور اسی لئے سرینگ پٹن کے محاصرہ کے لئے پیش قدمی ہونے لگی۔ حالانکہ اسی تاریخ ٹیپو سلطان نے اپنی تمام تبر جال جو دریائے کاویری کے پار تھیں

---

[1] ہسٹری آف بنگال آرمی جلد اول صفحہ ۱۴۷

خالی کردی تھیں۔ اس کے بعد بھی تقریباً دو ہفتے جانبین سے مقابلے ہوتے رہے۔

۲۲ فروری (م ۲۸ جمادی الثانی) کو ٹیپو سلطان نے علاقہ بمبئی کی انگریزی فوج پر ایک پُرزور حملہ کیا جو شام تک برابر جاری رہا جس میں طرفین سے بہت سارے کام آئے اسی تاریخ پھر ٹیپو سلطان کی طرف سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور ابتدائی شرائط صلح تجویز کر کے ارل کورنوالس نے ان کے پاس روانہ کیئے جس کے یہ پانچ شرائط تھے

(۱) ٹیپو سلطان کے مقبوضات کا نصف حصہ متحدین کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) تین کروڑ تیس لاکھ روپے متحدین کو دیئے جائیں جن میں سے ایک کروڑ سینتیس لاکھ روپے فوراً ادا کر دیئے جائیں اور باقی مساوی اقساط میں جس میں سے ہر ایک چار چار مہینے سے زیادہ میعاد پر نہ پہنچے۔

(۳) ہر فریق صلح کی وہ رعایا جو حیدرعلی خان کے زمانے سے دوسرے کے پاس اسیر ومحبوس ہے رہا کر دیجائے۔

(۴) تا تکمیل و تعمیل شرائط مذکورہ ٹیپو سلطان کے دو لڑکے بطور یرغمال متحدین کے پاس رہیں اور جب وہ متحدین کے پاس آجائیں تو جنگ موقوف ہوگی۔

(۵) جب ان شرائط مذکورہ کا اقرار نامہ ٹیپو سلطان کی مہر و دستخط سے آجائے تو ایک ایک نقل متحدین ثلثہ کے پاس سے تکمیل کرا کے بھیجدیجائیگی اور بعد موقوفی جنگ ایک عہد نامہ اتحاد حسب تجویز فریقین تکمیل کیاجائے گا۔

اس عہدنامہ کے بموجب ٹیپو سلطان نے اپنے فرزندوں (عبدالخالق ومعزالدین) کو

انگریزی کیمپ میں روانہ کیا جس کے بعد ادائی رقم نقد اور ممالک مفوضہ شدنی کے جمع و خرچ
کی تفصیل میں پندرہ سولہ روز کا توقف ہوا۔ ممالک کے جمع کامل کے صحیح افراد تیار کرنا
وقت طلب تھا اس لئے اس میں تاخیر کا امکان بھی تھا لیکن نقد رقم کی ادائی میں جو توقف
ہوا اس کے خاص اسباب معلوم ہوتے ہیں پہلے تو یہ کہ عہدنامۂ[1] مذکورہ میں رقم ادا شدنی جملہ
تین کرور تیس لاکھ بتائی گئی اور تفصیل ادائی جو اسی کے ساتھ بتائی گئی ہے اس سے اس
کی جملہ میزان صرف تین کرور آتی ہے۔ اور صاحب توزک آصفیہ نے فوری ادائی کی رقم
ایک کرور پچاس[2] لاکھ بتائی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس رقم کی ادائی میں
جو کچھ سونا اور اشرفیاں ٹیپو سلطان نے ادا کیں اس میں نرخ کا اضافہ کر کے مجموعی رقم
دو کرور شمار کیا جس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا یہ ممکن ہے کہ ٹیپو سلطان نرخ میں اضافہ بتا کر
زیادہ رقم کی ادائی کا ادعا کرتے ہوں لیکن عہدنامہ ابتدائی میں رقم کے لکھنے میں غالباً ایلچیان
سے تسامح ہو گیا ہے اسی وجہ سے طباعت میں بھی غلطی ہو گئی ہے جس کی اصلاح بعد میں
نہ ہوئی اس کو ہم جامع عہدنامجات کا تسامح اس وجہ سے تصور کرتے ہیں کہ خود ریاست
میسور کی تاریخ نشان حیدری[3] میں بھی اس رقم کی مقدار تین کرور بتائی گئی ہے اور اسی قدر
رقم کے محاصل مقبوضات کے تفویض کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] مجموعہ عہدنامجات جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۳۲

[2] توزک آصفیہ صفحہ ۴۵۱

[3] نشان حیدری صفحہ ۳۶۵

بہر حال عہد نامہ ابتدائی کے بعد ۱۸ مارچ ۱۷۹۲ء (م ۲۴ رجب ۱۲۰۶ھ) کو معاہدہ آخر تکمیل پایا جس کی رو سے بقیہ امور کا تصفیہ ہوا اور اسی کی رو سے ان مواضعات کی قرارداد ہوئی جنکو ٹیپو سلطان نے اپنے قبضہ سے علیحدہ کر کے متحدین کے سپرد کیا تھا اور ہر ایک فریق اتحاد کے حصہ میں اس کے حدود کے متصلہ مواضع آئے چنانچہ نظام علیخان کے حصہ میں کڑپہ، تاڑپتری، تارمری، بلاری وغیرہ آئے جن کا مجموعی محاصل تیرہ لاکھ سولہ ہزار چھ سو چھپن ہگوڈا سالانہ تھا۔

اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد سکندر جاہ ۲ شعبان ۱۲۰۶ھ (م ۲۶ مارچ ۱۷۹۲ء) کو سرینگ پٹن سے واپس ہوئے اور اسی روز ارل کورنوالس بھی لوٹے راستہ میں کچھ دور ہمراہ رہے سکندر جاہ نے ارل صاحب مذکور و دیگر انگریز عہدہ داران کی دعوت بھی کی۔ اس دوران میں یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان پانگل میں مرض استسقا سے علیل ہو گئے جس کی وجہ سے حضور حیدرآباد واپس ہوئے اس اطلاع کے ساتھ ہی سکندر جاہ و اعظم الامرا منازل جلد جلد طے کرتے ہوئے بندگانعالی کے پہنچنے کے دوسرے ہی روز ۱۲ رمضان ۱۲۰۶ھ (م ۴ مئی ۱۷۹۲ء) کو حیدرآباد پہنچے اور فتح کی نذریں پیش کیں۔

جنگ کھڑلہ

کھڑلہ کی جنگ کے اسباب

تقریباً دس سال سے نظام علی خان نے پیشوا کو چوتھ اور سردیسمکھی کی رقم ادا نہیں کی تھی پیشوا نے اس کی ادائی کی نسبت توجہ دلانے کی غرض سے ۱۷۹۱ء (م ۱۲۰۶ھ) میں گوبند راؤ کالے اور گوبند راؤ پنگلے کو وکالتہً بھیجا نظام علی خان نے اس مطالبے کے جواب میں اپنے چونتیس مطالبات مرہٹہ ریاست پر قائم کر دیئے۔ جن میں اُن رقوم کی بابت بھی مطالبے تھے جو مرہٹوں نے ناجائز طور پر نظام علی خان کے علاقے سے حاصل کر لی تھیں۔ اور ان کے علاوہ اُن علاقوں کا محاصل بھی تھا جن پر وہ بلا استحقاق قابض و متصرف ہو گئے تھے اور انہیں مطالبات میں اُن نقصانات کا معاوضہ بھی تھا جو اُن کے زیر اثر پنڈاریوں کے حملوں سے نظام علی خان کے مقبوضات میں پہنچے تھے ان مطالبات کے جواب میں نانا فرنویس نے اٹھائیس دلایل کے تحت اپنے مطالبات کا وجوب ثابت کیا جن میں سے بعض کو نظام علی خان نے تسلیم کیا اور بعض کو رد کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کیا کہ جنگ میسور کے اختتام کے بعد ہی تصفیۂ معاملہ کے لئے کسی شخص کو مقرر کر دیں گے اور غالباً اس موقع پر ان کا خیال تھا کہ وہ اس کے تصفیہ کے لئے انگریزوں کو ثالث بنائیں گے۔

مرہٹوں کے مقابلہ میں انگریزوں کا نظام کی مدد سے انکار

ارل کورنوالس نے میسور کی جنگ کے بعد ہی

نظام علیخان اور پیشوا وغیرہ کے ساتھ ایک معاہدہ بنام ٹریٹی آف گارنٹی (عہد نامہ کفالت) تجویز کر کے اپنی اعلیٰ گورنمنٹ میں پیش کیا جس کی رو سے بوقت ضرورت ہر ایک فریق کی مدد دوسرے کو لازم آتی۔ اس موقع پر گرانٹ ڈف کہتا ہے کہ کسی جنگ میں جو آیندہ کبھی کسی ریاست سے ہو فوجی امداد کے لئے انگریزی کمپنی سے معاہدہ کرنے کے لئے نظام علی خان نے کوشش کی لیکن ہم ڈف کے اس بیان سے اس وجہ سے متفق نہیں ہیں کہ ۱۱۸۱ھ (م ۱۷۶۸ء) کے معاہدہ کی چھٹی شرط کی رو سے انگریزی کمپنی کے لئے جنگ کے وقت نظام علی خان کی فوجی مدد کرنا لازم تھا کیونکہ اس کی تنسیخ یا تبدیل کسی عہد نامہ مابعد سے نہیں ہوئی تھی

نظام علی خان کے خلاف راجہ سندھیا کی ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی

جب مرہٹہ سرداروں کو یہ اطلاع ملی کہ نظام علی خان انگریزی کمپنی کو ثالث بنانے یا ان سے تائید حاصل کرنے والے ہیں تو اُن میں سے راجہ سندھیہ نے بندگانعالی کے خلاف ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی شروع کی ٹیپو سلطان بہت خوشی سے اور بہت جلد ان کے ساتھ متفق ہو جاتے لیکن اس وقت اُن کی حالت نازک تھی ایک تو اس وجہ سے کہ حال ہی میں وہ اپنے اخراجات جنگ کو برداشت کرنیکے علاوہ صلح میں بھی ایک معقول رقم ادا کرکے بہت زیر بار ہو گئے تھے اور اپنے ملک کا نصف حصہ کھو چکے تھے اور دوسرے یہ کہ ابھی ان کے لڑکے (جو تعمیل عہد نامہ کے تحت انگریزی کمپنی کے حفظ و امان میں تھے) انگریزوں کے پاس سے واپس نہیں ہوئے تھے۔ ان وجوہ سے ٹیپو سلطان کو مرہٹوں کے ساتھ متفق ہونے میں تامل تھا۔

تاریخ عہدی آف دی مرہٹاس جلد ۲ صفحہ ۲۳۹

نظام علی خان کی مدد سے انگریزوں کے انکار کی وجہ

جب انگریزوں کو اس کا علم ہوا کہ مرہٹہ سردار ٹیپو سلطان سے ریشہ دوانی کر رہے ہیں تو انہوں نے نظام علی خان سے کنارہ کشی کر لی جس سے یہ غرض تھی کہ دکن کے دیسی رؤسا میں سے ٹیپو سلطان تو کمزور ہو چکے تھے اب پیشوا اور نظام علی خان باقی رہے تھے اور دونوں میں باہمی مطالبات کی بناء پر یہ گمان تھا کہ کوئی جنگ ضرور ہوگی جس میں کسی ایک فریق کا دوسرے پر غالب آجانا اور فریق مغلوب کا کمزور ہو جانا اور ہر ایک فریق کا زیر بار ہونا متیقّن تھا جس کے بعد کمزور فریق کی حمایت میں معقول طور پر جلب منفعت کی توقع تھی۔ آخر سر جان شور نے بہ حیثیت گورنر جنرل نظام علی خان اور پیشوا کے معاملات میں مداخلت کرنے سے صراحتاً انکار کر دیا۔ سر جان شور کے جواب صاف سے قبل ہی میر عالم کو نظام علی خان نے سفیر بنا کر پونہ روانہ کیا تھا تاکہ مناسب طریقے سے پیش پا افتادہ معاملہ کا تصفیہ کریں اور اس تصفیہ میں اپنے شناسائیوں اور ملاقات کو کام میں لا کر وہاں کے انگریزی رزیڈنٹ مسٹر مالٹ وغیرہ سے بھی تائید حاصل کریں لیکن شدنی یہ تھی کہ باہمی جنگ ہو جس کے لئے اسباب بھی ایسے ہی پیدا ہو رہے تھے جب سر جان شور کی طرف سے جواب صاف مل گیا تو مرہٹوں کو اپنے مطالبات میں استبداد اور مبادرت کا موقع ملا چنانچہ ان کے وکلاء نے بر سر دربار نظام علی خان سے تصفیہ مطالبات کا تقاضا کیا جس پر مدار المہام وقت ارسطو جاہ نے بری طرح تند کلامی کی اور وکلاء کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔

اب فوج کی فراہمی کی ضرورت تھی انگریزی کمپنی نے اپنی تائید سے تو معذرت کر لی تھی

اس لئے نظام علی خان نے اپنی فرانسیسی تعلیم یافتہ فوج میں (جو ۱۷۸۶ء سے موسیٰ ریموں
کی کمان میں تھی) اضافہ کیا۔ یہ فوج جنگ ٹیپو سلطان کے زمانہ سے پانچ ہزار سپاہیوں پر معہ
عہدہ داران مشتمل تھی اب اس کی تعداد دس ہزار تک بڑھادی گئی۔ اور حسب بیان
گلزار آصفیہ ارسطوجاہ نے معقول رقم کے لالچ پر مہادیوجی سندھیہ[۱] کو اپنے ساتھ متحد کرلیا جو
اس زمانہ میں شاہجہاں آباد میں مقیم تھے۔ جب بندگانعالی کو یہ اطلاع ملی کہ مہادیوجی سندھیہ
اپنے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کی خاطر ہندوستان سے دکن آرہے ہیں تو وہ بھی
۲۷ر شعبان ۱۲۰۸ھ (م ۳۰ر مارچ ۱۷۹۴ء) کو جنگ کے لئے حیدرآباد
سے نکلے اور ۱۱ر رمضان ۱۲۰۸ھ (م ۱۲ر اپریل ۱۷۹۴ء) کو بیدر پہنچے۔ یہاں یہ اطلاع
ملی کہ مہادیوجی سندھیہ کا انتقال ہوگیا جس سے خود بندگانعالی کو اور ان کے ساتھ ارسطو جاہ
کو بھی پیش پا افتادہ مہم کی نسبت فکر و تردد لاحق ہوا۔ ارسطوجاہ نے مہادیوجی سندھیہ کے
فرزند دولت راؤ سندھیہ کو اس کے باپ کی مراسلت کا اظہار کرکے اپنے ساتھ
متحد کرلینا چاہا لیکن نانا پھڑنویس کی تیزی اور چالاکی سے وہ ان کے ساتھ متفق نہ ہو سکا
حضور یہاں سے تمام لشکر کے ساتھ ۱۱ر جمادی الاول[۲] ۱۲۰۹ھ (م ۴ر دسمبر ۱۷۹۴ء) کو نکل کر
پونہ کی سمت دریائے مانجرا کے کنارے کنارے بڑھنے لگے۔ پیشوا پونہ سے جنوری
۱۷۹۵ء (م رجب ۱۲۰۹ھ) میں نکلے ان کے ساتھ جملہ فوج ایک لاکھ تیس ہزار تھی

۱؎ گلزار آصفیہ صفحہ (۸۴)

۲؎ صاحب گلزار آصفیہ بیدر سے نکلنے کی تاریخ ۱۴ر شعبان ۱۲۰۹ھ بتاتا ہے جو قرین قیاس نہیں ہے۔

مختلف مرہٹہ سرداروں میں سے دولت راؤ سندھیہ کی فوج کا بڑا حصہ باقاعدہ فوج پر مشتمل تھا۔ پنڈاری قزاق علیحدہ تھے جو صرف فریق مقابل کے مقدمہ پر چھاپے مارنے کے لئے معین کئے گئے تھے۔ مرہٹہ سردار جدا جدا راستہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود میں داخل ہونے لگے۔ اور ایک لاکھ دس ہزار سوار معہ ڈیڑھ سو ضرب توپ کے راست نظام علی خان کے مقابلے میں بڑھے۔

جنگ کی تفصیل | صاحب حدیقۃ العالم کا بیان ہے کہ[۵۱] ۲۵ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ (م ۱۸ دسمبر ۱۷۹۴ء) کو پنڈاریوں کے سوار سرکار عالی کی فوج سے قریب آگئے اور اطراف میں لوٹ مار مچادی۔ ۱۰ شعبان ۱۲۰۹ھ (م ۲ مارچ ۱۷۹۵ء) کو بندگان عالی کی فوج نے کوہ موہیری کے گھاٹ کو عبور کرکے پائین گھاٹ کی تلاش پر قبضہ کرلیا۔ ۱۹ شعبان کو مرہٹہ فوج سے مقابلہ ہوا جس میں مرہٹہ سردار پرسرام بھاؤ زخمی ہوا اور قریب تھا کہ مرہٹہ فوج کے قدم اکھڑ جاتے لیکن عین وقت پر تازہ کمک مرہٹہ فوج کو مل گئی اور نظام علیخان کی حملہ کن فوج کو کمک نہیں پہنچی جس سے سرکار عالی کی افواج کو ہٹ آنا پڑا جس کے بعد مغرب تک مقابلے ہوتے رہے۔ آخر بعد مغرب نظام علی خاں معرکہ جنگ سے برخواست کرکے قلعہ کھرڈہ میں[۵۲] جو قریب ہی واقع تھا اختیار مت گزیں ہوئے مگر اب دشمن نے ...

---

[۵۱] حدیقۃ العالم مقالہ دوم صفحہ (۲۰۸)

[۵۲] یہ احمد نگر کے جنوب مشرق میں ۵۶ میل پر ایک موضع ہے جو عرصہ سے مرہٹہ خاندان نمبالکر کے تصرف میں تھا۔ موضع مذکور کے جنوب مشرق میں اس کا قلعہ واقع ہے جسے نمبالکر ہی کے خاندان میں سے کسی نے ۱۷۰۵ء میں تعمیر کیا تھا۔

تفصیل جنگ اس طرح بتائی ہے کہ پیشوا کی فوج کوہ موہری پر اتر آئی جس کے بعد ہری پنت
کے فرزند بابا راؤ نے نظام علی خان کی فوج پر اس وقت حملہ کیا جب کہ وہ گھاٹ سے
اتر رہی تھی لیکن وہ نقصان اٹھاکر پسپا ہوا جس کی خوشی میں نظام علی خان نے اسی شب
دربار کیا اور فتح کی نذریں لیں۔ اس واقعہ کے دوسرے روز جب بندگانعالی کی افواج
کھرڈلے سے پوریندہ کی طرف بڑھنے لگیں تو اُن کی داہنی طرف سے مرہٹہ فوج نے حملہ
کردیا جس پر نظام علی خان نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور فوراً اسد علی خان کے رسالے
کو ریموں کی باقاعدہ سترہ ہزار کی فوج کے ساتھ مرہٹہ افواج پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔
پرسرام بھاؤ اس فوج کا مقابل ہوا۔ اس موقع پر مرہٹہ فوج کی ترتیب نقشۂ ذیل سے
ظاہر ہوگی۔

نقشہ صفوف افواج مرہٹہ در جنگ کھرڈلہ

سنہ ۱۲۰۹ ہجری م سنہ ۱۷۹۵ء

میسرہ	قلب	میمنہ
دولت راؤ سندھیہ	پرسرام بھاؤ، پیشوا سوائی مادھو راؤ، ہولکر	راگھوجی بھونسلہ

پرسرام بھاؤ مقابلے میں کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ لال خان بلوچی کے تحت پٹھانوں
کی ایک ٹکڑی اس پر حملہ آور ہوئی اور بہت سارے مرہٹوں کو کاٹتے ہوئے پرسرام تک

۱؎ ہسٹری آف دی مرہٹاس جلد ۲ صفحہ ۲۸۸

پہنچ گئی۔ اور خود لال خان نے پرسرام بھاؤ کو اپنے ہاتھ سے گھوڑے سے نیچے کھینچ کر زخمی کر دیا
لیکن قبل اس کے کہ اس کا کام تمام کرے بھاؤ کے لڑکے نے آگے بڑھ کر لال خان
پر وار کیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد بھی پٹھان جماعت پسپا نہ ہوئی بلکہ
آگے بڑھتی گئی۔ اور اپنی زد و برد سے غنیم کی فوج میں ایک تھلکہ ڈال دیا۔ اس پٹھان جماعت
کی کمک پر الف خان نواب کرنول اور صلابت خان فرزند اسمٰعیل خان پنی تھے۔ مرہٹہ
فوج بھاگنے لگی اور بابا راؤ پھڑکیہ بھی بھاگنے ہی کو تھا کہ جو با بخشی نے اُسے برا بھلا کہہ کر
روکا عین ایسے موقع میں جبکہ نظام علی خان کی فرانسیسی فوج موسیٰ ریموں کے تحت اپنی
مقابل فوج سے لڑنے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی رگھوجی بھونسلہ نے بان چھوڑے اور
ٹھیک اسی وقت مرہٹہ سردار موسیٰ پیروں نے پینتیس[۳۵] ضرب توپ ایک دم داغے
جس پر اسد علی خان کا رسالہ منہزم ہو کر لوٹا البتہ موسیٰ ریموں اپنی پیدل فوج کو لیکر مقابلے
پر اڑا رہا اس عرصہ میں نظام علی خان کھرلہ واپس ہو چکے تھے۔ شام تک موسیٰ ریموں اپنی
فوج سے مقابلہ کرتا رہا آخر پاس ہی کی ندی کی گزرگاہ میں اپنی فوج کے ساتھ پڑا رہا لیکن
کچھ رات گزرنے کے بعد جب مرہٹہ فوج طلایہ کا ادھر گزر ہوا تو اس نے صرف رفع شبہ
کے لئے بندوقیں فیر کیں جس پر موسیٰ ریموں کی فوج نے بے ترتیبی سے بندوقیں چھوڑیں
جس سے خود اسی فوج میں ایک جو اس باختگی پیدا ہو گئی بندوقوں کی تابڑ توڑ آواز نظام علی
کے پڑاؤ تک پہنچی تو خیال ہوا کہ مرہٹہ فوج رات میں بڑھتی آ رہی ہے اس لئے نظام علی
اپنے مقام سے اٹھ کر قلعہ کھرلہ میں قیام گزیں ہوئے جب صبح ہوئی تو مرہٹوں نے دیکھا کہ

میدان میں توپ اور بندوق اور سامان وغیرہ ایسا ہی پڑا ہوا ہے جیسا کہ کسی فوج کی ہزیمت میں ہوا کرتا ہے اور جاسوسوں کے ذریعے یہ پرچا لگا کہ خود نظام علی خان بھی قلعہ کھرلہ میں متحصن ہو گئے ہیں۔ اور ان کے پاس بہ مشکل تمام فوج کا دسواں حصہ باقی رہا ہے۔ معاً مرہٹہ فوج قلعہ کے قریب تک بڑھ آئی اور گولہ اندازی شروع کر دی جو دو روز تک جاری رہی آخر نظام علی خان کو صلح کی سلسلہ جنبانی کرنی پڑی۔

کھرلے کی جنگ میں نظام علی خان کی شکست کا سبب۔ صاحب گلزار آصفیہ اس شکست کی توجیہہ یہ بیان کرتا ہے کہ[1] ارسطو جاہ کی مخالفت و عداوت میں بعض سرکار عالی کے نمک حرام عہدہ داروں نے تھوڑی سی رقم کے لالچ پر مرہٹہ سرداروں سے ساخت باخت کر لی جس سے نظام علی خان کو کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کی تائید و تصدیق اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو ارسطو جاہ اور نانا پھڑنویس کے مابین ہوا جب کہ ارسطو جاہ تحت صلح نامہ مرہٹوں کے پاس یرغمال کی حیثیت سے اس کے پاس پہنچے تھے چنانچہ سب سے پہلے نانا فرنویس نے ان کو مخاطب ہو کر کہا کہ

"ڈونگولے صاحب۔ ہمارے سات لاکھ روپیوں نے جو کام کیا ہے آپ کے ایک کروڑ روپیے نے نہیں کیا۔"

اس جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ مہادجی سندھیہ کو فراہم کرنے میں ارسطو جاہ نے ایک کروڑ روپیہ صرف کیا تھا اور اسی لالچ یا اثر کے تحت وہ اپنے ہم قوموں کے خلاف

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۹۶

نظام علی خان کے ساتھ شریک جنگ ہونے کے لئے ہندوستان سے دکن آرہے تھے اور برخلاف اس کے نانا پھڑنویس نے صرف ساٹھ لاکھ روپے کے صرفہ سے عہدہ داران سرکار عالی کو اپنا کرلیا تھا جن کی نمک حرامی سے اس جنگ میں نظام علی خان کو ناکامی ہوئی

صلح نامہ کھرڑلہ کے شرائط

محاصرے کے تیسرے روز صلح کی سلسلہ جنبانی ہوئی اور کشن راؤ بلال پنڈت پردھان کے وکیل کی حیثیت سے شرائط صلح لیکر آیا جو حسب ذیل تھے ۔

(۱) نظام علی خان اپنے مدار المہام ارسطو جاہ کو مرہٹوں کے حوالے کردیں ۔

(۲) وہ تمام حصۂ ملک جو دریائے تاپتی سے لیکر جنوب میں پورندیہ کے حدود تک ہے مرہٹوں کے تفویض کردیں ۔

(۳) قلعہ دولت آباد اور وہ علاقہ بھی جس پر سداشیو راؤ بھاؤ نے سنہ ۱۷۶۰ عیسوی (م ۱۱۷۴ھ) میں قبضہ کیا تھا دے دیں ۔

(۴) بقایا چوتھ اور اخراجات جنگ کی بابت جملہ تین کروڑ روپیہ ادا کریں ۔

(۵) گنگتھڑی متصل علاقہ بھونسلہ سے ساڑھے تین لاکھ محاصل کا علاقہ سپرد کردیں

(۶) رگھوجی بھونسلہ کو انتیس لاکھ روپیہ ادا کریں جو نظام علی خان کے ذمہ واجب الادا تھا

(۷) ان تمام شرائط کی ایفاء کے بعد نظام علی خان حسب عملدرآمد قدیم برار کے محاصل کے (نا یحد حصہ مقررہ) وصول کرنے کے مقتدر رہیں گے ۔

اس صلحنامہ کی تکمیل ۹ رمضان ۱۲۰۹ھ (م ۳۰ مارچ ۱۷۹۵ء) کو ہوئی ۔ ۱۲ رمضان ۱۲۰۹ھ (م ۲ اپریل ۱۷۹۵ء) کو نظام علیخان وہاں سے نکلکر ۲ شوال ۱۲۰۹ھ م ۲۷ اپریل ۱۷۹۵ء کو حیدرآباد پہنچے

انگریزی فوج کی برطرفی

انگریزوں سے نظام علی خاں کی ناراضی

نظام علی خاں کھڑلہ کی جنگ میں انگریزوں کے انکار اعانت سے ناراض ہو گئے تھے ان کی ناراضی بجا اس واسطے تھی کہ کمپنی سے اب تک جتنے معاہدے ہوئے تھے ان میں یہ شرط ضرور تھی کہ وہ فوجی مدد دیں گے چنانچہ سنہ ۱۱۸۱ھ م سنہ ۱۷۶۸ء کے عہدنامہ میں بعوض [illegible] پانچوں سرکاران شمالی کے قبضے کے انگریزی کمپنی نے وعدہ کیا تھا کہ ایک دستہ فوج نظام کے صحیح و واجب معاملات کے تصفیے کے لئے حسب ضرورت مستعد و آمادہ بھیجے گی اور جس سال نظام کو ضرورت نہ ہو تو اس سال صرف تین سرکاران راجمندری، ایلور، مصطفےٰ نگر کی بابت پانچ لاکھ روپے بطور پیشکش دیگی۔ لارڈ کورنوالس نے چٹھی مورخہ سنہ ۱۲۰۳ھ م سنہ ۱۷۸۹ء میں تصریح عہدنامہ مذکور لکھا ہے اس میں بھی اس عہدنامہ کی توثیق ہی ہے تنسیخ نہیں کی اور سنہ ۱۲۰۴ھ م سنہ ۱۷۸۹ء کے معاہدہ پانگل میں بھی اس کی کوئی صریح تنسیخ نہ ہوئی تھی اور سرکاران شمالی بدستور انگریزی کمپنی کے قبض و تصرف میں تھے پس ان عہدناموں کی رو سے بھی انگریزی کمپنی کو چاہیئے تھا کہ اگر اپنی طرف سے کسی فوجی مدد کا دینا مناسب نہ سمجھتی تھی تو سرکار نظام کی ملازم انگریزی فوج ہی کو ان کے مطالبہ پر دے دیتی اور اگر اس کو بھی دینا نہ چاہتی تھی تو اس عہدنامہ کے دفعہ سیوم کے اعتبار سے جو اوراق گزشتہ میں (از صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۵) درج ہے اس کو چاہیئے تھا کہ مرہٹوں اور نظام کے درمیان

دخیل ہوکر بیچ بچاؤ کر دیتی لیکن یہ مداخلت ان کے جدید قرار دادہ اصول کے خلاف تھی اگر اُن پر کاربند نہ ہوتی تو کمپنی کی بدنامی کا ایک سبب بنجاتی۔ اسی لئے کمپنی نے اس معاہدہ سے قطع نظر کر کے عدم مداخلت یا غیر جانب داری اختیار کرلی اور نظام علی خان کو جواب صاف دیدیا۔ اور جب کھرڈلے کی جنگ میں ان کو شکست ہوگئی تو وہ کمپنی کے نقض عہد سے اور زیادہ پُردل ہوگئے۔ اور انگریزی فوج کو برطرف کر کے اپنے پاس سے کمپنی کے علاقہ میں واپس چلے جانے کا حکم صادر فرمایا اور موسیٰ ریموں کے تحت فرانسیسی فوج میں اضافہ کی نسبت احکام دیئے۔ اور اس کی تنخواہ میں ریاست کا ایک مرکزی علاقہ (میدک) بطور تعہد موسیٰ ریموں کو دیدیا گیا تھا جس کے لئے ایک زمانہ میں موسیٰ بوسی بہت متوقع تھا اس برطرفی اور فرانسیسی فوج میں اضافہ کی اطلاع جب عہدہ داران کمپنی کو ملی تو ان کے رزیڈنٹ ولیم کرک پیاٹرک المخاطب بہ شوکت جنگ نے اس خیال سے کہ یہ قوم ریاست حیدرآباد میں قوت نہ پکڑے۔ ذریعۂ مراسلہ[1] مورخہ ۲۹ ڈسمبر ۱۷۹۵ء (م ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ) میر عالم کو (جو انگریزی رزیڈنٹ اور مدار المہام سرکار عالی کے مابین وکیل تھے) لکھا کہ یہ حرکات سے خالی نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ انگریزی اور فرانسیسی قوموں کے درمیان محض خیرخواہی عامۂ رئیسان و فوائد عموم خلائق کی بنا پر نزاع و نفاق پھیلا ہوا ہے اس قوم کو اس طرح ترقی و اقتدار دینا آئین اتحاد انگریزی کے منافی ہے اور اس سے کوتاہ بینوں کے خیال میں بعض امور کے احتمالات کا امکان ہے۔ اسی بنا پر اس فرانسیسی فوج کے

---

[1] نقل خط کے لئے ملاحظہ ہو میر عالم صفحہ ([illegible])

ایک حصہ کو سرکار عالی کی طرف سے کڑپہ اور کھم میں متعین کیا گیا تھا تاکہ اس فوج کے ذریعے ان مخالفین کا سد باب ہو سکے جو اس سمت سے ممالک محروسہ سرکار عالی پر دست درازی کریں چونکہ یہ تعلقے انگریزی کمپنی کے حدود سے متصل تھے اس لئے لارڈ کورنوالس کو شبہ ہوا کہ یہ کوئی جارحانہ کارروائی ہے چنانچہ اس کا اظہار ان کی یادداشت مورخہ ۱۵؍ جون ۱۷۹۵ء سے ہوتا ہے جو یہ ہے۔

" یہ کارروائی ناجائز نہیں بھی تو شبہ انگیز ضرور ہے موسیٰ ریموں کی فوج کو وہاں سے واپس بلا لینے کے لئے نظام کو مایل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے "۔

یہی نہیں بلکہ کھم میں ایک اور حصہ فوج روانہ کر کے سابقہ متعینہ فوج میں اضافہ کرنے کے لئے کمپنی سے پروانہ راہداری بھی طلب کیا گیا تاکہ نئی پہنچنے والی فوج حدود کمپنی میں سے آسانی کے ساتھ مقام متعینہ پر پہنچ سکے جس کے جواب میں کئی وجوہ کی بناء پر انگریزی ریذیڈنٹ نے اجراء پروانہ سے انکار کر دیا۔

جب انگریزی فوج کی برطرفی کا فرمان بغرض تعمیل میر عالم کے پاس پہنچا تو انہوں نے بہ حیثیت وکیل اس حکم پر نظر ثانی کے لئے معروضہ کیا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے کیونکہ انگریزوں کے ساتھ سعی بلیغ اور حسن تدبیر سے اتحاد پیدا کر کے ان کی فوج کو ملازم کر لیا گیا ہے اور اسی سے ہماری ریاست کا استحکام اور سطوت و صولت قایم ہے اس حکم سے بندگان عالی کا رعب داب ان کے دلوں سے اور ریاست کے دشمنوں سے اٹھ جائے گا اور مہمات و حادثات کے پیش آتے جائیں گے جن کا مقابلہ دشوار ہو جائے گا مگر راجہ شام راج بہادر (جو رسلو جاہ

غیاب میں امور دیوانی کے اجراء کے ذمہ دار تھے) نظام علی خان کے صلاح کار تھے اور اس فوج کے مامور رکھنے میں اسراف ظاہر کرتے تھے کہ وہ فوج اپنی ضرورت کے وقت بھی اپنی مرضی کے تحت کام نہ آسکتی تھی چنانچہ حالیہ جنگ کھرلہ میں اس سے کوئی کام نہ لیا جاسکا۔ آخر راجہ صاحب مذکور ہی کی صلاح کے موافق برطرفی کے احکام بحال رہے اور انگریزی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا گیا

نظام علی خان کے فرزند اکبر عالیجاہ کا خروج

انگریزی فوج کی برطرفی کے بعد ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا یعنے صاحبزادہ اکبر عالیجاہ[1] نے ۹ ذی الحجہ ۱۲۰۹ھ (م ۲۷ جون ۱۷۹۵ء) کو شب عید میں بعض ناعاقبت اندیشوں کے اغوا پر خروج کیا۔ اور ایک معقول فوج فراہم کرکے بیدر کی طرف نکل گئے اور وہاں پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے ساتھ سداسیو ریڈی، غالب جنگ، سیف جنگ، بدیع الزماں خان ناظم جنگ بھی شریک ہوگئے تھے۔

ان صاحبزادے صاحب کی تادیب کے لئے سدی عبداللہ خان جمعیت جوانان بار کے ساتھ متعین کئے گئے تھے جو اپنی فوج کے ساتھ صاحبزادے صاحب کے عقب میں قابو جو تھے۔ سداشیو ریڈی ایک روز بحالت غفلت اس سرکاری فوج پر ٹوٹ پڑا۔ جس سے سرکاری فوج منتشر ہوگئی اور خود سدی عبداللہ خان بھی بری طرح زخمی ہوئے اور ان کے اہل وعیال کو سداشیو ریڈی نے اسیر کرلیا۔ اس کی اطلاع پر نظام علی خان نے بصلاح امتیاز الدولہ ممتاز الامراء عالیجاہ کی والدہ بخشی بیگم صاحبہ کے ہر سے ایک نصیحت نامہ

---

[1] یہ نظام علی خان کے بڑے صاحبزادے ہیں احمد علی خان ان کا نام تھا یہ بخشی بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۱۸۲ھ میں تولد ہوئے تھے ۱۲۰۶ھ میں بسالت جنگ کی صاحبزادی صالحہ بیگم سے ان کا عقد ہوا جس سے دو لڑکیاں تولد ہوئیں یعنی (۱) عالم آرا بیگم (۲) ظہور النساء بیگم

لکھ بھیجا جس میں انہیں لکھا گیا تھا کہ بغاوت سے باز آ کر قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاؤ تو نرمل اور برار کی جاگیر سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

انگریزی فوج کی مکرر ماموری | اس خط کے مضمون سے مطلع ہو کر میر عالم نے معروضہ کیا کہ عالیجاہ کو جاگیر دینا موجب خلل ہوگا جس سے ان کو رفتہ رفتہ قوت حاصل ہو جائیگی اور امرا اور عایا ان کی طرف مایل ہو جائیں گے اور زمام ریاست خود بدولت کے دست قدرت سے نکل جائیگی بالفعل صلاح دولت یہ ہے کہ برخاست شدہ انگریزی افواج ابھی حدود ریاست سے باہر نہیں ہوی ہوں گی ان کو واپس طلب فرمالیا جائے جس پر ان افواج کو واپس طلب کرنے کا حکم ہوا جس کی تعمیل میں انگریزی فوج کنڈاپلی (مصطفے انگر) میں بماہ اگسٹ جمع ہو کر میجر رابرٹس کے تحت ۳۱ اگسٹ ۱۷۹۵ء (م ۱۵ صفر ۱۲۱۰ھ) کو حیدرآباد پہنچی۔ اس موقع پر یہ بتانا نامناسب نہیں ہے کہ برخاست فوج انگریزی کے معنے یہی تھے کہ نظام علی خان نے اس حکم سے اس معاہدہ کو منسوخ و کالعدم کر دیا جس کی بنا پر فوج انگریزی متعین و مامور تھی۔ اس کے بعد مکرر اس کی جو تعیناتی ہوی ہے وہ کسی جدید معاہدے کے بغیر ہوی ایسی صورت میں وہ فوج بلا کسی شرط کے بالکلیہ سرکار نظام کے احکام کے تابع ہونی چاہیئے۔ نہ کہ معاہدہ منسوخ کے تابع۔

سرکاری فوج کا باغی فوج سے مقابلہ و عالیجاہ کا سرکاری فوج کی حفاظت میں آجانا | بہرحال یہ انگریزی فوج بھی میر عالم کے زیر اثر عالیجاہ کے مقابلہ پر مامور ہوی۔ قبل الذین بندگانعالی نے موسی ریموں کو اپنی فرانسیسی فوج کے ساتھ اس مہم پر جانے کا حکم دیدیا تھا اور پایگاہ سے بھی سردار الملک گھانسی میاں کو

متعین کر دیا تھا۔ جب ساری سرکاری فوج بیدر کے قریب پہنچی تو باغی افواج نے مقابلہ کیا جس
میں ان کو سخت ناکامی ہوئی اور باغی فوجیں منہزم ہو کر بھاگ نکلیں صاحبزادے کو جب یہ
اطلاع ملی تو شب ہی میں اپنے تن چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ بیدر سے نکل کر اورنگ آباد چلے گئے
اور راستہ ہی سے صاحبزادے نے پونہ سے استمداد کی لیکن مرہٹوں کے پاس سے جواب نفی پایا
جب مدد بھی نہ ملی اور فوج پر فوج مقابلہ پر جمع ہو گئی تو صاحبزادے صاحب خبردار ہوئے اور
اپنے آپ کو سرکاری افواج کے حوالے کر دیا جنہیں معقول انتظام کے ساتھ واپس لانے لگے
لیکن کہتے ہیں کہ بتقاضائے غیرت راستہ میں زہر کھا گئے جس سے ہلاکت واقع ہو گئی
اس مہم کے بعد وسط ماہ شعبان ۱۲۱۰ھ (م اواخر ماہ فبروری ۱۷۹۶ء) میں نظام علیخاں
ایک شب خلوت مبارک کی چاندنی پر آتشبازی کا تماشہ ملاحظہ کر رہے تھے کہ قریباً آدھی
رات کو مزاج بگڑا اور کچھ آثار لقوہ اور فالج ظاہر ہوئے صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ
حکیم حمایت اللہ خاں[1] نے کوئی دوائے تقویت بشمول گلاب تیار کی تھی جس کو بندگانعالی ان
دنوں استعمال فرما رہے تھے حکیم الملک حکیم عبدالجلیل خان آمیزش گلاب والی دوا کو حضور
کی طبیعت کے خلاف تصور کرتے تھے لیکن ان کے عرض معروض پر بھی بندگانعالی نے
اس دوا کے استعمال کو ترک نہ کیا جس کا اثر ان امراض کی شکل میں ظاہر ہوا اس کے بعد
علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن سوء پرہیز سے امراض میں کوئی خاطر خواہ افاقہ نہ ہو سکا یہاں تک کہ
۱۲۱۱ھ م ۱۷۹۶ء) میں ارسطو جاہ پونہ سے واپس آئے اور آتے آتے وہ تمام حصہ ملک بھی

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ (۸۸)

واپس لائے جو کھرلہ کی جنگ میں مرہٹوں کے قبض وتصرف میں جاچکا تھا اس استرداد کی اصل وجہ پیشوا کی حکومت میں درمیانی مخالفتیں تھیں جس کو تفصیل سے معلوم کرنے کے بعد اس استرداد کے حقیقی اسباب واضح ہوسکیں گے اسی لئے ہم اس تفصیل کو ضروری سمجھتے ہیں اور باب مابعد میں علیحدہ بیان کرتے ہیں۔
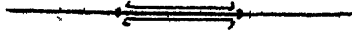
پیشوا سے استرداد ملک

پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال اور ان کی قایم مقامی کے جھگڑے

۱۰؍ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۰ھ (م ۲۴؍ اکٹوبر ۱۷۹۵ء) کو پیشوا سوائی مادھوراؤ کا انتقال ہو گیا چونکہ وہ لاولد فوت ہوئے تھے اس لئے ان کی قایم مقامی کے لئے مرہٹہ سرداروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اب مستحقین میں سوائی مادھوراؤ کے چچا رگھناتھ راؤ کے تین فرزند تھے سب سے بڑے باجی راؤ ان سے چھوٹے چمناجی اپا اور سب سے چھوٹے امرت راؤ اور یہ تینوں سیومیری کے قلعے میں نظر بند تھے انزہاق روح[1] سے قبل سوائی مادھوراؤ نے اپنی قایم مقامی کے لئے باجی راؤ کو نامزد کیا تھا لیکن مہاجی ہولکر اور نانا فرنویس ان کے خلاف تھے۔ نانا فرنویس یہ چاہتے تھے کہ ایک لڑکا متوفی پیشوا کی بیوہ کا متبنیٰ ہو اور وہی گدی پر بٹھایا جائے اور اس کے قابل حکمرانی ہونے تک خود آپ معاملات ریاست میں دخیل رہیں صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ جیسے ہی ارسطو جاہ کو سوائی مادھوراؤ کے انتقال کی خبر ملی انہوں نے دولت راؤ سندھیہ کو یہ لکھا کہ نانا فرنویس امرت راؤ کو گدی نشین کرنا چاہتے ہیں جو مناسب نہیں ہے باجی راؤ سن تمیز کو پہنچ گئے ہیں اور اجراء امور ریاست کے اہل

---

[1] ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد دوم صفحہ ۲۵۴

اس لئے وہی گدّی پر بیٹھنے کے قابل ہیں جس کے جواب میں سندھیہ نے بھی اس خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

باجی راؤ کو جب ناناؔ فرنویس کے منصوبے کی خبر ہوی تو انہوں نے بلوبا تانتیہ (مختار سندھیہ) کے ذریعے دولت راؤ سندھیہ کو اس عہدو پیماں کے ساتھ فراہم کیا کہ اپنی گدی نشینی کے لئے اُن کی فوجی تائید میں جو کچھ اخراجات ہوں وہ بھی ادا کریں گے اور اس کے علاوہ چار لاکھ محاصل کا علاقہ بھی سندھیہ کو دیں گے اس معاہدے کی اطّلاع ناناؔ فرنویس کو ہوی تو اس نے اپنی تائید پر پرسرام بھاؤ کو تاسگاؤں سے بلوایا۔ لیکن اس کے آنے کے بعد مباحثہ میں یہی طے پایا کہ باجی راؤ کو گدی نشینی کے حیلے طلب کر کے اپنے عہدہ داروں کی نگرانی میں رکھ لیا جائے چنانچہ پرسرام باجی راؤ کو قلعہ سیونیری سے لالیا صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ان کی گدی نشینی[1] کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوی اور یہ قرار پایا کہ اس تاریخ وہ پہلے ایک خاص مندر میں جائیں جہاں پوجا و قشقہ سے فارغ ہو کر گدی پر پہنچیں اور جس وقت وہ دیوان پہنچیں تو ان کو وہاں سے بالا بالا پانچ ہزار عربوں کی حفاظت میں قلعہ جنیر پہنچا دیا جائے جہاں وہ نظر بند رہیں تاریخ مقررہ تک پرسرام نے باجی راؤ کو ہمنوا کر لیا اور اُن سے اپنے لئے مختاریٔ ریاست کا وعدہ لیکر ناناؔ فرنویس کے اس منصوبے کو بیان کر دیا اور تجویز یہ بنائی کہ تاریخ مقررہ کو ناسازیٔ مزاج کا عذر کر کے ٹال دیا جائے جب تاریخ مقررہ اسی غیر واقعی عذر پر ٹال دی گئی تو ناناؔ فرنویس کو کچھ شبہ ہو گیا۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۶

پیشوا کی قایم مقامی کے جھگڑے میں ارسطو جاہ کی حکمت عملی اور اُن کی مخلصی

اسی دوران میں ایک روز دولت راؤ سندھیہ سیر و شکار کے سلسلے میں ارسطوجاہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اُن سے بھی آملے اور تقریب ملاقات یہ بتائی گئی کہ کسی نے ارسطوجاہ کے گھوڑے "ہمدم" کی تعریف ان سے کردی جس کے دیکھنے بلکہ حاصل کرنے کا شوق ان کو ہوگیا جب اُدھر سے گزرنے لگے تو اس گھوڑے کی خاطر وہ ارسطوجاہ سے جا ملے جنہوں نے بعد ملاقات اپنا گھوڑا معہ ساز و سامان ان کو دیدیا جب نانا فرنویس[1] کو یہ اطلاع ملی کہ راجہ سندھیہ ارسطوجاہ سے آملے تو ان کو تردد ہوا اور وہ فوراً ان کے پاس چلے آئے اور دریافت کرنے لگے کہ کیا باتیں ہوئیں۔ آخر بڑے اصرار اور قسما قسمی کے بعد ارسطوجاہ نے کنایتہً اتنا کہدیا کہ بہرحال آپ کی خیر نہیں ہے بے فکر نہ رہیں۔ اب نانا فرنویس پریشان ہوگئے اور ارسطوجاہ ہی سے صلاح چاہی انہوں نے یہ رائے دی کہ بہتر ہے کہ آپ کانکن چلے جائیں اور جاتے جاتے اپنا سوال جواب پیش کردیں اگر اس کا تصفیہ حسب مراد ہوجائے تو فبہا ورنہ اپنی تدبیر آپ کریں اور انگریزوں کو ہموار کرکے یہ دیکھتے رہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اس کو تسلیم کرکے نانا فرنویس نے ارسطوجاہ سے کہا کہ آپ بھی میرے شریک رہیں اور مجھ سے دور نہ رہیں اس کے بعد اسی شب نانا فرنویس پورندھر چل دیئے اور وہاں سے وائی پورندھر جاتے ہوئے انہوں نے باجی راؤ سے یہ اقرارنامہ حاصل کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ متحد و متفق رہیں گے مخالفت نہ کریں گے

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۸

اور جاتے جاتے ارسطو جاہ کو جلد تر اپنے پاس لانے کے لئے ایک مرہٹہ سردار کو دو سو سواروں کے ساتھ چھوڑ دیا جس کی اطلاع ارسطو جاہ کی طرف سے راجہ سندھیہ کو دیگئی تو وہ معاً اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس چلے آئے جب دولت راؤ کی فوج کو آتا دیکھا تو نانا پھڑنویس کے متعین کردہ سوار اور سپاہی ارسطو جاہ کے پاس سے فرار ہو گئے۔

نانا پھڑنویس واپس پہنچنے کے بعد بلوبا تاتیہ (مختار دولت راؤ سندھیہ) نے پرسرام بھاؤ کو فراہم کر کے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۷۹۶ء (م ۱۹ ذیقعدہ ۱۲۱۰ھ) چمناجی اپا کو گدی نشین کر دیا اور پرسرام بھاؤ ان کا مختار و وزیر بنا۔ اس نوبت پر باجی راؤ راجہ سندھیہ کو فراہم کرنے کے لئے ان کے ڈیرے گئے جہاں باتوں باتوں میں دیر ہو گئی وہیں ان کو یہ خبر ملی کہ چمناجی اپا کو پرسرام بھاؤ گدی نشین کرنے کے لئے ان کی قیام گاہ سے لے گیا جس کے بعد باجی راؤ نے سندھیہ ہی کی حمایت میں رہنا پسند کیا اب سندھیہ نے اپنے اخراجات فوج پرسرام سے طلب کئے اس نے یہ وعدہ کیا کہ ارسطو جاہ کو کھرلہ کے صلح نامہ کے بموجب ادائی رقم کے لئے کہے گا وہ رقم وہیں تو آپ ان سے وصول کر لیں وہ ادا کر دیگا یا نہیں لیکن ارسطو جاہ نے اس کے مطالبہ پر ادائی رقم کا وعدہ اس شرط سے کیا کہ پہلے ان کو نظر بندی سے مخلصی ملے البتہ وہ ادائی رقم تک پونہ کی سکونت نہ چھوڑیں گے جس کی ان کو اجازت مل گئی اور وہ پونہ کے باہر گھانسی رام کوتوال کے میدان میں جا ٹھہرے اور جب انہوں نے نانا پھڑنویس کے مقابلے میں پرسرام بھاؤ کو مرہٹہ بالخصوص فوج کے فراہم کرنے کا ذکر کیا تو پرسرام نے خوشی سے ان کو فراہمی فوج کی اجازت دیدی جس پر انہوں نے وہیں پونہ کے ساہوکاروں سے کچھ رقم قرض حاصل کی

ؔ گلزار آصفیہ صفحہ ۱۶۹

ایک معقول فوج تیار کر لی اور مزید فوج کی ضرورت محسوس کر کے غالباً اسی زمانہ میں انہوں نے نظام علی خان کو معروضہ لکھا کہ سرکار عالی کی افواج جلد تر روانہ کی جائیں چنانچہ بندگانعالی نے فوراً عیسیٰ میاں اور سبحان خان کو روانہ فرما دیا اور ان کے بعد فرانسیسی فوج کو موسی پیرو اور موسی ریموں کے تحت بھیجد یا جن کے ساتھ راجہ راو رنبھا اور سردار الملک گھانسی میاں اور اسد علی خان بھی تھے ۔

اب پرسرام بھاؤ نے نانا پھڑنویس کو اپنی خدمت پر رجوع ہونے کے حیلے سے پونہ طلب کیا لیکن نانا پھڑنویس نے یہ کہلا بھیجا کہ اپنے آنے سے قبل چند شرائط کی تکمیل منظور ہے جس کے لئے وہ (پرسرام) اپنے فرزند ہری پنت کو ان کے پاس روانہ کر دے چنانچہ ہری پنت نانا پھڑنویس کی طرف روانہ ہوا لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بڑی بھاری اور منتخب فوج کے ساتھ آرہا ہے تو ان کو سوءظن ہوا جس کی تائید باجی راؤ پھڑکیہ کے خط سے بھی ہوئی جس میں اپنی آپ حفاظت کرنے کے متعلق اس نے لکھا تھا وہ وہاں سے بھاگ نکلے اور پرتاب گڑھ سے ہو کر مہاڑ جا پہنچے ۔ بلوبا تاتیہ ان کے تعاقب میں سندھیہ کی پیادہ پلٹن کو مقرر کر رہا تھا لیکن پرسرام نے نانا پھڑنویس کے خفیہ طرفداروں کے اثر میں آکر اس کو اس امر سے باز رکھا البتہ نانا پھڑنویس کی جاگیرات سندھیہ کو دیدیں اور ان کے مکانات اور دوسری جائداد ضبط کر لی ۔

اس کے بعد باجی راؤ کی طرف سے ایک مرہٹہ سلحدار بالاجی کنجر نے ان کی

سلہ ہسٹری آف دی مرہٹاس مصنفہ گرانٹ ڈف جلد ۲ صفحہ ۲۹۲

اعظم الامرا ارسطوجاہ مشیر الملک معین الدولہ
سہراب جنگ غلام سید خان

گدی نشینی کے لئے نانا پھڑنویس سے ریشہ دوانی شروع کی اور ادہر نانا پھڑنویس بھی مرہٹہ سرداروں کو فراہم کرنے لگے جس میں ان کو کامیابی بھی ہوگئی چنانچہ بابا راؤ پھڑکیہ امیر پاگاہ پیشوا تکارام[1] ہولکر ان کے موید ہوگئے اور رگھوبا تانتیہ کے ایک مخالف راجہ باجی ٹپیل کے ذریعے انہوں نے دولت راؤ سندہیہ کو بھی اپنا موید بنا لیا اور نظام علی خان کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لئے انہوں نے ارسطوجاہ سے سلسلہ جنبانی کی جس پر اس دور اندیش مدارالمہام نے کھرلہ کی جنگ میں دیئے ہوئے ملک اور رقم کے استرداد کا مطالبہ کیا اور اُس کے علاوہ اُن مزید اخراجات کا بھی مطالبہ کیا۔ جو اس نوبت پر نانا پھڑنویس کی طرفداری میں عاید ہوں جس پر نانا پھڑنویس نے ایک عہد نامہ مرتب اور اپنی دستخط سے تکمیل کر کے مہاڑ سے ارسطوجاہ کے پاس بھیج دیا۔ نانا پھڑنویس چونکہ بلحاظ موجودہ ایسے عہد نامہ کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے اس لئے انہوں نے اس میں ایک فقرہ یہ اضافہ کر دیا کہ ان شرائط پر سری منت باجی راؤ کے دستخط کرا دیئے جائیں گے یہی عہد نامہ عہد نامۂ مہاڑ کے نام سے موسوم ہے جس کی نقل ضمیمہ (ج) میں درج ہے۔

---

[1] اس شخص کا نام سکارام گھاٹگے تھا جس کا تعلق کاگل خاندان سے تھا یہ اپنے ایک عزیز یشونت راؤ گھاٹگے سے لڑ کر شکست پایا اور کولاپور سے نکل کر پرسرام بھاؤ کا ملازم ہوگیا جس کے بعد نانا پھڑنویس کے پاس ایک سو سوار کی عہدہ داری پر مامور ہوا جب نانا پھڑنویس پونہ سے نکل گئے تو وہ سندھیہ کی فوج میں ملازم ہوگیا۔ اس کی لڑکی بہت خوبصورت تھی دولت راؤ اس لڑکی سے عقد کرنا چاہتا تھا اور غالباً اسی غرض سے اس نے اپنی فوج میں اس کو مامور کر لیا تھا۔

ناناپھڑنویس کے منصوبوں کی تکمیل

اس سازش وتیاری کی اطلاع جب بلوبا کو ہوی تو اس نے باجی راؤ کے اکثر طرفداروں کو گرفتار کرلیا اور خود اُن کی قیام گاہ کا بھی محاصرہ کرلیا اور اس خفیہ فوج کو بھی نکال دیا جو باجی راؤ نے نانا پھڑنویس کی بھیجی ہوی رقم سے مہیّا کرلی تھی لیکن یہ برطرف شدہ فوج عالم پراگندگی میں وائی تک پہنچ گئی تھی کہ مناجی پھڑکے اس سے جا ملا اور اس کو پھر جمع کرلیا اور دوسرے سرداروں کے ساتھ یہ حصہ فوج بھی ملحق ہوگیا اس تمام فوج کی رقمی احتیاج نانا پھڑنویس نے پوری کردی اور اس کو ایما کیا کہ ساپلی گھاٹ میں جمی رہے۔ اس طرح وہاں تقریبًا دس ہزار فوج جمع کرلی گئی جس کے بعد باجی راؤ کی گدی نشینی کا اعلان کیا گیا۔

بلوبا نے اس تمام کارروائی کو باجی راؤ ہی کی کارسازی پر محمول کیا اور ان کو قید کرکے ہندوستان بھیجدینے کے لئے سکارام گھاٹگے (راجاجی ٹپیل) کو مامور کیا۔ باجی راؤ کو معلوم تھا کہ اس کی لڑکی پر دولت راؤ سندھیہ عاشق ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کو فراہم کرنے کی ترکیب یہ نکالی کہ گھاٹگے کو اس امر پر راضی کرلیں کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی سندھیہ سے کردے چند وعدوں کے تحت وہ راضی ہوگیا جس کی اطلاع باجی راؤ نے اپنی حسن کارگزاری کے اظہار کے ساتھ دولت راؤ سندھیہ کو کردی اور سندھیہ کے فراہم ہونے تک (ہندوستان جانے سے رُکنے کے لئے) خود آپ بیمار ہونے کا عذر کرکے نیرا ندی کے کنارے ہی خیمہ بند رہے۔

جب راجہ سندھیہ بھی نانا پھڑنویس کے ہم خیال ہوگئے اور منصوبہ پوری طرح مکمل ہوگیا تو ۲۷ اکتوبر ۱۷۹۶ء (۲۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ) کو سندھیہ نے بلوبا کو گرفتار کرلیا

اور ایک حصۂ فوج بمعیت فوج نظام علی خان نارونت چکر دیو کی رہبری میں پرسرام بھاؤ کو گرفتار
کرنے پر مامور ہوا جس کی سُن گُن پاکر پرسرام بھاؤ جمناجی کو لیکر سیونیری بھاگا جہاں وہ گرفتار
کرلیا گیا صاحب گلزار آصفی نے اس کی گرفتاری میں نظام علی خاں کی فوج کی کارگزاری
کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ ارسطو جاہ[۵۱] نے اس مقصد کے لئے اپنی فوج میں سے سُبحان خان
میراں یار جنگ (عیسیٰ میاں) و موسیٰ ریمو کو مامور کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ رات کو
پرسرام کے گھر کا محاصرہ کرکے اس کو گرفتار کرلیں لیکن وہ محاصرہ سے کچھ ہی قبل اپنے مکان سے
نکل بھاگا اور پونہ سے دو کوس پر اپنے لڑکے کے لشکر میں پہنچ گیا۔ جب یہ خبر ملی تو سبحان خان اپنی
فوج لیکر آدھی رات کے قریب اس لشکر پر حملہ کر دیا۔ لیکن پرسرام کو یہاں سے بھی نکلجانے کا موقع
مل گیا اور جب یہ خبر ملی کہ وہ قلعہ جُنیر[۵۲] کی سمت گیا ہے تو سبحان خان نے معاً اس کا تعاقب کیا آخر
صبح صبح اس کو قلعہ جنیر کے دروازے پر گرفتار کرلیا اور ارسطو جاہ کے پاس پیش کردیا جنہوں نے
اس کو دولت راؤ سندھیہ کے حوالے کر دیا۔

عہدنامہ مہاڑ کی تعمیل | نانا پھڑنویس ۲۵ نومبر ۱۷۹۶ء (م ۲۴ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ) کو مہاڑ سے
پونہ واپس ہوکر اپنی خدمات پر مامور ہوئے اور باجی راؤ ۴ دسمبر ۱۷۹۶ء (م ۳ جمادی الثانی ۱۲۱۱ھ)
کو گدی نشین ہوئے۔ پرسرام بھاؤ کی جاگیرات اور قلعہ احمدنگر سندھیہ کو دیدیا گیا اور رگھوجی بھونسلہ
کے اقرارنامہ کی تعمیل کردی گئی لیکن عہدنامہ مہاڑ کی تعمیل سے باجی راؤ نے انکار کردیا جس پر

---

۵۱ گلزار آصفیہ صفحہ (۱۷۱)

۵۲ غالباً یہ وہی قلعہ سیونیری ہے جس میں باجی راؤ اور ان کے دونوں بھائی نظر بند تھے۔

ارسطو جاہ بگڑے اور بلا حصول رخصت ۱۳ رجولائی ۱۷۹۶ء (م ۱۸ محرم ۱۲۱۲ھ) کو حیدر آباد لوٹے ارسطو جاہ پونہ سے نکل کر سید اٹیکہ تک پہنچے تھے کہ نانا پھڑنویس نے اُن کی تالیف قلب کیلئے بعض معتمدین کو تحفہ تحایف کے ساتھ روانہ کیا اور معاہدے کے تصفیہ تک وہیں رُکے رہنے کی تاکید کی چنانچہ وہ ڈیڑھ مہینے تک وہیں ٹھیرے اور اس دوران میں نانا پھڑنویس نے حسب بیان کھارے[۱] بہ اختلاف جزوی باجی راؤ کو عہد نامہ مہاڑ کی تعمیل پر رضامند کرلیا۔ اور اس علاقہ کا سہ ربع حصہ نظام علی خان کو واپس دیا گیا جو صلح نامہ کھرلہ کی رو سے پیشوا کو ملا تھا اور بیدر کے چوتھ میں سے سہ ربع حصہ بحق نظام علی خان قرار پایا اور دو کرور نقد ادا شدنی رقم میں سے صرف پندرہ لاکھ منہا کر کے دستاویزات پر بقیہ کی بھرپائی کر دی گئی۔

نظام علیس ریلے شنس وِت مرہٹاس کے مولف کا خیال ہے کہ عہد نامہ مہاڑ کی تعمیل محض جنگی دھمکی کے تحت ہوئی ہے۔ اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت تمام مرہٹہ سردار اپنے مقام کو واپس ہو رہے تھے اور نظام علی خان کی فوج ارسطو جاہ کے تحت پونہ سے قریب ٹھیری ہوئی تھی اگر اس موقع پر مہاڑ کے عہد نامہ کی تعمیل سے انکار ہی کر دیا جاتا تو اس امر کا امکان تھا کہ ارسطو جاہ اعلان جنگ کر دیتے جن کا مقابلہ پیشوا کو تنہا کرنا پڑتا اور اُن کی فوج غالباً ان کے مقابلہ کے لئے کافی نہ ہو سکتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ نانا پھڑنویس نے جس وقت اس عہد نامہ کی تکمیل کی ہے وہ

---

[۱] کھارے جلد دہم صفحہ ۵۱۵۰

[۲] بموجب حوالۂ نظام علیس ریلے شنس وت مرہٹاس۔

کسی حیثیت سے اس کی تکمیل کے مجاز نہیں تھے چنانچہ اس کا فقرہ (۱۲) اس کا شاہد ہے جس میں وہ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ ان فقرات عہد نامہ پر سری منت بالاجی کے تکمیلی دستخط کرا دیں گے اور انہیں کی۔ اس عدم قابلیت کا لحاظ کرکے غالباً ارسطو جاہ نے اس عہد نامہ کے بعد ہی ۲ ۲ جمادی الاول سنہ ۱۲۱۱ ہجری (م ۳ ۲ نومبر سنہ ۱۷۹۶ء) کو دولت راؤ سندھیہ سے ایک علیحدہ عہد نامہ طے کیا جو ضمیمہ (د) میں درج ہے اور جس کا فقرہ (۲) یہ ہے۔

"بالاجی پنڈت نانا پھڑنویس از سرکار نواب آصف جاہ بہادر قرار کردہ باشند بدین موجب از طرف مشارٌ الیہ العمل خواہد آمد احیاناً اگر دِقتے در آن ظہور رسد اینجانب (سندھیہ) شریک صاحب (ارسطو جاہ) گردیدہ بموجب قرار عمل کنانیدہ خواہد داد و از سرکار این جانب ہم بالاجی پنڈت پھڑنویس قرار کردہ باشند بداں موجب از جانب نامبردہ بعمل خواہد آمد احیاناً اگر دقتے در آن رو دہد صاحب شریک باما شدہ بموجب قرار از نامبردہ عمل کنانند ذمہ دار این مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود۔"

غالباً یہی معاہدہ نانا پھڑنویس اور باجی راؤ کے منشاء کو زیادہ متاثر کرنے والا تھا اس واسطے کہ عہد نامۂ مہاڑ کی تعمیل نظام علی خان کے حق میں نہیں ہو رہی تھی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ارسطو جاہ کو اسی فقرہ کے تحت سندھیہ سے مدد لینی پڑتی جس کا نتیجہ جنگ ہی ہو سکتا تھا اور ظاہر تھا کہ سندھیہ کی فوج تقریباً تمام ہندوستان میں بہتر اور آزمودہ تھی عجب نہیں جو خود سندھیہ نے اس فقرہ کے نظر کرتے اور نانا پھڑنویس نے اپنے تکمیل کردہ عہد نامہ کے پاس و لحاظ سے اس کی تعمیل کے لئے باجی راؤ کو مجبور کیا ہو۔

نظام علیس رلےشنس کے مولف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نامۂ جہاڑ کی تعمیل جزاً ہوی لیکن صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ بموجب اقرار[1] نانا پھڑنویس نے ایک کروڑ روپیہ نقد اور تین کرور روپیہ کی دستاویز اور صوبہ بیدر کے چوتھ کی معافی کی سند اور گذاشت محالات وقلعہ دولت آباد لیکر اور پونہ کے ساہوکاروں سے جو قرض ایک کرور روپیہ حاصل کیا تھا اس کی ادائی نانا پھڑنویس کے ذمہ کر کے ارسطوجاہ حیدرآباد واپس ہوئے۔

عہد نامۂ جہاڑ میں ایک کروڑ روپیہ نقد ادا کرنے یا ارسطوجاہ کے ذمگی قرض کی ادائی کا بار اٹھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر ہے یہ البتہ ممکن ہے کہ تحت اخراجات جنگ بموجب فقرہ (۸) مندرجہ معاہدۂ جہاڑ ان کو دس لاکھ روپیے دئے گئے ہوں جس پر صاحب گلزار آصفیہ نے ایک صفر کا اضافہ کر دیا۔

بہر حال مرہٹوں کی اس خانہ جنگی میں نظام علی خان کا معقول فایدہ ہوا جو ان کے فہمیدہ و مدبر مدار المہام ارسطوجاہ کی حسن سعی اور حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۱۷۵

جنگ میسور

۱۷۹۹ء
۱۲۱۳ھ

اسباب جنگ ٹیپو سلطان کے لڑکے جو ۱۷۹۲ء (م ۱۲۰۶ھ) کے صلحنامہ کے تحت بطور یرغمال
کمپنی کے زیر نگرانی تھے اوایل ۱۷۹۴ء (م ۱۲۰۸ھ) میں باعزاز و اکرام واپس کر دیے گئے
اس کے بعد سے غالباً ٹیپو سلطان اپنی سلطنت کی وسعت کے خیال میں دور دور کے
منصوبے قایم کرنے لگے چنانچہ وہ اپنے قلعہ جات کی ترمیم و تعمیر کی طرف توجہ کرنے کے علاوہ
دور دراز کی خود مختار سلطنتوں سے مراسلت کرنے لگے ایران کے ایک شاہزادے ان کے
پاس آئے شاہ افغانستان سے کوئی مفاہمت ہوئی اور ایک سفیر کو خلیفۃ المسلمین سلطان
ترکی کے پاس روانہ کیا شاہ فرانس (نپولین اعظم) سے بھی ریشہ دوانی کی یہ اعمال اس قابل
نہیں سمجھے کہ وہ جماعت (یا کمپنی) ان کو صرف نظر کر جاتی جو جلب منفعت اور ملک گیری کی
خاطر اپنا وطن (انگلستان) چھوڑ ہندوستان میں قسمت آزمائی کے لئے آئی ہو۔ انگریزی کمپنی
کے عہدہ داروں نے اس کو نظر تعمق سے دیکھ کر قرار دیا کہ ٹیپو سلطان انگریزوں ہی کے خلاف
کسی جارحانہ کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسی خیال سے ان کے منصوبوں کے دفع و حل کی

تیاریاں کرنے لگے۔

کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرس نے خاص اسی غرض سے لارڈ مارننگٹن (المعروف مارکویس ویلزلی) کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا جنہوں نے مسایل ہندوستان پر غور کرتے ہوئے مرہٹوں کے مقابلے میں نظام علی خان کو کمک نہ دینے پر اپنے مراسلہ مورخہ ۲۲ فروری ۱۷۹۸ء موسومہ پریزیڈینٹ بورڈ آف کنٹرول میں بایں الفاظ اظہار خیال کیا ہے۔

"یہ کوئی دور اندیشانہ پالیسی نہیں ہے کہ نظام اور مرہٹے آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں درآں حالیکہ ٹیپو سلطان آرام میں ہیں"[۱]

اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مطمح نظر صرف ٹیپو سلطان تھے گورنر جنرل موصوف نے اس امر پر بھی توجہ کی کہ مرہٹوں اور نظام علی خان کو معاہدوں کے ذریعے اپنے قابو میں لا لیا جائے تاکہ وہ ٹیپو سلطان سے متفق ہو کر ان کی قوت میں اضافہ کرنے کا باعث نہ ہو جائیں۔

مارکویس ویلزلی بہ حیثیت گورنر جنرل ۱۷ مئی ۱۷۹۸ء (م یکم ذی الحجہ ۱۲۱۲ھ) کو کلکتہ پہنچے یہاں آنے کے تین ہی ہفتے بعد ان کو یہ اطلاع ملی کہ ٹیپو سلطان کے دو ایلچی فرانس پہنچے جن کے ذریعے انہوں نے حکومت فرانس سے اتحاد قایم کرنے کی تحریک کی اور اسی سلسلہ میں کچھ فرانسیسی عہدہ داروں کو بھی طلب کیا جس پر وہاں سے تقریباً دو سو سپاہی مع عہدہ دار[۲] ٹیپو سلطان کے پاس روانہ کئے گئے جو منگلور کی بندرگاہ پر ۲۶ اپریل ۱۷۹۸ء (م ۱۰ ذیقعدہ ۱۲۱۲ھ) کو پہنچے[۳]

---

[۱] ہیوارڈ اینڈ کرسپانڈنس آف مارکویس ویلزلی مرتبہ آر۔ آر۔ پیرس جلد اول صفحہ ۱۵۰ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۹۹ء موسومہ کورٹ آف ڈائرکٹرس۔

[۲] [illegible]

[۳] مل۔ ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۲۶ء صفحہ [illegible]

نظام علي خان آصف جاہ ثانی

انگریز مورخ اس فرانسیسی فوج کے آنے کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ ٹیپو سلطان انگریزوں سے سابقہ جنگ کا انتقام لیکر اپنے کھوئے ہوئے علاقہ کو واپس حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں اس وجہ سے تامل ہے کہ سپاہیوں کی اس قلیل تعداد[1] سے اس سوء ظن کی گنجائش پیدا ہوتی ہے کہ یا تو انگریزی کمپنی کو نیچا دکھانے کے لئے صرف انہی دو سو سپاہیوں کی کمی تھی یا یہ کہ ٹیپو سلطان کو صرف انہیں دو سو سپاہیوں کی امداد کی ضرورت تھی۔ یہ ضرور ہے کہ ٹیپو سلطان انگریزوں کے موافق نہیں تھے اور عجب نہیں کہ وہ یہ بھی چاہتے ہوں کہ نہ صرف اپنے منتزعہ حصۂ ملک کو انگریزوں سے واپس حاصل کریں بلکہ ان کو ہندوستان سے بھی نکال باہر کردیں لیکن اس نوبت پر ان کے ان اعمال پر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاہ کابل و شاہ ایران سے جو مراسلت ہوئی تھی وہ مرہٹہ ریاست کے مقابلے کے لئے تھی۔ شاہ ترکی سے جو مراسلت ہوئی اس کا امکان محض قومیت کے اعتبار سے تھا یا اس لئے کہ خلیفۃ المسلمین کے پاس سے اپنی شاہی کے لئے سند طلب کریں جس کے بعد سے وہ مستند طور پر اپنی ریاست کے خود مختار بادشاہ کہلائے جاسکیں کیونکہ جو امور کہ مخالفین ٹیپو سلطان ان کو برا ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ بطور خود بادشاہ یا سلطان کا لقب اختیار کئے ہوئے تھے۔ شاہ فرانس سے جو مراسلت انہوں نے کی اس لئے ہوسکتی تھی کہ اپنی فوج کو زیادہ باقاعدہ بنانے اور اس کو یورپی اصول پر فوجی اور حربی تعلیم دلانے کے سامان مہیا کریں اور

---

[1] اس کی تعداد ٹیپو سلطان نے اپنے اطلاعی خط مورخہ ۳۰ اگست ۱۷۹۸ء موسومہ ریاست فرانس میں صرف ساٹھ سپاہی بتائی ہے اور لارڈ مارننگٹن نے بشمول عہدہ داران دو سو بتائی ہے۔ ملس ہسٹری آف برٹش انڈیا جلد ششم طبع ۱۸۴۸ء صفحہ ۶۷

اس مخالف انگریز قوم سے اس قسم کی مدد حاصل کرنے میں سہولت اسی صورت میں تھی کہ اس قوم کو یہ جتائیں کہ وہ خود بھی انگریزی قوم کے افراد سے خوش نہیں ہیں۔ بہرحال ٹیپو سلطان کے ان اعمال کو انگریزی کمپنی نے سخت ترین بدگمانی سے دیکھا اور یہ تصفیہ کر لیا کہ جتنا جلد ہو سکے ان کے منصوبوں پر پانی پھیر کر ان کی روز افزوں قوت کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا جائے۔ سب سے پہلے لارڈ صاحب نے مدراس گورنمنٹ کی فوج کو ساحل ملیبار و کورومنڈل پر اتر آنے کے احکام دیئے اور اپنے اس خیال کی تائید و تکمیل میں جو بورڈ آف کنٹرول کے پریزیڈنٹ کے موسومہ خط میں ظاہر کیا تھا ٹیپو سلطان سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نظام علی خان اور مرہٹہ ارکان و پیشوا کے ساتھ ایک مزید معاہدہ کرنے کی کوشش کی تاکہ اس پیش پا افتادہ مہم میں ان دیسی ریاستوں کی فوجی قوت کمپنی کے زیر اثر آ جائے اور ان کے خود مختارانہ اقتدارات کمپنی کی صواب دید پر منحصر ہو جائیں۔

معاہدۂ امدادی کی تکمیل | ۱۷۹۸ء (م ۱۲۱۲ھ) تک حیدرآباد میں ولیم کرک پاٹرک رزیڈنٹ تھے جب وہ کیپ آف گڈ ہوپ چلے گئے تو ان کے بھائی جیمس اکلیس کرک پاٹرک ان کے قائم مقام ہوئے۔ انہیں کے ذریعے نظام علی خان کے ساتھ ایک عہد نامہ یکم ستمبر ۱۷۹۸ء (م ۱۹ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ) کو تکمیل پایا جس میں دائمی طور پر انگریزی امدادی فوج کو ملازم رکھنے اور اس فرانسیسی فوج کو جو سرکار عالی میں ملازم تھی برطرف کر دینے کا معاہدہ ہوا اور یہ بھی طے پایا کہ ان فرانسیسیوں کو جو اس فوج میں ملازم ہوں انگریزی کمپنی کے حوالے کر دیا جائے اور آئندہ کوئی یورپین بلا اطلاع کمپنی مامور و ملازم نہ کیا جائے۔ لفٹننٹ کرنل رابرٹس کا

بیان ہے کہ اس[1] فرانسیسی فوج کی برطرفی کے لئے نظام علی خان اور ان کے وزیر ارسطو جاہ کو راغب کرنے میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں ولسن کا یہ بیان خلاف واقعہ نہیں ہے اس واسطے کہ نظام علی خان کے تخیل کے تحت ارسطو جاہ کا مسلک یہ تھا کہ فرانسیسیوں سے خطرے کی صورت میں انگریزی افواج سے مدد لیں اور انگریزی افواج سے خطرے کی صورت میں فرانسیسی فوج سے اور اس فوج کو برطرف کر دینے کی صورت میں اس فایدہ کے حاصل کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا بلکہ صرف انگریزی فوج کی رضا جوئی میں رہنا پڑتا جیسا کہ بعد میں فی الحقیقت ہوا لیکن اس وقت نظام علی خان کے مرض فالج میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ریاست کے اندرونی حالات اور ان کی قایم مقامی کی کشمکشوں میں (جس کا ذکر آگے آئے گا) ارسطو جاہ اس عہدنامہ کی تکمیل پر مجبور ہوئے اور نظام علی خان سے تکمیلی دستخط حاصل کر لی - یہ وہی عہدنامہ ہے جس کی رو سے ریاست آصفیہ تمام خارجی معاملات میں انگریزی کمپنی کے زیر اثر آگئی اور ایک حد تک اپنی حقیقی خود مختاری کھو بیٹھی اور چونکہ یہ خاص اہمیت رکھتا ہے اس کا ترجمہ ہم ضمیمہ ھ میں درج کرتے ہیں -

عہدنامہ کی تکمیل کی نوبت پر سکندر جاہ کی تحویل میں استبداد کی شرط اور اس کے اسباب

اس عہدنامہ کے شرایط کے تصفیے کے لئے جو مشکلات انگریزی کمپنی کو در پیش تھیں ان کا اجمالی ذکر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ[2] تشان ۲۷ر ۱۷۹۸ء کپتان جے اے کرک پیاٹرک میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطو جاہ بخوبی جانتے تھے کہ اس عہدنامہ کے شرایط زیادہ تر کمپنی کے مفید مطلب تھے -

---

[1] ہسٹری آف دی مدراس آرمی جلد ۲ صفحہ ۳۰۹

[2] ڈسپاچیں آف دی مارکویس ویلزلی مرتبہ آر ایم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۵۸

اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ چند ایسے امور بھی طے کر لئے جائیں جو اپنے لئے بھی مفید ہوں وہ امور یہ ہیں :۔

(۱) سکندر جاہ کی تخت نشینی کی تائید انگریزی گورنمنٹ کرے ۔

(۲) ریاست آصفیہ کے اندرونی انتظامات و رفع مناقشات کے لئے انگریزی افواج متعینہ ریاست سے مدد ملا کرے ۔

(۳) حیدر آباد اور پونہ کی ریاستوں میں جو اختلافات واقع ہیں یا آیندہ ہوں ان کے ارتفاع میں انگریزی کمپنی حصہ لے اور مدد دے ۔

ان میں سے مابعد الذکر دو امور ایسے تھے جن کے متعلق انگریزی کمپنی نے قبل ازیں جواب دیدیا تھا کہ اس کو ریاست کے ان امور سے کوئی تعلق نہیں اس لئے وہ ان امور میں نظام کی کوئی مدد نہیں کر سکتی جس پر ارسطو جاہ کو ضروری معلوم ہوا کہ ان ہر دو مسائل کے متعلق بھی انگریزی کمپنی سے کوئی سمجھوتہ کر لیں ۔ اور امر مقدم الذکر یعنی تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق تائید حاصل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پائی گئی کہ نظام علی خاں کی علالت (از مرض فالج) کے دوران میں سکندر جاہ نے جلد بازی کر کے امور ریاست میں بیجا مداخلت[۱] کی تھی جو نظام علی خان کو ناگوار گذری اسی بنا پر خود بدولت نے ان پر نگرانی قائم کر دی تھی سکندر جاہ کی جلد بازی کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ نظام علی خان نے یہ تصفیہ کر لیا تھا کہ اپنے ممالک محروسہ کو تین حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصہ اپنے فرزندوں میں سے سکندر جاہ

---

[۱] فریزرس اور فیٹ فل الائی دی نظام صفحہ ۱۹۳

فریدوں جاہ اور جہاندار جاہ کے نامزد کردیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کے متعلق سندیں بھی تیار کردی گئی تھیں لیکن امیر پائیگاہ اور راجہ شام راج نے اس خیال کے تحت کہ فریدوں جاہ نظام علی خان کے قایم مقام ہوں ان اسناد کو بروئے کار آنے سے روک رکھا۔[1]

فریدوں جاہ ایک حد تک انگریزوں کے مخالف تھے جب ارسطو جاہ پونہ سے واپس آکر خدمت مدار المہامی کا جایزہ حاصل کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ نظام علی خان کے وہ صاحبزادے (سکندر جاہ) جن کے عقد میں وہ اپنی پوتی کو دینا چاہتے تھے اس طرح محروم کئے گئے ہیں تو ان کو اپنی آیندہ توقعات کے منقطع ہو جانے کا یقین ہو گیا اس لئے انہوں نے سکندر جاہ سے خفیہ طور پر مفاہمت کر کے پہلے نظام علی خان سے یہ منظوری حاصل کر لی کہ سرکاری کاغذات پر سکندر جاہ دستخط کیا کریں کیونکہ فالج کا اثر سیدھی جانب پر ہونے کے باعث نظام علی خان اس قابل نہیں رہے تھے کہ سرکاری کاغذات پر کچھ لکھ سکیں یا دستخط کر سکیں اس حکم کے حصول کے ساتھ ساتھ ارسطو جاہ نے ان کی تخت نشینی کے لئے انگریزی کمپنی سے تائید حاصل کرنے کی تجویز کی۔ اور اسی تجویز کے تحت مابہ البحث عہد نامہ کی تکمیل کے وقت اس مسئلہ کو بھی پیش کر دیا۔ کپتان جے لے کرک پیاٹرک کی اطلاع دہی پر مارکوئیس ویلزلی نے ان کو مراسلہ نشان (۴۷) میں یہ لکھا کہ:۔[2]

"میرا مصمم ارادہ ہے کہ سکندر جاہ کی تخت نشینی میں تائید کی جائے لیکن میں نے اس کو اعظم الامرا سے فی الحال مخفی رکھنے کی جو تم کو ہدایت کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار

---

[1] اورفیت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۴ [2] اورفیت فل الائی دی نظام صفحہ ۲۱۶۔

ممکن ہے کہ نظام کے دل میں کوئی بدگمانی یا شک پیدا کرے"۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نظام علی خان سکندر جاہ کو تخت نشین کرنا نہیں چاہتے تھے اور اُن کی تخت نشینی کی نسبت جو مفاہمت کہ ارسطو جاہ اور انگریزی کمپنی کے مابین ہو رہی تھی وہ نظام علی خان کے بلا علم و اطلاع تھی۔

ارسطو جاہ کے ان پیش کردہ امور میں سے تخت نشینی سکندر جاہ کے متعلق کسی تحریری وثیقہ یا تصفیہ کے بغیر عہد نامہ تکمیل پا گیا اور میسور کی جنگ کے بعد ویلزلی نے سکندر جاہ کی تخت نشینی میں مدد دینے کے لئے آٹھ شرایط پیش کر کے جے اے کرک پیاٹرک کو لکھا کہ

"اگر سکندر جاہ[۵] ان شرایط سے ناراض ہوں تو تم ارسطو جاہ اور میر عالم سے مل کر نظام کے کسی اور لڑکے کو انہیں شرایط کے ساتھ تخت پر بٹھانے کے لئے آمادہ کرو"۔

یہ شرایط سکندر جاہ نے بلا علم و اطلاع نظام علی خان تسلیم کر لیئے۔

فرنسیسی فوج کی برطرفی تحت معاہدہ ۱۷۹۸ء[۱۲۱۳ھ]

معاہدۂ مذکور کی تکمیل کے ڈیڑھ مہینہ بعد تک بھی فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی عمل میں نہیں آئی جب انگریزی رزیڈنٹ نے اپنی سابقہ فوج میں اضافہ کے لئے مزید انگریزی فوج طلب کر لی تو نظام علی خان کو یہ دھمکی دی کہ اگر فرانسیسی[۶] عہدہ داروں کے برطرف کرنے میں اب بھی کوئی پس و پیش ہو تو وہ خود اپنی فوج کو حکم دیدینگے کہ

---

[۵] ڈسپاچیس آف ویلزلی مرتبہ آیم مارٹن جلد اول صفحہ ۱۳۵ مراسلہ نشان (۴۱) مورخہ ۶ نومبر ۱۷۹۹ء

[۶] اور فیبت فل الانی دی نظام صفحہ ۲۱۹

فرانسیسی فوج کی چھاؤنی پر حملہ کر دے اور اس کے ساتھ اپنی انگریزی فوج کو اس چھاؤنی سے قریب تر جا ٹھیرنے کا حکم بھی دیدیا جس کے بعد بندگانعالی نے فرانسیسی عہدہ داروں کو برطرف کرکے اہالیان کمپنی کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔ لے، کرک پیاٹرک حکم برطرفی کے حصول کیلئے جس وقت نظام علی خان کے پاس گئے ان کے ساتھ ان کے مددگار مسٹر مالکم اور ڈاکٹر بوٹر بھی تھے حضور نے احکام برطرفی کے ساتھ رزیڈنٹ کو ایک ایک جیغہ سرپیچ اور کنٹھی مروارید سے اور ایک ایک جوڑ دست بند اور پھبند سے سرفراز کیا اور ان کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک جیغہ اور سرپیچ عنایت ہوا۔

سرکار عالی کی فرانسیسی فوج میں صرف ایک سو چوبیس فرانسیسی عہدہ دار تھے جن کی برطرفی کے بعد ان کے تحت کی فوج نئے عہدہ داروں کے سپرد کر دیگئی اس برطرفی کے لئے جو اہتمام انگریزی کمپنی کے ذریعے ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ برطرف ہونے والے عہدہ دار اگر چاہتے تو اپنی ماتحت فوج کے ذریعے ریاست کی افواج پر حملہ کر دیتے۔ بہرحال احکام برطرفی کی تعمیل کی غرض سے کرنل جارج رابرٹس کے تحت چار ہزار تین سو پچاس سپاہیوں کی فوج بجواڈے سے حیدرآباد آئی جو یہاں کی سابقہ فوج (متعلقہ بنگالا) سے ملحق ہو گئی۔ اس فوج کے حیدرآباد آجانے کے بعد ہی رزیڈنٹ بہادر نے حملہ کی دھمکی دیکر فرانسیسی عہدہ داروں کی برطرفی کے احکام حاصل کئے جس کے بعد اس فوج نے فرانسیسی فوج کی چھاونی کا محاصرہ کرلیا اور اس کے سپاہیوں کی دلجوئی کر کے اُن سے وعدہ کیا گیا کہ

لے اس وقت خود بدولت قلعہ محمد نگر میں رونق افروز تھے۔

ان کی پوری پوری تنخواہیں (جو واطلب تھیں) ادا کر دیجائیں گی۔ اس توقع میں سپاہیوں نے فرانسیسی عہدہ داروں سے انحراف کر لیا جس کے بعد ان میں کا ہر ایک عہدہ دار ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہوگیا۔ اس طرح انگریزی فوج نے ان کو اپنی حراست میں لیکر کمپنی کے علاقہ میں روانہ کردیا۔

عہدنامۂ مذکور کی تکمیل و تعمیل کے دوران میں گورنر جنرل کو یہ اطلاع کہ شاہ فرانس (نپولین اعظم) نے مصر پر حملہ کر دیا ہے جس کے فتح ہو چکنے کی صورت میں اس کا ہندوستان پر حملہ آور ہو جانا قرین عقل بھی تھا اور آسان تر بھی اس لئے لارڈ مارننگٹن نے ادہر مدراس کی فوج کو حکم دیا کہ میسور کے حدود کی طرف بڑہے اور ادہر بمبئی کی فوج کو احکام بھیجے کہ سرینگ پٹن کی طرف بڑھ آئے تاکہ مدراس کی انگریزی فوج کی کمک کر سکے اور ایک طرف سے سرکار عالی کی انگریزی افواج بھی طلب کی گئیں۔ عہدنامۂ مذکورۃ الصدر میں کوئی ایسی شرط صراحتہً موجود نہیں ہے کہ ٹیپو سلطان کے مقابلے پر اس فوج سے کام لیا جائے گا یا سرکار نظام کی اور فوج سے مدد حاصل کی جائیگی اور اس مدد کے معاوضہ میں مال غنیمت یا حصۂ ملک جو کچھ ہدست ہو اس کی تقسیم باہمی کس تناسب سے ہوگی البتہ اس کے فقرہ پنجم میں بالاجمال یہ مذکور ہے کہ

"یہ امدادی فوج ہر وقت اہم خدمات کے لئے آمادہ رہیگی مثلاً حفاظت ذات بندگانعالی یا ان کے ورثا، اور قایم مقاموں کے لئے باغیوں کی اور ریاست میں فتنہ و فساد مچانے والوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے لیکن اس کو چھوٹے چھوٹے معمولی امور پر یا حصول محاصل کے لئے مثل فوج سبندی مامور نہ کیا جائے گا"[1]

---

[1] دی ٹریٹیز مرتبہ سی یو ایچیسن جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۔ ۵ ۔

سابقہ جنگ میسور (۱۷۹۲ء م ۱۲۰۷ھ) کے قبل ایک معاہدہ ۱۷۹۰ء (م ۱۲۰۴ھ) میں ہوا تھا جس میں فوجی امداد اور اس کے معاوضہ میں باہمی تقسیم کا ذکر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس عہدنامہ میں تین فریق (نظام علی خان پیشوا اور انگریزی کمپنی) تھے اور اس کی دوسری شرط[1] میں ہر سہ فریق سے نقض معاہدہ کی وجہ سے ٹیپو سلطان پر فوج کشی کرنے کی قرارداد تھی۔ اس عہدنامہ کا اثر اس جنگ (۱۷۹۲ء) کی صلح کے ساتھ ہی باقی نہیں رہا کہ اس نوبت پر اس سے استفادہ کیا جاتا لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ٹیپو سلطان کے کچھ اثرات ریاست آصفیہ میں قایم ہو گئے تھے کہ نظام علی خان کے بھانجے امتیاز الدولہ ممتاز الامرا کے ذریعے ٹیپو سلطان ریشہ دوانی کر رہے تھے اور ان کے ایک سفیر موسوم بہ مدینہ صاحب ان کی طرف سے حیدرآباد آتے جاتے تھے اور غالباً یہاں کے امرا میں سے بعض ان کی حمایت میں بھی تھے اس لئے انگریزی کمپنی کے عہدہ داروں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اس عہدنامہ میں اس آنے والی جنگ میسور کا کوئی ذکر صراحتہً کیا جائے یا اس کے متعلق کوئی شرط مرقوم ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ اس عہدنامہ سے سخت مخالفت کی جاتی۔ صرف فوجی اضافہ کی غرض ظاہر کر کے اور فرانسیسی عہدہ داروں کے برطرف کر دینے کی قرارداد پر عہدنامہ ۱۷۹۸ء (م ۱۲۱۳ھ) طے کیا گیا۔ ممکن ہے کہ ارسطو جاہ سے رزیڈنٹ نے بالمشافہ میسور پر فوج کشی کی نسبت کوئی اقرار کیا ہو یا خفیہ طور پر کوئی اور معاہدہ ہوا ہو جس کا کوئی شایع شدہ داخلہ ہمارے حیطۂ علم میں نہیں ہے۔

اس موقع پر طلبی فوج کے ساتھ اس فوج کی سپہ سالاری کی نسبت مارکوس ویلزلی نے

---

[1] دی ٹری ٹیز جلد نہم طبع ۱۹۲۹ء صفحہ ۴۴۔

رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کو لکھا۔

"کوشش کی جائے کہ اس مہم میں اعظم الامرا (ارسطو جاہ) افواج نظام کے سپہ سالار رہیں اور اگر کسی خاص وجہ سے وہ نظام کے ساتھ رہ جائیں یا یہ کہ ان کو افواج کے ہمراہ مہم پر چلنے کے لئے آمادہ نہ کیا جاسکے تو کسی اور شخص کو سپہ سالاری کے لئے انتخاب کرنے میں احتیاط کو کام میں لایا جائے (خیال رہے کہ) سپہ سالار ایسا شخص ہونا چاہیئے جو معتبر اور امیر ہونے کے علاوہ غرض واحد میں دلچسپی رکھنے والا بھی ہو افواج نظام کی سپہ سالاری کے لئے ایسا شخص ہو جوان امور کے علاوہ فوجی معلومات اور جنگی تجربہ بھی رکھتا ہو اور حیدرآباد کے دربار میں ایسے صفات کا آدمی ملنا مشکل ہے۔"[1]

اس سے ظاہر ہے کہ انگریزوں کو اپنی تائید کی نسبت ارسطو جاہ پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کے ساتھ ویلزلی کو یہ بھی خیال تھا کہ چونکہ نظام علی خان ان دنوں صحیح المزاج نہیں تھے اس لئے ارسطو جاہ کا ان کی قربت سے دور رہنا نہ خود ان کے مفاد کے مدنظر قرین عقل تھا اور نہ خود کمپنی کے مفاد کے لحاظ سے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اس فوج کے سپہ سالار ارسطو جاہ نہوں تو کوئی ایسا شخص ہو جو ان کا ہم خیال ہو اور ریاست کے امرا میں ایسے بڑے امیر پائیگاہی انگریزی کمپنی کے طرفدار تھے اور نہ راجہ شام راج و ممتاز الامرا۔ ویلزلی کے جملہ آخر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ چونکہ دربار میں ان صفات کا آدمی ملنا مشکل تھا جن کا انہوں نے

---

[1] سپاہیس آف آرم مارٹن جلد اول صفحہ ۳۳۲ مراسلہ مورخہ ۹ نومبر ۱۷۹۸ء۔

ذکر کیا ہے اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ منجانب ریاست کوئی انگریزی سردار ہی اس خدمت کے لئے نامزد کر دیا جائے لیکن اس کو پسند نہ کیا گیا آخر کار نظام علی خان کی منظوری سے ارسطو جاہ نے میر عالم کو سپہ سالاری پر مامور کر دیا اور ان کے ہمراہ ہادی الدولہ بہرام جنگ، حیدر نواز جنگ اور ابو تراب خان کو مہم پر جانے کا حکم ہوا۔ یہ فوج دریائے کرشنا کے کنارے پہنچ کر رک گئی اس کے متعلق ویلزلی نے اپنے ایک مراسلہ کے ذریعے جے لے کرک پیاٹرک کو یہ اطلاع دی کہ

"مجھے کپتان وایٹ کا ایک خط ملا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ نظام کی انفنٹری نے (چھ ہزار کی تعداد میں) دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہے اور آگے بڑھنے سے منحرف ہو گئی ہے میر عالم اس فوج کو آگے بڑھنے کے لئے آمادہ نہیں کر سکتے ہیں"[1]

اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو فوج کو ٹیپو سلطان پر حملہ کی غرض سے نکلنے کی اطلاع اس مقام پر ملی اس لئے اس نے ان کے مقابلہ سے انحراف کر دیا یا یہ کہ دریائے کرشنا کی طغیانی کی وجہ سے اس نے اس کے پار ہونے سے انکار کر دیا بہر حال اس کو آمادہ کیا گیا اور یہ فوج جب دریائے کرشنا پار ہو چکی تو فروری ۱۷۹۹ء (رمضان ۱۲۱۳ھ) میں کرنل آرتھر ویلزلی کی فوج سے ملحق ہو گئی۔ اور میر عالم کی نگرانی فوج بے قاعدہ پر قائم رہی حملہ یا پیش قدمی میں ان کے احکام یا مشورے کو کوئی دخل نہ رہا۔

---

[1] ڈسپاچس آف آف ویلزلی مرتبہ آر ایم مارٹن جلد اول صفحہ ۴۱۵ مراسلہ نشان (۱۳۷) مورخہ ۲۱ جنوری ۱۷۹۹ء

وجہ تحریک اور اعلان جنگ | انگریزی افواج کی پیش قدمی کے بعد غالباً وجہ تحریک جنگ پیدا کرنے کے لئے مارکوئیس ویلزلی نے ٹیپو سلطان کو مطالبات ذیل میں متواتر چند خطوط لکھے۔

(۱) نووارد فرانسیسیوں کو انگریزی کمپنی کے حوالہ کر دیا جائے۔

(۲) انگریزی کمپنی کا وکیل (رزیڈنٹ) دارالریاست سرینگ پٹن میں رکھا جائے

(۳) بنادر مقبوضہ (مثلاً گوڑیال بندر منگلور وغیرہ) بغرض تجارت انگریزی کمپنی کے تفویض کر دیئے جائیں۔

یہاں ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ مطالبات کس حد تک بجا تھے بہر حال ان کا جواب ٹیپو سلطان نے گورنر جنرل کے حسب دلخواہ نہ دیا اسی بناء پر میسور پر فوج کشی کا اعلان کر دیا گیا۔

حالات جنگ اور شہادت ٹیپو سلطان | صاحب نشان حیدری کے بیان کے موافق اس موقع پر ٹیپو سلطان کے ملک میں کچھ ایسی سازشیں ہو گئی تھیں کہ بعض ملازم عہدہ دار و امرا در پردہ خود ان کے مخالف ہو گئے اور احکام کی عدم تعمیل اور ٹال مٹول سے غنیم کو اپنے حسب منشاء حملہ آور ہونے میں کامیابی کا موقع دیتے تھے چنانچہ ان کا دیوان میر صادق، سپہ سالار قمرالدین خان وغیرہ اسی زمرہ میں تھے اور ٹیپو سلطان کو ان کے حقیقی خیر خواہوں سے بدظن کرا کے ان سے دور کر رہے تھے تاکہ وہ ان کا ساتھ نہ دے سکیں۔

مدراس کی انگریزی فوج جب جنرل ہاریس کے تحت میسور کی طرف بڑھی ٹیپو سلطان نے

لہ نشان حیدری صفحہ ۳۸۳

پورنیا[1] کو ان کی مدافعت کے لئے مامور کیا۔ جو اپنی فوج کو انگریزوں کی مدافعت سے باز رکھ کر اس کے آگے پیچھے لگا رہا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ قابو کی تلاش میں ہے اور اس کی فوج نے کسی مقام پر کہیں حملہ بھی کر دیا تو حملہ آوروں پر زجر و توبیخ کر دی جس سے پھر اس کی فوج نے حملہ کا قصد ہی نہ کیا۔ جب ٹیپو سلطان کو انگریزی فوج کے بڑھے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بذات خود چین پٹن تک آگئے لیکن عین اسی موقع پر انگریزی جنرل اپنا رخ پھیر کر دوسری سمت چل نکلا۔ ٹیپو سلطان نے یہ خبر پا کر وہی رخ اختیار کیا آخر مڑولی (عرف گلشن آباد) میں غنیم کو جالیا۔ اس مقابلہ میں قمر الدین خان نمک حرامی کر کے اپنی ہی فوج پر ٹوٹ پڑا جس سے ٹیپو سلطان کی فوج کو شکست ہو گئی۔ اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ کورگ کے راستہ سے بمبئی کی انگریزی فوج سرینگ پٹن کی طرف آرہی ہے اس اطلاع کے ساتھ ہی ٹیپو سلطان کچھ فوج جنرل ہاریس کی مدافعت پر چھوڑ کر آپ کورگ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں ٹیپو سلطان کے بعض سرداروں نے میجر اسٹوارٹ کا مقابلہ کر کے اس کو راستہ سے ہٹا دیا جس کے بعد وہ کالی کوٹ کی طرف نکل گیا اور ٹیپو سلطان سرینگ پٹن لوٹے اس اثنا میں جنرل ہاریس سرینگ پٹن کے قریب آگئے تھے ایک سمت خود اُن کی فوج تھی دوسری طرف سرکار نظام کی امدادی باقاعدہ انگریزی فوج اور بے قاعدہ ریاست کی فوج[2] اور تیسری جانب بمبئی کی فوج ان ہر سہ افواج نے سرینگ پٹن کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی ٹیپو سلطان کے بعض نمک حرام عہدہ داروں کی وجہ انگریزی افواج ایک شکستہ فصیل کی

---

[1] نشان حیدری صفحہ ۳۸۳

[2] صاحب نشان حیدری نے ریاست حیدرآباد کی فوج کی تفصیل یہ بتائی ہے

کرنل رابرٹ کے تحت چار ہزار سپاہ مدراس و دو ہزار سپاہ بنگالہ، میر عالم کے تحت آٹھ ہزار سوار، روشن رائے کے تحت چھ ہزار جوان پیادہ

راہ سے قلعہ میں در آئیں اور دروازوں پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ٹیپو سلطان بذات خود نکل آئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے ۴ مئی ۱۷۹۹ء (م ۲۹ ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ) کو شہید ہوگئے۔ سرینگ پٹن پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔

یہاں ہم یہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ واقعات سے کوئی امر ایسا نہیں پایا جاتا جس سے یہ یقین کیا جا سکے کہ انگریزی کمپنی یا ان کے حلیف نظام علی خان یا ان کے دیوان اسطوجاہ کا یہ خیال یا یہ منصوبہ تھا کہ ٹیپو سلطان کو شہید کر دیں اور اس کے بعد تمام ملک میسور کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ خود ٹیپو سلطان کے نمک حرام عہدہ دار یہ چاہتے تھے کہ ٹیپو سلطان سے سلطنت منتزع ہو جائے اور وہ اس جنگ میں کام آجائیں چنانچہ قلعہ سرینگ پٹن پر قبضہ ہونے تک بھی ان کو صحیح خبریں نہیں پہنچائی جاتی رہیں اور مقابلے سے پہلو تہی کرتے رہے اور نہ اس عالم پریشانی میں ٹیپو سلطان کے صلاح کاروں نے کوئی صحیح مشورہ ان کو دیا۔ جب محاصرہ کی صورت دگرگوں ہوتی نظر آئی تو ٹیپو سلطان نے اپنے فرانسیسی سردار موسی لسیپو کو طلب کر کے مشورہ کیا جس پر اس نے رائے دی کہ شب میں ایک حصہ فوج کے ساتھ معہ خزانہ وہ قلعہ سے نکل کر چیتل درگ چلے جائیں اور قلعہ سرینگ پٹن خود (موسی لسیپو) ان کے سپرد کر دیں۔ یہ ممکن تھا کہ ٹیپو سلطان اس مشورے پر عمل کر کے قلعہ چیتل درگ میں پناہ گزیں ہو جاتے یا ان شرائط کو (گو وہ کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں) قبول کر لیتے جو انگریزوں نے ان کی تحریک صلح پر پیش کئے تھے لیکن انہوں نے نہ ان شرائط کو قبول کیا اور نہ موسی لسیپو کے مشورے پر کاربند ہوئے بلکہ پھر اپنے دیوان میر صادق اور پورنیا سے مشورہ کیا جنہوں نے ان سے

فرانسیسی سردار کی رائے کا تخطیہ اس طرح کیا کہ

"فرانسیسی[1] اور انگریز دونوں ایک ہی سنگ زرد برادر شغال حضرت یقین فرمالیں کہ جیسے ہی حضرت نے قلعہ ان کے سپرد کیا یہ انگریزوں کے تفویض کر دیں گے۔"

اس کے بعد بدر الزماں نے اس پر اور مستزاد کیا کہ

"قبلۂ[2] عالم! جیسے ہی حضرت کا مع خواتین و خزانہ و شہزادگان قلعہ چھوڑ کر باہر تشریف لیجانا معلوم ہوگا سب جاںنثاروں کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی اور شیرازۂ جمعیت قائم نہ رہے گا۔"

جس پر ٹیپو سلطان فسخ عزمیت کر کے خزانہ و جواہرات کے صندوق وغیرہ جیسے کے ویسے رکھا دیئے اور راضی برضائے مولیٰ ہو بیٹھے۔

---

[1] سلطنت خداداد صفحہ ۲۴۹ [2] سلطنت خداداد صفحہ ۲۵۰۔
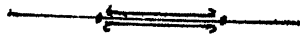
تقسیم ملک میسور

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد ملک میسور اور ٹیپو سلطان کی مال و دولت پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد اس کی تقسیم کا مسئلہ در پیش ہوا۔ اس نوبت پر فریقین معاہدہ صرف دو (نظام علی خان اور انگریزی کمپنی) تھے جن میں اس تمام ملک و مال کی تقسیم ہونی چاہئے تھی لیکن ویلزلی یہ چاہتے تھے کہ اس کی تقسیم میں اپنی آئندہ صلاح فلاح کو پیش نظر رکھ کر اس کو اس قسم سے تقسیم کریں کہ نظام علی خان کا رقبۂ حکومت بھی بہت زیادہ ہونے نہ پائے اور اس جنگ میں ٹیپو سلطان کے جس عہدہ دار (میر قمر الدین خان) نے انگریزوں کی طرفداری کی ہے اس کو بھی کوئی حصہ دیا جائے۔ اور مرہٹوں کو بھی اس میں شریک کیا جائے اگرچہ وہ اس جنگ میں کوئی عملی حصہ نہیں لئے تھے جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اس قوم کو بھی اس طرح اپنا ممنون احسان کر کے ہموار کر لیا جائے اور سابق راجہ میسور کی بیوہ کے لڑکے کو تخت سلطنت پر متمکن کر دیا جائے تاکہ ایک تو اس طرح نیا بنایا ہوا راجہ ان کا شریک و حلیف رہے اور دوسرے یہ کہ اس نئے راجہ کو متمکن کرنے کی صورت میں بیوہ رانی سے اس معاہدہ کی تعمیل میں معقول جلب منفعت ہو جو انگریزی کمپنی نے ذریعۂ ترمل راؤ (نایب رانی میسور) ۲۷ ستمبر ۱۷۸۲ء (م ۱۹ شوال ۱۱۹۶ھ) کو بمقام تنجاور کیا تھا۔ یہ سب امور ایسے تھے کہ لارڈ صاحب مذکور

فرد فرید اس کو طے کرتے تو اس کا امکان تھا کہ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطو جاہ کے
دل میں سوء ظنی اور مخالفت پیدا ہو جاتی ۔ اسی بنا پر انہوں نے تقسیم ملک و مال کے لئے
ایک کمیٹی مرتب کی جس کے ارکان جنرل ہاریس، کرنل آرتھر ویلزلی[1]، ہنری[2] ویلزلی (لارڈ کولی)
لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک، لفٹننٹ کرنل باری کلوز، کپتان ملکم، اور منرو مقرر ہوئے ۔
اور ریاست آصفیہ کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے ارسطو جاہ سے یہ منظوری حاصل
کر لی کہ لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک نمائندۂ ریاست رہیں ۔ اس کمیٹی کے مامور ہونے کے بعد
مختلف اجلاس ہوئے جن میں تقسیم ملک و مال کے مسایل پیش ہوتے رہے اور جس کی
اطلاع وقتاً فوقتاً میر عالم اور جے اے کرک پیاٹرک (رزیڈنٹ) کے ذریعے ارسطو جاہ و
نظام علی خان کو ہوتی رہی ۔

تقسیم میں ملک کے علاوہ مال غنیمت بھی تھا جس میں نقد و جواہر کے علاوہ
اجناس و جانور بھی تھے ۔ مسایل تقسیم پر ارسطو جاہ نے متجانب نظام علی خان جو اختلاف
کیا ہے ان کے خط موسومہ میر عالم سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے جس کو ہم نے ضمیمہ و میں
بجنسہ درج کیا ہے ۔

تقسیم مال کی نسبت ارسطو جاہ کو اطلاع دی گئی تھی کہ غنیمت میں صرف ایک لاکھ
ہون کا مال سپاہ سرکار کے حصہ میں آتا ہے جس پر وہ تعجب ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

---

۱ یہ مارکوئیس ویلزلی کے دوسرے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ ولنگٹن سے مخاطب ہوئے ۔

۲ یہ مارکوئیس ویلزلی کے سب سے چھوٹے بھائی تھے جو بعد میں لارڈ کولی سے مخاطب ہوئے ۔

"گورنر جنرل بہادر نے تو یہ لکھا تھا کہ توشک خانہ و آلات حرب و ضرب کے علاوہ کروڑہا روپیہ کا مال تھا جس میں بندگان عالی مساوی کے شریک ہیں اگر یہ کہا جائے کہ سرکار عالی کی جمعیت کم ہے اور کمپنی کی زیادہ اسی تناسب سے تقسیم ہوگی تو کہا جائے کہ اس صورت میں شراکت مساویانہ باقی نہیں رہیگی جس کی قرارداد ہوئی ہے اور اس سے کمپنی کی بدنامی ہوگی ہرگز اس حصہ کو قبول نہ کیا جائے اور اہل کمپنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا قاعدہ ہے کہ غنیمت سپاہیوں کا حق ہے تو ان سے یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ٹیپو سلطان کے متعلقین و فرزندان نصف ملک اور خزانہ کے طلبگار ہیں تو ان کو کیوں دیا جاتا ہے اس واسطے کہ قلعہ یورش کے ذریعے فتح ہوا ہے اور فرانسیسیوں کے مثل وہ بھی اسیروں میں داخل ہیں انہیں صرف بقدر پرورش قوت لایموت دینا مناسب اور واجب ہے بقیہ حصہ مساوی ہو اور سرکار عالی او رکمپنی انگریزی اپنے اپنے حصہ میں مختار رہے چاہے اپنے سپاہیوں کو دے یا نہ دے۔"

ملک کی تقسیم میں پہلے یہ قرارداد ہوئی کہ اس کے تین حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ٹیپو سلطان کے پسماندوں اور فرزندوں پر تقسیم ہوگا اور باقی دو شرکاء تقسیم کر لیں گے لیکن چونکہ کمیٹی کے مطمح نظر یہ تھا کہ انگریزی کمپنی نظام علی خان، پیشوا اور ٹیپو سلطان کے وہ عہدہ دار جو اس جنگ میں انگریزی کمپنی کے طرفدار رہے ہوں اس سے مستفید ہوں اور ان کے علاوہ ریاست میسور پر سابق راجہ کی اولاد سے کسی کو متمکن کر کے اس سے بھی تحت معاہدہ جلب منفعت کرے اس لئے وہ قرارداد کالعدم کر دی گئی اور

جب ان مسایل کو پیش کر کے ارسطو جاہ کو یہ اطلاع دیگئی کہ اس طرح ملک تقسیم ہو جائے تو سات لاکھ ہون سالانہ محاصل کا علاقہ سرکار عالی کے حصہ میں آئیگا جس میں سے دو لاکھ ہون سالانہ کا علاقہ ٹیپو سلطان کے سپہ سالار میر قمر الدین خان کی جاگیر میں دیا جائے تو ان کے حصہ میں صرف پانچ لاکھ ہون کا علاقہ بچ رہے گا اس علم کے بعد ارسطو جاہ نے میر عالم کو لکھا کہ

"حالیہ جنگ کے دوران میں ٹیپو سلطان نے جب مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی کی تھی تو ان کے پاس جنرل ہاریس نے یہ شرط پیش کی تھی کہ دو کرور روپیہ نقد اور نصف ملک دیدیا جائے اگر اسی پر صلح ہو جاتی تو یقیناً بندگانعالی اس میں سے نصف حصہ پاتے جب ان شرایط پر صلح نہیں ہوی اور ملک حسب مراد بالکلیہ فتح اور شرکا کے قبضہ میں آگیا ہے تو اس کی تقسیم میں جو کچھ شرکا کو ملے وہ اس حصہ سے زیادہ ہی ملنا چاہئیے جو ان شرایط کے تحت مل سکتا تھا نہ کہ اس سے کم"۔

کمیٹی نے ارسطو جاہ کی اس حجت پر کوئی لحاظ نہ کیا اور انہیں امور کے تحت تقسیم کی قرارداد کرلی جو اس کے پیش نظر تھے۔ اس کے بعد تفویض و تعین مواضعات کا مسئلہ تھا جس میں منجملہ دیگر مواضع کے ارسطو جاہ یہ چاہتے تھے کہ قلعہ چیتل درگ نظام علی خان کے حصہ میں آئے لیکن مارکویس ویلزلی کو اس سے بھی اختلاف ہوا اور قرار یہ دیا کہ وہ کمپنی کے کسی ساختہ پرداختہ شخص کے تابع رہے چنانچہ انہوں نے مراسلہ مورخہ ۵ رجون ۱۷۹۹ء کے ذریعہ لفٹننٹ کرنل ولیم کرک پیاٹرک (رکن کمیٹی تقسیم) کو لکھا کہ

"چیتل درگ[1] اور بیدنور وغیرہ راجہ میسور کے قبضہ میں دیئے جائیں گے اور بلحاظ اس کے کہ اس راجہ کے ساتھ ہم نے معاہدہ کیا ہے مجھے اعتماد ہے کہ وہ کافی طور پر ہمارے زیر حکم رہیں گے لیکن میں اس امر پر متفق نہیں ہو سکتا کہ چیتل درگ نظام کے قبضہ میں دیا جائے یہ ہر طرح ایک غیر مطمئن انتظام ہوگا اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ایسا خیال میر عالم[2] کا ہو تو ان کے دل سے نکال دو۔"

چیتل درگ کا قلعہ نہایت مستحکم اور شاندار تھا اور حدود ممالک سرکار عالی سے قریب ہونے کے باعث ارسطو جاہ اس کو ممالک محروسہ میں داخل کرنا چاہتے تھے اگر وہ سرکار عالی کے تفویض کیا جاتا تو ممالک محروسہ اور نئے راجہ میسور کے حدود باہم ملجاتے جس کو انگریزی کمپنی مناسب تصور نہیں کرتی تھی اور سوائے اس کے کمپنی کا مقصد غالباً یہ بھی تھا کہ اس موقع پر اس معاہدہ سے بھی فایدہ اٹھایا جائے جو رانی میسور کے ساتھ ۲ ستمبر ۱۷۸۲ء کو نسبت تخت نشینی راجہ اس کے نایب کے ذریعے ہوا تھا اور جس کا آخری فقرہ یہ تھا:۔

"نظام[3] اور مرہٹوں کو اس حصہ ملک کے سوائے جو وراثتہً ان کے قبضے میں رہا ہو اور کوئی خطہ نہ دیا جائے۔"

اسی لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی مزید قطعہ نظام علی خان کے قبضہ و تصرف میں جائے اگر ایسا ہو جاتا تو کمپنی کو اس معاہدے کے تحت کسی مطالبہ کا قانونی حق

---

[1] ڈسپاچیس آف ویلزلی مرتبہ آر یم مارٹن جلد ۲ صفحہ ۲۵ [2] میر عالم اس معاملہ میں صرف ایک سفیر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ [3] دی ٹری ٹیز سنی ٹیوں اچی سن طبع ۱۹۲۹ء جلد نہم صفحہ ۲۲۸

باقی نہیں رہتا۔ ان امور متنازعہ پر حسب منشاء ارسطوجاہ میر عالم نے کمیٹی تقسیم میں اور مستقیم الدولہ نے رزیڈنٹ (جے اے کرک پیاٹرک) سے استبداد کیا جس کی اطلاع پر مارکویس ویلزلی نے اپنے مراسلہ نشان (۲۳) مورخہ ۳۰ جون ۱۷۹۹ء لکھا کہ

"باوجود برٹش گورنمنٹ اور میرے حسن سلوک کے میر عالم نے ہم دونوں (یعنے ویلزلی اور کرک پیاٹرک) کے خلاف بے چینی پیدا کرنے کے لئے اپنی بے بنیاد شکایات کے ذریعے (جو انہوں نے اعظم الامرا کو سرنگاپٹم سے لکھے ہیں) ہر ایک کوشش کو عمل میں لایا ہے مجھے معتبر اطلاع ملی ہے کہ میر عالم کی اس روش کی سوائے اس کے کوئی اور وجہ نہیں کہ وہ سرنگاپٹم کی تقسیم غنیمت میں کوئی ذاتی حصہ پانے سے محروم رہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عاقبت اندیشی سے اپنے آپ کو جنرل ہاریس کے حصہ کے مساوی کا مستحق قرار دیتے ہیں ان کے اس ناواجبی ادعا سے انحراف کئے جانے پر یہ بے چینی واقع ہوئی یہ طرز عمل ان کی شان سے بعید اور ان کے اقرار کے مغایر ہے اور برٹش گورنمنٹ کے جو عنایات ان پر رہے ہیں اس کے خلاف ہے اور آئندہ سے میرے خیال میں وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے۔"

اس سے یہ ظاہر ہے کہ لارڈ صاحب نے میر عالم کو ریاست میں اور خود رئیس کے پاس بدنام کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ مال غنیمت سے اپنے لئے کسی حصہ کے طلبگار تھے جس کے نہ ملنے پر وہ یہ اعتراضات پیدا کر رہے ہیں۔ ارسطوجاہ کا محولہ خط دیکھا جائے تو

---

۵۷ میر عالم جب مہم میسور پر روانہ ہوئے تو ان کی جگہ مستقیم الدولہ ارسطوجاہ اور رزیڈنٹ کے مابین وکیل مقرر ہوئے تھے

معلوم ہوگا کہ ان اعتراضات میں میر عالم کی ذاتی رائے کو بہت کم دخل تھا جو کچھ انہوں نے عمل کیا صرف امتثال امر میں بموجب ہدایت کیا ہے۔

اس کے بعد اسی خط میں ویلزلی نے نظام علیخان اور ارسطوجاہ کے اعمال پر بھی تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اس میں ان فواید و برکات کا ذکر کیا ہے جو نظام علی خان اور ان کی ریاست کو انگریزی اتحاد سے حاصل ہوئے تھے تاکہ ان سب کے اظہار کے ساتھ نظام علی خان یا ان کے دیوان ارسطوجاہ تقسیم کے مسئلہ پر زیادہ گہری نظر ڈالکر کسی غلطی فہمی میں نہ پڑیں یا مخالف نہ ہوجائیں چنانچہ مارکویس ویلزلی لکھتے ہیں۔

"نظام اور اعظم الامرا کے اعمال بھی اسی قبیل سے ہیں ہیں اس سے زیادہ سبک اور خارج از عقل کوئی امر نہیں پایا جو انہوں نے ہماری اور نظام کی فوج سے اس کی بہادری اور محنت کے صلے اور انعام کے حقوق چھین لینے کے لئے کیا ہے نظام کی فوج کیا بہ اعتبار تعداد اور کیا بلحاظ قابلیت اتنی ناقص اور کم تھی کہ کمپنی کے مماثل نظام کا حصہ قرار دینے میں بڑی ناانصافی ہوگی اس صورت میں ہماری فوج خاطر خواہ محنت اٹھانے کے باوجود اپنے موجہ استفادہ سے محروم رہیگی۔ نظام کے رسالے کو (جو بے قاعدہ ہونے کی وجہ سے انتظام کے قابل نہیں) چھوڑکر باقی فوج ہماری افواج کے ساتھ ساتھ انعام پائے اس کے سوائے اور کوئی اصول اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ نظام کے رسالے کی بابت میر عالم کے ساتھ ایک تصفیہ ہوا تھا آیا میر عالم نے نظام کی پیدل فوج کو ان کے رقمی انعامی حصص سے محروم رکھا اور نظام کے ذاتی استعمال کے لئے اس کو محفوظ کردیا یہ ایسا سوال ہے جس کے

دریافت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں اور نہ میں ایک ایسے معاملہ میں دخل دیکر برٹش گورنمنٹ کے اعمال کو وحصبہ لگانا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس امر میں میرے انکار سے ہز ہائنس کے ساتھ کے اتحاد کو نقصان پہنچیگا میں اپنے اس خط کو نظام اور اعظم الامرا اور مستقیم الدولہ کے رویہ اور زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ بڑا افسوس ہے کہ میں ان کی حالیہ گفتگو کی اطلاعوں میں ایک ایسی ہوا پاتا ہوں جو ہمارے اور ریاست حیدرآباد کے تعلقات کی مضبوطی کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ مستقیم الدولہ کی زبان سخت ناپسندیدہ ہے اور چونکہ وہ میر عالم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس لئے ان کے مربّی اور قرابت دار کی (مطالبۂ انعام میں) ناکامیابی ان کی اس گستاخی اور جرارت کا درپردہ باعث ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مستقیم الدولہ نے جو زبان استعمال کی ہے اس کی نسبت قبل از قبل اعظم الامراء سے مشورہ ہوچکا تھا۔ یہ صورت قابل زجر و توبیخ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مستقیم الدولہ سے میرے ان اقتدارات کا اظہار کروگے جو نظام نے مجھ کو قبل ازیں دئے ہیں یہ فرو اقتدار جو میرے ہاتھوں میں دیگئی برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ اقتدار کے نظر کرتے بالکل مہمل اور فضول ہے۔

سر ریٹنگ پٹن کے قلع قمع کے بعد سے نظام نے دو دفعہ یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ میرے ان مکمل اقتدارات میں ذرا بھی مداخلت نہ کرینگے جو انہوں نے فتح میسور میں اپنے فوائد کی نسبت استعمال میں لانے کے لئے میرے سپرد کئے تھے میری خواہش ہے کہ تم بہت جلد مستقیم الدولہ کو اُن کی شوخ کلامی پر جو انہوں نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت کی ہے مبیّنہ طریقہ پر تنبیہ کریں۔

---

۵۸ میر عالم کی علاقی بہن مستقیم الدولہ سے منسوب تھیں۔

اور اگر مزید سختی کی ضرورت ہو تو اُن کو ان کے پنشن[1] (الونس) سے محروم کر دیں اور ساتھ ہی
تم دیوان کو اسی تفصیل کے ساتھ جس سے مجھے واقف کیا گیا ہے یہ ظاہر کریں کہ آیا انہوں
نے اپنے نوکروں کو ایسی ناجایز گستاخی اور بدکلامی کی اجازت دے رکھی ہے اس موقع پر
عظیم الامرا کو ان فواید و برکات سے آگاہ کرانا نامناسب نہ ہوگا جو نظام گورنمنٹ نے گزشتہ
سال برٹش طاقت سے اتحاد کی بدولت حاصل کئے ہیں چنانچہ تھوڑے[1] ہی عرصہ میں نظام کو
اس مسلح اور باقاعدہ جماعت (فرانسیسی) کی بغاوت سے خلاصی دلائی گئی جو ان کی
ریاست کے مرکز میں اس کی آزادی پر اثر ڈال رہی تھی۔ ان کے[2] دشمن مرہٹوں کی مداخلت
انگریزی قوت سے روکی گئی جن سے ان کی قوت کی تباہی ہو جاتی۔ ان کا[3] نہایت ناممکن التسخیر
دشمن (ٹیپو سلطان) ان کے خزانہ پر کوئی مزید صرفہ عاید کئے بغیر تباہ و تاراج کر دیا گیا اور
اس[4] دشمن کے عوض ایک ایسی قوت (یعنے نیا راجہ میسور) قایم کی گئی جو ان کے ساتھ متحد ہے
اور جس سے ان کی ریاست کو بالکلیہ اطمینان ہے (اس کے علاوہ انہوں[5] (نظام) نے
ملک کا ایک بڑا حصہ اور اس کا محاصل اور فتح و شہرت اپنی فوج کے ذریعے حاصل کی ہے
جس نے برٹش آفیسروں کے تحت جنگ میں اپنی خدمات بجا لائے فی الحال انہوں (نظام)
نے ایک پست حالت سے اپنے ملک میں اور بیرونجات میں حقیقی قوت اور عزت اور
نام حاصل کیا اور ہندوستان کے اور بادشاہوں میں ایک ذی وقعت درجہ پایا یہ سب
برٹش طاقت کے ساتھ اتحاد کے نتایج ہیں جو بلا کسی کوشش اور محنت کے انہوں نے

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ انگریزی سے مستقیم الدولہ کو بھی کوئی الاونس ملا ہوا مقرر تھا۔

حاصل کئے یہ بھی کوئی عاقبت اندیشی ہے کہ مال غنیمت پر ہزہائی نس کی عدم دست رسی (جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنا پر جائز رکھی گئی تھی کہ مال غنیمت سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کیجائے جنہوں نے اس جنگ کے موقع پر اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا) سے باوجود اتحاد سے اتنے فوائد حاصل کرنے کے اپنے تعلقات کو خطرے میں ڈالنے کے درپے ہے

یہ خط اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ کمپنی نے اپنے حسب منشا تقسیم ملک و مال کر کے اسی کے تحت طے نامہ مورخہ ۲۲ جون ۱۷۹۹ء (م ۱۷ محرم ۱۲۱۴ھ) کی تکمیل کر لی جس کی رو سے (ان تمام منہائیوں کے بعد جن کا ذکر قبل ازیں کیا گیا ہے) پانچ لاکھ سینتیس ہزار تین سو تینتیس پگوڈا پونے دو قسم کا علاقہ نظام علی خان کے حصہ میں آیا۔ اور اس علاقہ میں سے بھی دو ثلث حصہ نظام کو ملا جو پیشوا کے لئے رکھا گیا تھا اس لئے کہ انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

تقسیم ملک و مال کی جو کمیٹی قایم ہوی تھی اس کی برخواست کے بعد میر عالم مدراس ہی میں مدعو کئے گئے جہاں ۸ ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ (م ۹ ستمبر ۱۷۹۹ء) کو بڑا بھاری جشن فتح منایا گیا اس کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو کر ۲ جمادی الاول ۱۲۱۴ھ (م ۲ اکتوبر ۱۷۹۹ء) کو معہ افواج امدادی حیدرآباد پہنچے۔ اس فوج کی چھاؤنی کے لئے بلدہ حیدرآباد کی شمالی سمت میں حسین ساگر کے پرے ایک مقام تجویز کیا گیا یہی مقام بعہد سکندر جاہ اچھی طرح آباد ہو گیا تو انہیں کے نام پر اس کا نام سکندرآباد رکھا گیا۔

اسی زمانہ میں سکندر جاہ کی شادی ارسطو جاہ کی پوتی جہاں پرور بیگم سے بمقام

بیدر ہوی۔ اس تقریب سے فراغت پانے کے بعد نظام علی خان انتظام ممالک مفتوحہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میر عالم کو اس کے بندوبست اور حصول عمل دخل کے لئے روانہ فرمایا۔ ان کے تحت مہاراجہ چندولال وغیرہ بھی مامور کئے گئے۔

اسی تنظیم کے دوران میں نظام علی خان نے اس حصہ ملک کو اپنے صاحبزادے سلیماں جاہ اور اسطوجاہ کی جاگیر میں دیکر اس کی اطلاع لارڈ صاحب کو کردی لیکن اسی زمانے میں انگریزی کمپنی کے مدنظر ایک ایسے طے نامہ کی تکمیل تھی جس کی رو سے سرکار نظام کی انگریزی امدادی فوج میں دو پلٹن اور ایک رجمنٹ کا اضافہ کیا جائے اور اس کی تنخواہ میں حالیہ مفتوحہ ملک اور سابقہ حاصل کردہ علاقہ (جو ۱۷۹۲ء م ۱۲۰۵ھ کی جنگ میسور میں بحصہ نظام آیا تھا) حاصل کرلیا جائے۔ اور جب اس تجویز کی بموجب انگریزی رزیڈنٹ جے۔ اے۔ کرک پیاٹرک نے نظام علی خان سے طے نامۂ امدادی بابتہ ۱۸۰۰ء، ۲۲ جمادی الاول ۱۲۱۵ھ (م ۱۲ اکٹوبر ۱۸۰۰ء) کو تکمیل کرالیا تو لارڈ صاحب نے ذریعۂ مراسلہ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۰۰ء (م ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ) لکھا۔

"چونکہ اس خط میں[1] سرفرازی جاگیر کی اطلاع دیگئی ہے اس سے حدود مواضع و نام مقامات کا تعین نہیں ہوتا ہے اس لئے ان کی صراحت فرمائی جائے"۔ جس سے یہی پایا جاتا ہے کہ اس کے جواب میں جن جن مواضع کا نام لکھا جاتا ان کی نسبت یہی عذر کیا جاتا کہ وہ اس طے نامہ کی رو سے افواج امدادی کی تنخواہ میں دواماً تفویض کردئے گئے ہیں یا

---

[1] اصل خط اور اس کی منسلکہ فرد کی نقل یہ ہے :۔ "آنچہ ملک و تعلقات در مہم ٹیپو سلطان بحصہ سرکار دولتمدار آمدہ

اسی سنہ میں اعتقاد الدولہ شمشیر جنگ محمد وفادار خان کا باغ انگریزی رزیڈنٹ کی سکونت کے لئے مختص کر کے اس میں ایک محل تعمیر کرایا گیا جس کا صرفہ سرکار عالی پر عاید ہوا صاحب حدیقۃ العالم نے اس کا خرچ جملہ دو لاکھ روپے بتایا ہے اب تک بھی اس کے ضروری مصارف وغیرہ کی پابجائی تا حد علم حکومت سرکار عالی سے ہوتی ہے۔

میر عالم کی خدمت وکالت سے علیحدگی اور اس کے اسباب اور خدمت وکالت کا انضمام دیوانی میں	اس بندوبست اور عمل دخل کے اختتام پر مارکوییس ویلزلی کے اس مراسلے[1] کا اظہار ہوا

جو انہوں نے رزیڈنٹ کرک پیاٹرک کے نام لکھا تھا اور جس میں انہوں نے میر عالم کی نسبت خیال ظاہر کیا تھا کہ "وہ بدگمانی سے دیکھے جانے کے قابل ہوں گے"۔ چنانچہ وہ نظر بند کر دیئے گئے[2] اور ان کی خدمت وکالت ارسطو جاہ نے اپنی خدمت دیوانی میں ضم کر دی۔

خدمت وکالت کے انضمام کے بعد سے رزیڈنٹ اور مدار المہام کے مابین کوئی توسل قایم نہ رہا۔ جو کچھ مراسلت یا حکم احکام ہوتے بالراست طے پاتے۔

عہد نامۂ امدادی کی تکمیل سے قطع نظر بھی کر لیجائے تو سکندر جاہ کی تخت نشینی میں لارڈ صاحب سے استمداد کی تحریک پہلی اور انضمام وکالت دوسری غلطی تھی جس سے ارسطو جاہ نے ریاست کی خود مختاری کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تفصیل ذیل عنایت فرمودہ شد :-

برخوردار سعادت آثار اقبال یار و کامگار نامدار رئیس الملک سلیمان جاہ بہادر	فرزند ارجمند سعادت و اقبال نشان رفیع جان نثار مختار دولت آصفیہ وکیل مطلق ارسطو جاہ بہادر سلمہ
دو حصہ	یک حصہ

[1] مراسلہ نشان ۲۳ مورخہ ۳۰ جون ۱۷۹۹ء

[2] تفصیل مطلوب ہو تو ملاحظہ ہو "میر عالم"

انتقالِ نظام علی خان

نظام علی خان کا انتقال اور ان کا مدفن

میسور کی جنگ کے اختتام کے بعد انگریزی کمپنی کی توجہ مرہٹہ ریاستوں پر منعطف ہوئی اور اس کوشش میں رہی کہ ان کو بھی اپنے زیر اثر کر لے چنانچہ ۱۸۰۰ء (م ۱۲۱۵ھ) کے بعد سے ۱۸۰۳ء (م ۱۲۱۸ھ) تک وہ اسی تگ و دو میں لگی رہی اور چونکہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے حدود مرہٹہ ریاستوں کے حدود سے متصل تھے اس لئے مرہٹوں کے مقابل کی جنگ میں نظام علی خان کی امداد ضروری تھی اور اس کے علاوہ عہد نامہ جات کی رو سے بھی بصورت جنگ کمپنی کی مدد کرنا ان پر لازم تھا لیکن اس وقت تک ان کے ایام حیات ختم ہو گئے اور انہوں نے سابقہ مرض (فالج) کے سلسلہ میں ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ (م ۶ اگسٹ ۱۸۰۳ء) کی صبح عالم جاودانی کی سیر فرمائی اور ریاست کو اپنے صاحبزادے سکندر جاہ اور مدارالمہام ارسطو جاہ کے ید قدرت میں چھوڑا۔

انزہاق روح کے ساتھ ہی ارسطو جاہ کی تحریک پر رزیڈنٹ نے حضوری ڈیوڑھی پر اور ہر ایک صاحبزادے کے محل پر ایک ایک سرکردۂ ولایتی معہ دو دو سو جوانان بار کے متعین کر دیا جس سے تخت نشینی میں کوئی فتنہ و فساد ہونے نہ پایا۔

نظام علی خان کی نعش صحن مکہ مسجد میں ان کی والدہ کی بائیں جانب سپرد خاک کی گئی۔ ان کے اور ان کے بعد کے انتقال کئے ہوئے رؤسا کی قبروں پر ایک معمولی سائبان تھا چند سال قبل ہمارے اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان خلد اللہ ملکہ نے ان تمام قبور پر ایک سنگ بست عمارت تعمیر کروائی ہے جس کے دیکھنے سے گذشتہ بادشاہوں کی عظمت ووقار کا تصور ذہن میں آجاتا ہے قبر پر شاہ تجلی کے مشہور شاگرد شیر محمد خان ایمان کا یہ قطعہ کندہ کر کے لگایا گیا ہے۔

بر روح پاک میر نظام علی مدام — خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ
زین مصرع عجیب دو تاریخ رانجوان — مستوجب بہشت۔ باخلاص فاتحہ
۱۲۱۸ھ — ۱۲۱۸ھ

ازواج و اولاد نظام علی خان صاحب نگارستان آصفی نظام علی خان کے صرف چار محلات کا نام بتا کر یہ کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سی ازواج تھیں صاحب گلزار آصفیہ و توزک آصفیہ و شجرۂ آصفیہ نے ایک ایک مزید نام بتایا ہے ان مورخین کے اعتبار سے جملہ سات محلات معلوم ہوتے ہیں لیکن ہماری تلاش میں فی الجملہ ۹ محلات دریافت ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) زیب النسا بیگم (۲) بخشی بیگم (۳) تہنیت النسا بیگم (۴) عنایت النسا بیگم (۵) فضل النسا بیگم (۶) سلطانی بیگم (۷) جانی بیگم (۸) کریم النسا خانم۔ (۹) بہور بانو بیگم۔ بقول صاحب شجرۂ آصفیہ زیب النسا بیگم معروف برہان پوری بیگم کے بطن سے جہاندار جاہ تھے دوسری بیوی بخشی بیگم کے بطن سے میر احمد علی خان عالیجاہ تھے

نوازش محل[1] نام کا بھی ایک محل تعمیر ہوا تھا جو نظام علی خان کے قدیم خانساماں نوازش علی کے زیر اہتمام تکمیل پایا اور اسی مناسبت سے اس کا نام نوازش محل رکھا گیا انہیں نوازش علی کے زیر نگرانی پادشاہی عاشور خانہ کی ترمیم بھی ۱۲۰۶ھ میں ہوئی تھی

روشن بنگلہ اور پیچ محلہ بھی نظام علی خان ہی کی تعمیرات کردہ عمارات ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اُس چوبینہ سے تعمیر ہوئے ہیں جو نرمل کے ابراہیم باغ کی عمارتوں کو منہدم کرکے حیدرآباد لایا گیا تھا۔ اس کے متعلق صاحب تذکرۂ نرمل کا بیان ہے کہ ابراہیم بیگ[2] خان دھونسہ کے فرزند احتشام جنگ جب ایلچپور پر مامور ہوئے تو انھوں نے اپنے لئے ایک مکان کی تیاری شروع کی اس شہر میں ایک مکان موسوم بہ سنہری بنگلہ تھا جس کو آصف جاہ اول نے تعمیر کرایا تھا احتشام جنگ نے اس محل کو منہدم کرکے اس کے ملبہ اور چوبینہ سے اپنا محل تیار کیا جب یہ اطلاع نظام علی خان کو ہوئی تو وہ بہت غضب آلود ہوئے۔ ارسطوجاہ نے ان کے رفع غضب کے لئے یہ صورت انتقام پیش کی کہ احتشام جنگ کے والد کی بنا کردہ عمارات جو ابراہیم باغ میں واقع ہیں منہدم کرکے ان کا چوبینہ بلدہ طلب کرلیا جائے اور اس سے یہاں مکانات و محل تیار کرائے جائیں چنانچہ حسب احکام ~~جاری ہوئے~~ تعمیل ہوئی۔ روشن بنگلہ اور غنی محل غنی یار خان داروغہ عمارات کی زیر نگرانی تیار ہوئے ~~تھے~~ اسی پر سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ پیچ محلہ بھی انہیں کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔

تمت دورِ دوم

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۹۳

[2] تذکرۂ نرمل صفحہ ۹۷۔

ضمیمہ (الف)

شجرہ نظام علیخان

میر قمر الدین خان نظام الملک
آصف جاہ اول

- خیر النساء بیگم — ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ
- میر محمد پناہ امیر الامراء غازی الدین خان فیروز جنگ
- میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ شہید
- سید محمد خان امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
- میر نظام علی خان نظام الملک **آصف جاہ ثانی**
- میر شریف خان شجاع الملک بسالت جنگ
- میر مغل علی خان ناصر الملک ہمایوں جاہ

- میر احمد علی خان ماہ جاہ
- میر اکبر علی خان سکندر جاہ **آصف جاہ ثالث**
- میر سبحان علی خان فریدوں جاہ
- میر تیمور علی خان اکبر جاہ
- میر جمشید علی خان جمشید جاہ
- میر ذوالفقار علی خان جہاندار جاہ
- میر جہانگیر علی خان سلیمان جاہ
- میر جہاندار علی خان کیوان جاہ

- میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ **آصف جاہ رابع**
- میر بشیر الدین علی خان صمصام الدولہ
- میر گوہر علی خان مبارز الدولہ
- میر تفضل علی خان سیف الملک میر بادشاہ
- میر منور علی خان منور الدولہ
- میر فیاض علی خان ذوالفقار الدولہ
- میر محمود علی خان قطب الدولہ
- میر داور علی خان قمر الدولہ
- میر فتح علی خان مظفر الدولہ

- میر تہنیت علی خان افضل الدولہ **آصف جاہ خامس**
- میر جہانگیر علی خان روشن الدولہ

میر محبوب علی خان
آصف جاہ سادس

- میر فاروق علی خان
- نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ و دولتہ **آصف جاہ سابع**
- میر احمد محی الدین خان صلابت جاہ
- میر محمد محی الدین خان بسالت جاہ

- والاشان میر حمایت علی خان بہادر **اعظم جاہ ولی عہد**
- والاشان میر شجاعت علی خان معظم جاہ
- میر کاظم علی خان کاظم جاہ
- میر عابد علی خان عابد جاہ
- میر حشمت علی خان حشمت جاہ
- میر ہاشم علی خان ہاشم جاہ
- میر تقی علی خان تقی جاہ
- میر بشارت علی خان بشارت جاہ
- میر رجب علی خان رجب جاہ
- میر سعادت علی خان سعادت جاہ

میر برکت علی خان مکرم جاہ مجیدی

ضمیمہ (ب)

عہدنامہ ایت گیر سنہ ۱۱۹۸ ہجری

اول اینکہ بتجویز طرفین آنچہ مصلحت قرار یافت بعد قرار یافتن آن مصلحت نفع ونقصان ندیدہ آن مصلحت را بہ انجام باید رسانید و بعد شروع شدن آن مصلحت اگر در دل راؤ پنڈت پردھان آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و در خاطر حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار نکردہ بانصرام باید رسانید لازم کہ پنڈت پردھان بلا اندیشہ متفق مشورہ بندگانعالی بودہ مصلحت مذکور را بانجام رسانند۔ علی ہذا القیاس ما بین مصلحت در دل حضرت بندگانعالی آید کہ این مصلحت را دار مدار کردہ فیصل باید نمود و بدل راؤ پنڈت پردھان آید کہ دار مدار نکردہ این مصلحت بانصرام باید رسانید لازم کہ بندگانعالی بلا اندیشہ متفق مشورہ پنڈت پردھان بودہ مصلحت مذکور را بانجام باید رسانید و اگر بصلاح طرفین آید کہ این مصلحت را بدار مدار فیصل باید کرد آن وقت مضایقہ نیست بمشورہ طرفین ہر چہ قرار یابد موافق آن دار مدار باید کرد۔

دویم آنکہ در خاطر بندگانعالی آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت راؤ پنڈت پردھان آن مصلحت نیامد و بندگانعالی بجد شدند کہ این مصلحت قرار می دہم باید کہ مدلازم کہ پنڈت پردھان قبول نمودہ در مصلحت قرار دادہ بندگانعالی شریک باشند علی ہذا القیاس در خاطر راؤ پنڈت پردھان آمد کہ فلان مصلحت باید کرد و در مصلحت بندگانعالی آن مصلحت نیامد راؤ پنڈت پردھان

بجا رسند که مصلحت که قرار می دهم باید کرد لازم که بندگانعالی قبول فرموده در مصلحت قرار داده راؤ پنڈت پردهان شریک باشند ۔

سیوم آنکه وقتیکه باتفاق طرفین مهم کرناٹک قرار یافت آنچه ملک و قلاع و گڈهی ها و کهڈنی مال و امتعه وغیره بدست آید از انجمله محالات پنجاه و سه لک و هشتاد و سه هزار روپیه جمع کامل بابت عمل مادهوراؤ متوفی که پیشکش آن پانزده لک روپیه حیدر علی خان قبول نموده بود آن تعلقه بطرف راؤ پنڈت پردهان باشد در آن حصه سرکار بندگانعالی نیست و تعلقه کڑپه وغیره بابت عبد الحلیم خان وغیره اقربا و از تعلقه کرنول وغیره جاگیر رنمست خان بهادر وغیره پسر و اقربا و آنچه در تعلقه ادونی وغیره از ۱۱۸۲ ف که در تصرف حیدر علی خان بوده درین ولا فتح علی خان قابض و متصرف است در سرکار بندگانعالی باشد در آن حصه راؤ پنڈت پردهان نیست سوائے این هرچه بدست آید نصفا نصف حصه نمایند و یکے حصه ملک نوشته انداز دو یکے بردارد و در حصه ملکے که در سرکار بندگانعالی خواهد آمد راؤ پنڈت پردهان را در آن از وجه چوتهه وغیره بابت هائے شراکت نیست مگر آنچه وجه چوتهه و مقطعه تعلقه ادهونی و کرنول در سرکار راؤ پنڈت پردهان می رسید جاری باشد ۔

چهارم آنکه در دولت حضرت بندگانعالی یا بر دولت راؤ پنڈت پردهان اگر مخالفے نظر بکرده عزم کند چه بندگانعالی و چه راؤ پنڈت پردهان سود و زیان ندیده با جمعیت آمده شریک یکدیگر شوند و بر تنبیه مخالف سرگرم باشند هرگاه با هم نوشته برسد بے درنگ همان وقت یکے شریک دیگرے بر دولت هر که مخالفت نمود ارشد موافق مصلحت آن شخص سردار دیگر

متفق باشد و از صواب دید او مخالفت نورزد ۔

پنجم آنکه اگر بر دولت بندگانعالی در او پنڈت پردھان یک دفعه مخالف ها عزم نمایند بمشورت بندگانعالی و راو پنڈت پردھان دفعیه و تنبیه او باید کرد و بپاس دولت خود متحرک سلسله علیحده علیحده نباید شد و هر چه کردن باشد تجویز طرفین باید کرد ۔

دفعه ششم آنکه قرار مدار عملداری جزئیات مثل چوتھ و سردیسمکھی وغیره فیمابین بعمل آمده است موافق آن کمایشداران راو پنڈت پردھان و عمال و جاگیرداران سرکار بندگانعالی باہم قایم باشند احیانا از کسے زیادتی سوائے اقرار بعمل آید فیمابین هر دو سرکار موافق قرار از نوشت خواند تصفیه نمایند بنابر جزئیات خلل در کلیات نیاید و کلیات موافق قرار قایم باشد

هفتم اینکه در دولت حضرت بندگانعالی یا در دولت راو پنڈت پردھان اگر کار کمک فوج رو دهد از جانبین کمک بعمل می آمده باشد ۔

هشتم آنکه از طرفین تدبیر بر هم دولت یکے دیگرے نکند و اگر سررشته برهمی دولت یکے بدست دیگرے بیاید آن سررشته را برهم سازد و گفته کسے درین امر مسموع نباشد و وازین مراتب همدیگر اطلاع می شده باشد ۔

نهم آنکه هر مشورت که مقرر کردن باشد بنابر آن بر نوشت و خواند خطوط است تفصیل آن از طرفین نوشته شود و حواله آن بر خطوط و کلا درمیان نباشد و اگر حواله خط کسے باشد مسوده آن خط بصاد و همدیگر پیش او باشد و اصل آن پیش همدیگر نماید ۔

دهم آنکه تجویز طرفین مصلحتے قرار یافت و از طرفین متوجه آن مصلحت شدند اتفاقاً مخالف دیگر

یر ملک حضرت بندگان تعالی یا راؤ پنڈت پردھان نمودار شود بمشورت ہمدیگر ورزند و از مصلحتے کہ
بر و قایم شدند نموده تنبیه بجانئے کہ بر ملک یکیے رو آورده باشد از طرفین باید کرد -

یازدہم اینکہ از سرداران ہر دو دولت راج کاران طرفین نباید داشت فقط دوستے
اگر نماید مضایقہ ندارد -

دوازدہم آنکہ بخاطر راؤ پنڈت پردھان رسید کہ فلان مصلحت باید کرد آن مصلحت بخاطر
بندگان تعالی نرسیده دیگر مصلحت اگر بر خاطر حضرت گوارا شد اگر ازین جہت کشش میان آمد از
طرفین ہمچنین کشش باہم نباشد و بر ہر مصلحتے کہ نفع و نیک باشد آن مصلحت را باید کرد -

سیزدہم آنکہ ہفت لک روپیہ بابت مقطعہ راج مندری وغیره بابت سرکار بندگان تعالی
بطرف انگریز است بندگان تعالی بگیرند و پانزده لک روپیہ پیشکش راؤ پنڈت پردھان کہ بطرف
فتح علی خان است راؤ پنڈت پردھان بگیرند تہہ نامہ بندگان تعالی و راؤ پنڈت پردھان با انگریز
است احیاناً از طرف انگریز بر خلاف تہہ نامہ بعمل آید و جہم بر آنہا از طرفین کردن لازم شود سرکار
مصطفی نگر و ایلور و سیکاکل و راج مندری چہار سرکار بلا شراکت در سرکار بندگان تعالی و
تعلقہ بنجاور بلا شرکت بطرف راؤ پنڈت پردھان باشد تتمہ آنچہ مال ملک وغیره و قلاع
و گدھی بالمنصفا نصف باید گرفت -

دفعہ چہاردہم آنکہ از طرفین سوائے صلاح و امداد فوج ہر کس کہ مکان یا ستوستان این طرف
تنگ بعد را حضرت بندگان تعالی یا راؤ پنڈت پردھان ہر کس کہ تسخیر نمایند اگر در تعلق بندگان تعالی
باشد خود قابض و متصرف شوند و وجہہ چوتھہ معہ تابینی و ساہوتره و سردیسکھی موافق معمول

واجبی بالمقطعہ ہرچہ جاری باشد براُونپڈت پردھان می دادہ باشند و اگر درتعلق راُونپڈت پردھان باشد در قبضہ خود دارند و وجہ پیشکش سرکار بندگانعالی آنچہ واجبی باشد راُونپڈت پردھان بہ بندگانعالی می دادہ باشند و اگر آں طرف دریائے تنگ بھدرا بے امداد فوج یا از فوج یک کس یا ہر دو فوج بہر طورے کہ تسخیر شود یا بدست آید حصۂ آں باہم نصفا نصف می گرفتہ باشند و راُونپڈت پردھان بعد گرفتن نصف حصہ برائے چوتھ وغیرہ مزاحمت نرسانند۔

پانزدہم اینکہ برادران و اقربا وغیرہ چہ از سرکار بندگانعالی یا راُونپڈت پردھان بطرف ہرکس کہ خواہد آمد آنہا را جا نباید داد و بلکہ دستگیر نمودہ می فرستادہ باشند درین مادہ قصور از طرفین نشود۔

شانزدہم آں کہ از طرفین ہر یک مصلحت کہ قرار یابد بعد شروع آں اگر از ہر دو دولت بر دولت یکے مخالف دیگر وارد شود مصلحت اول را بہر طور دار مدار نمودہ تنبیہ مخالف و از و باتفاق طرفین بعمل باید آورد و اگر درین مصلحت چیزے نقصان از نقدی یا از ملک شود ہر دو طرف بعنوان بالمناصفہ۔

ہفدہم آنکہ در عزم از انگریز و فتح علی خان آنچہ ملک وغیرہ بہ تسخیر خواہد آمد قرار تقسیم آن در دفعہ سیوم و سیزدہم نوشتہ شدہ مگر ہرچہ از راج کاری دولت و رعیت یا بعنوان دیگر ملک مال وغیرہ بدست طرفین آید موافق قرار دفعہ سیوم و سیزدہم نصفا نصف بلا تفاوت باہم می گرفتہ باشند۔

ضمیمہ (ج)

عہد نامۂ کھارڑا ز بالاجی پنڈت

یاد داشت قرار نامہ بالاجی جنارد هن با سرکار حضرت بندگانعالی نظام علی خان بہادر
بہ استصواب اعظم الامراء بہادر سما سبع تسعین[1] ماہ الف ۱۲۰۶ فصلی مطابق ۱۲۱۱ھ در دولت
سری منت پنڈت پردھان تخلل کمال رو نمود من (نانا پھڑنویس بالاجی پنڈت).
بکوکن و چہار رقم انجام دولت بہتر نیست بہ تجویز حضرت (نظام علی خان) اینکہ در آنچہ
دولت محفوظ ماند آن نماید این چنین در دل آمدہ معرفت اعظم الامراء بہادر قرار یافت اگر از
دولت خواہ فہمیدہ غیر فہمیدہ قصورے شدہ باشد آن از دل حضرت فراموش شود
و از طرفین تا امروز آنچہ شد شد آیندہ از دل صاف عمل خواہد نمود و اعظم الامراء بہادر
مدار المہام سرکار حضرت اند و من دولت خواہ کارپرداز سرکار سری منت ہر دو باہم
از یک مصلحت و یک تجویز عمل نماید و در چیزے کہ ہر دو دولت را رونق و بہتری باشد
آن موجب تجویز و مصلحت ہمدیگر از طرفین بعمل آمدہ و درین تفاوتے ہرگز نیاید در آنچہ محافظت
دولت سری منت و در حق خیر خواہ بہتر باشد از طرف حضرت و اعظم الامراء بعمل آید و آنچہ

---

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس سنہ (۱۱۹۷ھ) کے عربی الفاظ مرہٹہ سرداروں کے ذہن نشین ہو گئے تھے اور وہ تقریباً ہر ایک سنہ کے بیان کرنے سے پہلے انہیں الفاظ کو دہراتے تھے یہ ممکن ہے کہ وہ ان الفاظ کو سنہ کا مرادف سمجھتے ہوں

برائے دولت حضرت نیک وبحق اعظم الامرا بہتر باشد آن از طرف سری منت وخیر خواہ عمل خواہد آمد درین تفاوت کنندہ را قسم وسوگند دین وایمان خود است ۔

سند[۲] ہیبہ سردار معتبر سرکار سری منت است وکاروباری مشارالیہ بالاجی اننت وغیرہ غیر رویہ نمودہ پرسرام راچندر را در مصلحت خود گرفتہ سری منت باجی راؤ صاحب را مقید داشتہ اند بنابرآن فوج وبارو غیرہ جنگی سرانجام سرکار حضرت وحضرات وغیرہ فوج سرکار سری منت وسیناصاحب صوبہ رگھوجی بھونسلہ باہم متفق شدہ باجی راؤ صاحب وچماجی اپا صاحب را یکجا نمایند بنابرین ہرچہ محنت ومشقت خواہد افتاد جمعیت سرکار حضرت نمایند واعظم الامرا بہادر از جمعیت پانزدہ ہزار سوار وپانزدہ ہزار بار وتواپ وغیرہ سرانجام جنگی باخیر خواہ شریک باشند ۔ کمپنی انگریز بہادر شریک مصلحت خیر خواہ خواہند شد ۔ واگر شریک نشدند تاہم ایشان برخلاف مصلحت این جانب نخواہند شد دوستداری مضبوطی این مراتب نمودہ است ۔

ملک[۳] وغیرہ معہ قلعہ دولت آباد جملہ عوض از سرکار حضرت کہ بر مقام کھردہ (کھرڈلہ) قرار دادن آن شدہ بود آن جملہ ملک وقلعہ ودستاویز عوض نقد واپس دادہ خواہند شد وسابق در مقام یادگیر (اہیت گیر) کہ تہہ نامہ فیما بین سرکارین شدہ بود آن بحال وبرقرار است ملک گذاشت کردہ آنچہ باقی برآن محالات است تقاضائے آن ہم نخواہد شد ودواتی بیر وغیرہ چہارم توقہ صوبہ بیدر وغیرہ جملہ عوض سوراج در قرار کھردہ آمدہ آن دستاویزہا واپس دادن قرار یافت آن واپس دادہ خواہد شد تا سنہ ۱۲۰۲ ف

عوض سوراج معہ دواتی بیرہ وغیرہ بموجب معمول حضرت بدہند۔

فیمابین سرکار حضرت و رگھوجی بھونسلہ سینا صاحب صوبہ تہ نامہ است بدآن موجب برطبق تجویز حضرت و اینجانب بعد بند وبست دولت سری منت بندوبست وفیصلۂ آن کرده خواہد شد۔

در وہلی واتسنا وغیرہ محال قدیم نواب بودند درین ولا محال مذکور معرفت ہندجی سندھیہ گذاشت شدند و نیز چنین قرار بوده کہ یک محال آینده گذاشتہ آید برطبق آن راو سندھیہ را گفتہ محالات حضرت بطرف حضرت اجرا خواہد کنانید۔

ہر دو سرکار تا امروز از سوال و جواب جزئیات سنواتی آنچہ خواہد بود از آن ہر دو سرکار دست بردار شوند از آینده عمل سوراج در تمام می داده باشند در محالات و تھانہ جات وغیرہ بموجب معمول باشد۔

بقایا بابت عمل کہ اجراست آن و تھانہ معمولی باید داد۔ سوال و جواب سنواتی را از طرفین درخواست نمایند و آینده موافق تہہ نامہ براه راست باشند از ابتدا مرضی حضرت چنین است کہ سوراج صوبہ بیدر واگذاشت کنند چون بر ہر دولت مد نظر حضرت مساوی است و باجی راؤ صاحب خاوند اند خیرخواہ تقسیمہ قرار می کند کہ این مقدمہ وطنی است باجی راؤ صاحب را ہموار نموده گذاشت کنانیده خواہم داد۔

قرار صدر مخصوص بذات مبارک حضرت و بدین موجب بھونسلہ جلد بیاید و شریک شود و صاحب این جانب آن را نوشتہ بطلبند بدین موجب صاحب می گویند

برائے خرچ مبادلہ بیست لک روپیہ یدہندہ لک روپیہ خواہیم داد۔ بروقت خواہد رسید و اگر نرسید بمرور گیرندستگردان دادہ خواہد شد۔

فوج[۹] ٹیپو نمود نشود بندوبست این از انگریز و از آن طرف باید کرد۔ فوج نمودار نخواہد شد و اگر شود پس صاحب و این جانب و کمپنی انگریزبہادر باہم موجب قرار پٹن بندوبست خواہیم نمود

عوض[۱۰] مردم فتوریان و مفتریان سرکار حضرت اگر در تعلقہ سرکار سری منت باشد مدعائے خود را ثابت باید نمود اگر مدعا بہ اثبات رسد بنابر دادن عوض بمردمان نسبت سرکار خود تاکید کردہ خواہد شد۔

آنچہ[۱۱] صدر مرقوم گشتہ بر آن دستخط سری منت کنانیدہ دادہ خواہد شد۔

نواب[۱۲] و این جانب ہر دو دولت باہم بحساب دامن و چولی اند اگر طرفین را کسے ہر چند نقصہا ید در دل نباید آورد و اگر بیاید ہمان وقت تصفیۂ آن می کردہ باشند و اگر مخالفتے بر دولتے ازین دولت ہا برپا شود پس ہر دو متفق شدہ دفیعہ مخالف نمایند و اظہار تکلیف خود نکنند۔

بر طریق[۱۳] قلم بند شدن بصفائے دلی طرفین عمل نمایند و از طرفین بغرض خود درا دخل نہ کنند

بموجب[۱۴] صدر طرفین رویہ اختیار کنند۔

جملہ قلم در شمار چہاردہ بدین موجب پنجم ماہ ربیع الآخر السوین ماست سنہ[۱] سبعہ تسعین

---

[۱] یہ الفاظ سند میں بے معنی سے ہیں۔

ضمیمہ (د)

تہہ نامہ سندھیہ

یادداشت قرارنامہ بانواب اعظم الامرا بہادر نسبت سرکار نواب آصف جاہ
نظام علی خان بہادر از طرف مہاراجہ دولت راؤ سندھیہ عالیجاہ بہادر بہ استصواب
رایاجی پٹیل وکشناجی سیٹھی حضرہ سابع تسعین ماۃ الف سنہ ۱۲۰۶ فصلی مطابق سنہ ۱۲۱۱ ہجری
شاک یک ہزار و ہفت صد و ہیجدہ ترنام سنونت سر قلم بندی تفصیل وار۔

ازکنولاس باشتی مہاراجہ مادھوراؤ سندھیہ و آن صاحب دوستی و برادری
و قرار مدار آنہا بود ہمان از طرف ما از آن صاحب بحال و برقرار۔ سرکار این جانب
و سرکار نواب صاحب واحد امورات ہر دو سرکار متحد دانستہ در آنچہ کہ نیک است
از طرفین بعمل خواہد آمد در ہیچ بارہ جدائی نماندہ است ہریک امور بصلاح و مصلحت طرفین
می شدہ باشد۔

شرتی منت راجیسری باجی راؤ رگھناتھ صاحب را بر دولت قایم کنند و بالاجی
پنڈت نانا پھڑنویس را بطور سابق بر کاروبار قایم سازند بدین نمط فیمابین این جانب
و صاحب تذکرہ بمیان آمدہ قرار شد بر طبق آن صاحب و این جانب بیک دل شدہ

آن را درعمل آرند در آن تفاوت نشود و باجی راؤ صاحب و اپا صاحب و امرت راؤ صاحبان را یک جا کرده باید داد و مردم کوته اندیشیان را بنا بر خلش رخنه نمانذ بدین سان صاحب و این جانب نمایند۔

بالاجی پنڈت تانا پھڑنویس از سرکار نواب آصف جاه بهادر قرار کرده باشند بدین موجب از طرف مشارٌ الیه بعمل خواهد آمد احیاناً اگر وقتے در آن بظهور رسد این جانب شریک صاحب گردیده بموجب قرار عمل کنانیده خواهد داد و از سرکار این جانب هم بالاجی پنڈت پھڑنویس قرار کرده باشند بدان موجب از جانب نامبرده بعمل خواهد آمد احیاناً اگر دقتے در آن رو دهد صاحب شریک با ما شده بموجب قرار از نامبرده عمل کنانند ذمه دار این مراتب صاحب اند و درین از طرفین تفاوت نشود۔

راجشیری بالاجی جناردهن پھڑنویس را از طرف پرسرام رامچندر وغیره و بالاجی اننت پاگاه نویس وغیره اندیشه هست در نوعے که اندیشه مشارٌ الیه از نامبرده ها رفع شود همین از طرف صاحب و این جانب بعمل آید و در چیزے که از بالاجی پنڈت ترقی دوستی و اتحاد شود از طرف صاحب و این جانب بظهور رسد و از طرف مشارٌ الیه نیز هم چنان بعمل خواهد آمد۔

سری منت باجی راؤ رگھناتھ صاحب و بالاجی جناردهن این بار آورده قایم نمایند و خود بحیدرآباد روند و این جانب بجام گاؤن برود پس برائے طلبیدن مشارٌ الیهما جلدی شود بالاجی پنڈت را خاطر جمع نموده بنا بر طلب مشارٌ الیه ازین جانب

وصاحب روانگی معتبران لشتابی مع خطوط دل جمعی شود۔

بموجب مرقومۂ صدر قرار پنج قلم این جانب بذات از سرکار نواب و از آن صاحب

نموده است آن مدام بحال خواهد ماند درین از گفتۂ کسے کاروبارے یعنے در قرار مذبور

قصور شدنی نیست ۔

ترقی و زیادتی دوستی روز بروز شود اگر کسے از قلم بندی صدر تفاوت نماید درمیانگی

آن دین و ایمان خود یعنے قرآن وہان وبیل وبھنڈار است ۔

بتاریخ دویم جمادی الاول کاتک سده مقام مانجری نزدیک پونا بدین موجب قرار۔

ضمیمہ (ھ)

عہدنامہ امدادی

۱۷۹۸ء

۱۲۱۳ ہجری

ازآنجا کہ نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر نے بہ اعتبار اس اتحاد کے جو آنکے اور انگریزی کمپنی کے مابین قایم ہے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ان کی ملازمت میں ایک دستہ فوج انگریزی کمپنی کا اضافہ کیا جائے ارل آف مارنگٹن گورنر جنرل بہادر نے اس پر لحاظ کر کے اور حالیہ معاملات اور ٹیپو سلطان کے مخالفانہ طرز عمل کے اعتبار سے (جو انہوں نے جزیرۂ فرانس کو اپنے ایلچی روانہ کر کے اور ایک باہمی معاہدہ اس گورنمنٹ سے بمقابلہ انگریزی قوم طے کرنے کی تجویز کے ساتھ ایک دستہ فرانسیسی فوج کا اس سے حاصل کر کے کیا ہے) یہ ضروری خیال کیا ہے کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جو متحدین کے مقبوضات کی حفاظت کے لئے ضروری ہو اور اسی بناء پر بمقابلہ ٹیپو سلطان مدافعانہ شرکت و اتحاد قرار پایا اور اس غرض کے لئے گورنر جنرل مذکور نے کیپٹن جیمس اکیلیس کرک پیاٹرک متصرم رزیڈنٹ دربار نظام کو یہ اختیار دیا ہے کہ منجانب آنریبل یونائٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی ہز مائی نس کی خدمات کے لئے انہیں کے اخراجات سے آنریبل کمپنی کی طرف سے ایک دستہ فوج کے مستقل اضافہ کی نسبت نظام الملک آصفجاہ بہادر سے

بشرائط ذیل معاہدہ طے کریں جو اس وقت صورت عمل میں آئے گا جب کہ یہ معاہدہ گورنر جنرل کی دستخط ہو کر واپس آجائے۔

دفعہ ۱ ارل کورنوالس کے خط مورخہ ۷ جولائی ۱۷۸۹ء موسومہ ہز ہائی نس دی نظام کا مضمون مماثل عہد نامہ تا بحد معاہدہ نسبت قیام فوج بسرکار نظام علی حالہ واجب العمل و برقرار رہے گا۔ یعنے نئی امدادی فوج کے احکام انہیں شرائط کے تابع رہیں گے جو موجودہ فوج سے متعلق ہیں تا وقتیکہ پیشوا ان میں کسی تبدیلی پر رضامند ہوں اور ہز ہائی نس اس کو پسند کریں۔

دفعہ ۲ حسب قواعد مجریہ کمپنی نئی امدادی فوج بالکلیہ یا جزاً کمپنی کی گورنمنٹ کے ضروریات کے تحت برخواست ہو سکے گی بشرطیکہ اس کی اس تعداد میں کمی نہ ہو جس کا ہز ہائی نس کے پاس رہنا مشروط ہے۔

دفعہ ۳ نئی امدادی فوج کی تنخواہ اس روز سے ریاست کے ذمہ ہو گی جس روز کہ وہ ان کے حدود میں داخل ہو جائے یہ جملہ فوج چھ ہزار سپاہی معہ بندوق پر مشتمل ہوگی۔ اور ان کے ساتھ متناسب تعداد توپوں کی ہوگی جو یورپیوں کے تحت ہوگی اور جن کی مجموعی تنخواہ دو لاکھ ایک ہزار چار سو پچیس روپے ماہانہ ہوگی اور جس کی ماہ بماہ باقاعدہ ادائی کے لئے اطمینان بخش طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ اس امدادی فوج کے اخراجات معہ ضروریات لازمہ کے سالانہ چوبیس لاکھ سترہ ہزار ایک سو روپے ہوں گے اور یہ رقم سالانہ چار مساوی قسطوں میں ادا ہوگی یعنے انگریزی ہر تین مہینوں کے ختم پر

چھ لاکھ چار ہزار دو سو پچھتر روپے نقد خزانۂ ہز ہائی نس سے بلا ردّ و کد ادا کئے جائیں گے۔ اگر یہ اقساط زیر باقی رہ جائیں تو اس کی رقم اس پیشکش میں مجرا ہو گی جو منجانب کمپنی ہز ہائی نس کو بابت سرکاران شمالی واجب الادا ہوا چاہئے۔ ان اقساط کی ادائی میں تعویق ہو تو اس صورت میں ایسے اضلاع کی تفویض عمل میں آئے گی جن کا حقیقی محاصل رقم مذکور کے برابر ہو۔

۵۸ فوج امدادی کی جملہ اشیاء مایحتاج و غلہ کا حصول سابر اسی طرح ادا ہوگا جس طرح کہ سابقہ دستۂ فوج کا ہوتا رہا۔ اسی طرح ایک خاص مقام اس فوج کے قیام کے لئے مختص کیا جائے گا جہاں وہ اس وقت تک رہیگی جب تک کہ اس کے عملی خدمات درکار ہوں اور جب ریاست کی کسی مہم پر اس کو مامور کیا جائے تو اس کے ساتھ ایک معتبر ملازم ریاست مقرر ہوا کرے گا اور اس فوج کے کمانڈار اور دیگر عہدہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک مرعی رکھا جائے گا جو ہر دو ریاستوں کے اعزاز و مرتبہ کے لحاظ سے مناسب ہو۔

۵۹ مذکورہ فوج امدادی ہر وقت اہم امور میں ادائے خدمات کے لئے تیار رہیگی۔ ایسے اہم امور مثلاً یہ ہوں گے۔ ہز ہائی نس کی ذات یا نسلاً بعد نسلٍ ان کے ورثا یا قایم مقاموں کی حفاظت، اور باغیوں اور برپا کنندگان فتنہ و فساد کی تنبیہ لیکن اس کو معمولی امور میں مثل سہ بندی مامور نہ کیا جائے گا اور نہ اس کو وصول محاصل میں لگایا جائے گا۔

۶ امدادی فوج کے حیدرآباد پہنچتے ہی فرانسیسی ملازمین وعہدہ داران ہزہائی نس کی ملازمت سے برطرف کر دئے جائیں گے اور وہ فوج بھی (جو اُن فرانسیسی عہدہ داروں کے تحت ملازم ہے) برطرف کر دی جائیگی تاکہ اس سابقہ فرانسیسی فوج کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور ہزہائی نس بذات خود اور اپنے ورثاء اور قائم مقاموں کی جانب سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ پھر کسی فرانسیسی کو اپنی یا اپنے کسی سردار یا تابع کی ملازمت میں نہ رکھیں گے اور نہ رکھنے دیں گے اور نہ کسی فرانسیسی کو اپنے ممالک محروسہ میں رہنے دیں گے اور نہ کسی یوروپین کو اپنی ملازمت میں رکھیں گے اور نہ بلا علم و رضامندی کمپنی اپنے ملک میں رہنے دیں گے ۔

۷ تمام فرانسیسی اور وہ سپاہی جو کمپنی کی ملازمت سے نکل کر اس فرانسیسی فوج میں ریاست کی کسی اور فوج میں شریک ہو گئے ہوں گرفتار کر کے برٹش ریزیڈنٹ کے تفویض کر دئے جائیں گے اور مذکورہ قسم کے کسی شخص کو آیندہ ہزہائی نس کے ممالک میں پناہ گزیں ہونے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ ہر ایسا شخص بلا تعویق گرفتار اور حوالہ ریزیڈنٹ کر دیا جائے گا اور اسی طرح کمپنی کے علاقہ میں بھی کسی کو پناہ نہیں دیجائیگی اور ہزہائی نس کی ملازمت سے نکل بھاگے ہوئے سپاہی بھی بلا تعویق گرفتار اور سپرد کر دئے جائیں گے ۔

۸ ازآنجاکہ حسب فقرہ (۶) ہزہائی نس نے حزم و احتیاط اور بعض برائیوں کے ارتفاع کے لحاظ سے فرانسیسیوں کو اور نیز ان کی مرتب کردہ فوج کو اپنی ملازمت سے

علیحدہ کرنے کا اوران کی جگہ بشرایط وقیود متذکرہ خط ارل کورنوالس موسومہ ہزہائی نس دی نظام آنربل کمپنی کی فوج کے قایم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اس لئے یہ قرار پایا کہ نبظر باہمی فواید پیشوا وہزہائی نس اور بہ اعتبار رفاہ رعایائے ہرایک کمپنی کی گورنمنٹ برضامندی ومنظوری ہردو (نظام وپیشوا) اپنی مساعی جمیلہ اس امر کی نسبت عمل میں لائیگی کہ اس نئے معاہدے میں ایک ایسا فقرہ داخل کیا جائے جو ہرایک کو دوسرے سے مطمئن کردے اگر پیشوا ایسے نیک مشورے سے جو دونوں ریاستوں کے حق میں مفید ہو متفق نہ ہوں اور اختلافات ان دونوں ریاستوں (یعنے ریاستہائے آصف جاہ بہادر وراؤ پنڈت پردھان میں پیدا ہوں تو انگریزی گورنمنٹ اقرار کرتی ہے کہ خود مداخلت کر کے حق وصداقت وانصاف کے ساتھ آپس میں صفائی واتحاد کرادیگی نواب آصف جاہ بہادر یہ اقرار کرتے ہیں کہ راؤ پنڈت پردھان کی سرکار کے خلاف کوئی زیادتی نہ کریں گے اور یہ کہ بصورت اختلافات انگریزی گورنمنٹ کی اصلاح اوران کے حق وصداقت وانصاف کو بلا رد وکد تسلیم کرلیں گے۔

دفعہ ۹ سابقہ معاہدات مابین انگریز وریاست نواب آصف جاہ اور پیشوا برقرار رہیں گے اگر اس کے بعد راؤ پنڈت پردھان اسی قسم کے معاہدہ امدادی میں کمپنی کے ساتھ شریک ہونے کی خواہش ظاہر کریں تو آصف جاہ بطیب خاطر اظہار رضامندی کریں گے۔

دفعہ ۱۰ یہ اضافۂ امداد کا معاہدہ جو دس شرایط پر مشتمل ہے آج کے دن کیپٹن کرک پیاٹرک اور نواب آصف جاہ بہادر کے مابین طے پاگیا کیپٹن کرک پیاٹرک نے اس کی ایک انگریزی

اور فارسی کی کاپی اپنی دستخط و مہر سے نواب صاحب کو دی جنہوں نے اپنی طرف سے بھی
ایک ایسی ہی کاپی باقاعدہ تکمیل کرکے کپتان کرک پیاٹرک کو دی کپتان کرک پیاٹرک
اقرار کرتے ہیں کہ اس معاہدے کی گورنر جنرل کی مصدقہ کاپی پچاس روز کی مدت میں حاصل کرکے
ہز ہائی نس کو دیں گے جس کے بعد کپتان کرک پیاٹرک کی دی ہوئی کاپی واپس
کردی جائیگی ۔ اس اثناء میں مجوزہ فوج کو طلب کرنے کے لئے لکھنے میں تاخیر نہ کیجائیگی
حیدرآباد میں بتاریخ یکم ستمبر سنہ ۱۷۹۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۳ ہجری
دستخط و مہر ہوئی ۔

جے ۔ اے کرک پیاٹرک

متصرم رزیڈنٹ
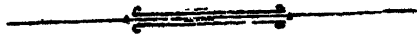
ضمیمہ (۹)

رقعۂ ارسطو جاہ موسومۂ میر عالم

میر صاحب جلیل المناقب عظیم الاوصاف سلامت

دو قطعہ مکتوب بہجت اسلوب یکے مرقوم شب بست و نہم ذی حجہ ۱۲۱۳ھ ہجری متضمن کیفیت جنگ کہ سواران سرکار دولت مدار محنت و تردد ہا بعمل آوردند و تردد ات صبح و شام و آوردن مفخر الدولہ و برادر لارڈ بہادر میر دوران بہادر زراہمراہ خود از چین پٹن بسرینگ پٹن و بہ اصرار نگاہداشتن بہادران معزبہ میر دوران بہادر کہ بعد ملاقات لارڈ بہادر روانہ خواہد شد و نوشتن آن جلیل المناقب بہ راجہ روشن رائے بہادر مشار الیہ جنرل ہاریس بہادر وغیرہ کہ پنج ہزار سوار جاگیردار و پائگاہ وغیرہ خود نگاہداشتہ تتمہ سواران را رخصت حضور پرنور نمایند و با جمعیت پلاٹن و سواران کوچ نمودہ از راہ گورم کنڈہ روانہ قلعۂ گتی شود و اینکہ این لارڈ نہ مثل لارڈ سابق است و نہ این فوج انگریزی مثل فوج سابق پیشتر کہ ہمیشہ با حیدر علی خان مقابلہ می شد گاہے از پنج یا ہفت پلٹن زیادہ نبود و الحال شصت پلٹن معہ سیزدہ پلٹن سرکار دریں مہم حاضر بودہ علاوہ این فوج و سازو سرانجام عزم بلند لارڈ بہادر بتحریر نمی گنجد کیفیت آن مفصل واقف

ملاقات ظاهر خواهند نمود و بعمل آمدن این تتمهٔ نامهٔ جدید در عجب وقت و دولت راؤ
بے اندیشه که ثانی اثنین ٹیپو سلطان توان گفت یقیناً دولت خود را برباد می دهد و دولت
باجی راؤ اگر درین صدمه بشرط حسن تدبیر بالاجی پنڈت و سخن شنوی این جانب که از حالات
بنیاد آن گذاشتن شرط است بالمره برباد نشود البته ضعیف و بے رونق کالمعدوم
خواهد شد و سوالے که از راجه رگھوجی بھونسله بعمل آمده البته حشمت جنگ بهادر ظاهر نموده
باشند یعنے شراکت و یکدلی راجه مذکور با سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بهادر اگر راجهٔ مذکور
بصاف دلی اقبال این معنی نماید و آینده بر جادهٔ دولت خواهی ثابت قدم بماند محفوظ
خواهد ماند و اگر مثل سابق بر رویهٔ خاندان خود قایم طلبی کند نتیجه خوب نخواهد دید و درین
باب این جانب هم آنچه مناسب باشد براجهٔ مذکور خواهند نوشت که فی الحقیقت این
سوال مبنی بر سلسلهٔ حقیباتی این جانب است که پیشتر مکرر درین باب گفته بودند باید
که رگھوجی ممنون و مرهون این جانب باشد و روبراه نمودن جواب و سوال تقسیم غنیمت
که هر روز تکرارها می شود و اگر درین ماده چیزے از حشمت جنگ بهادر هم نویسانیده شود
بهتر است معه نقل خط منشی مرقومه بستم شهر شوال و ثانی محررهٔ شب پنجم محرم الحرام سنه ۱۲۱۴ھ
مشعر بر این که بعد پنج شش روز باز ناسخ و منسوخ بعمل آمده یعنے دریافت موقوفی آمدن
لارڈ بهادر بموجب ممانعت ڈاکٹران و شروع شدن سوال جواب ها با مفخر الدوله
بهادر و بمیان آوردن مذکور گورم کنڈه و رسانیدن بهادر معز روز دویم خریطهٔ
لارڈ بهادر معه نقل عنایت نامهٔ موسومهٔ بهادر موصوف و گفتن اینکه الحال این مقدمه

بعرض حضور رسید و درجهٔ پذیرائی یافت دیر و درنگ درین کار مناسب نیست
و نوشتن روز دویم دو مرتبه شقه با نقول آن ها بطوری که تعلقه مذکور بجاگیر خان مسطور
مقرر نموده شده از نقل سند موضوح می گردد و اینکه لارڈ بهادر را نظر بر درستی کلیات
و آن عظیم الاوصاف را مطمح نظر کفایت سرکار دولتمدار و میر قمرالدین خان بهادر سردار
نامی و بر خلاف اهل تین معامله فهم و داشتن حلقه بندگی حضور در گوش و غاشیه اطاعت
بر دوش و پیام نمودن آن عظیم الاوصاف بفخرالدوله بهادر بتاریخ غرهٔ محرم که اگر انفصال
معاملات درین جا می تواند شد پس وجه توقف چه خواهد بود اگر درین جا نمی تواند شد
روانگی مناسب تا کجا به انتظار می توان نشست و جواب دادن بهادر معرکه در دو
روز جواب این معنی منقح گفته می شود یعنی نقشهٔ معاملات همین جا قرار داده خواهد شد
یا ملاقات با لارڈ حضور خواهد گردید و رسیدن خطوط لارڈ بهادر با قرار داد نقشه بنام بهادران
معزو خلاصه اینکه جنرل هاریس بهادر و کرنل کلوس بهادر خود و مفخرالدوله و کپتان مالکم بهادر
را مختار معاملات ساخته و نقشهٔ معاملات قرار داده فرستاده اند انشاء الله تعالی
از امروز که از تاریخ چهارم شهر محرم است شروع سوال جواب خواهد شد و راجهٔ
روشن رای بهادر بعد رسیدن خط آن جمیل المناقب که برای روانگی پنج شش هزار سوار
به حضور پرنور نوشته بودند در جواب نوشتند که مردم سپاه برای روانگی حضور یک ماهه
پیشگی می خواهند و زر در خزانه نیست که به آن ها داده روانه نموده شود و در جواب نوشتن
آن عظیم الاوصاف که بار بردار باید فرستاد تا به لشکر رسیده بندوبست روانگی افواج نموده

بانہ پٹن معاودت کردہ آید راجہ معز بعد رسیدن این خط دوسہ کوچ متواتر نمودہ انشاء اللہ
تعالی عنقریب از راہ گورم کنڈہ بہ تعلقہ گکتی می رسند. روانہ نمودن چہار صد جوان بار تعلقہ
میر دوران بہادر بایک کپتان برائے تھانہ قلعہ گورم کنڈہ و مقرر نمودن قلعہ داری قلعہ مذکور
بطریق ضبطی بنام سعید حسین خان و برائے تعلقداری آنجا کہ براجہ روشن رائے بہادر نوشتہ
بودند و راجہ معز محمد امین خان بہادر عرب را مقرر کردند الحال کہ تعلقہ مذکور بنام میر قمر الدین خان
قرار یافتہ احتیاج تجویز تعلقدار نماند مگر تجویز تعلقدار گکتی ضرور و صورت اجازت بنام ناگن گوڑا
کہ بہ نسبت دیگران مالگذار و کفایت شعار است مقرر خواہند نمود و اطلاع نقشہ تقسیم ملک آنچہ
مسموع شدہ باید دید کہ این نقشہ ہم قایم می ماند یا تغیر و تبدیل می شود و گفتن آن عظیم الاوصاف
در مذکورات بہ اہل کونسل کہ اگر بہ سر ٹیپو ابر پا نمودن متضمن مصلحت دولت ہا و نیک نامی ہر دو
سرکار است و خواہ مخواہ بعمل می آید درین صورت بقرار نوکری در ہر دو سرکار کہ اگر در سرکار
دولت مدار ہم عمدہ رود ہر با تمام جمعیت ہمراہ رکاب با ہمراہ جمعیت سرکار حاضر باید شد
و در تقدیم نوکری و جانفشانی دقیقہ نباید گذاشت و اگر کار جزوی از قبیل تنبیہ زمینداران مفسد
رو بکار گردد و جمعیت بر طبق حکم فرستادہ ہمراہ تعلقداران سرکار بہ تنبیہ اشرار پردازند و در سرکار
کمپنی نیز ہمین دستور چنانچہ مفخر الدولہ بہادر و مشیران دیگر جواب دادند کہ بندوبست این معنی
بعمل خواہد آمد و کیفیت گرفتن قریب شش لک روپیہ بطریق دستگردان از جنرل ہاریس بہادر
بدوازدہم ذی حجہ و رسانیدن براجہ روشن رائے بہادر و تتمہ چہار لک روپیہ بعد رسیدن
خزانہ کہ قریب راے کوٹہ رسیدہ است و بہ بدرقہ دو پلٹن متعاقب می رسد براجہ مسطور

رسانیده می شود و کوچ کردن جنرل هاریس بهادر بسمت چیتل درگ مع نقل سند و اقرارنامه
میر قمرالدین خان بتاریخ شانزدهم محرم یکجا وصول آورده مسرور خیریت ها و مطلع مضامین مندرجه
ساخت و هم از خطوط موسومه مستقیم الدوله بهادر کیفیت مرقومه مشروحاً بوضوح انجامید چون
قابل ملاحظه و عرض حضور پرنور نبود لهذا شمه ازآن معروض داشته نشد اگرچه کیفیت تقسیم ملک و غنیمت
هنوز ناسخ و منسوخ و چیزے قرار نگرفته و بدون گرفتن قرار چه قسم این معنی را الیقینی تصور باید نمود بر این هم
یک لمحه گو که بموجب نوشته سامی چیزے ازین قرین صدق توان نمود پس هیچ نیست چراکه
آن عظیم الاوصاف قواید نامه جدید مطمح نظر دارند و نوشته اند به این نقشه درین معامله روبکار برعکس
تصور می نماید و مراد صاحب را چه قسم سرخروئی از خداوند نعمت خود خواهد گشت و هم در چشمان که
ناتوان بین اند و در بهر خریطه موسومه گورنر جنرل بهادر همین مندرج است که به استصلاح و استطلاع
و اتفاق صوابدید آن عظیم الاوصاف که از تغییر و تطهیر مکنونات و مرکوزات و از سراسر از خفی و جلی
حضور پرنور واقف و آگاه اند بعمل آید و گورنر جنرل بهادر مکرر قلمی نموده اند که سرسبزی و بهتری و بهبود
و بهبود و رونق سرکار دولت مدار را بعینه بمنزله بهسود و بهبود سرکار کمپنی بهادر متصور دارند جوابش
مکرر همین درج گردیده که بمشاوره و استصلاح و استحسان آن جلیل المناقب موافق ارقام خود
بعمل خواهند آورد چنانچه نقول خرایط و درجواب آن بامترشدات مکنونات و مرکوزات سرکار
سابق براین به آن عظیم الاوصاف و هم حسب الاستدعا به حشمت جنگ بهادر اطلاع داده شد
که ذهن نشین گورنر جنرل بهادر نمایند و حالا باز مکرر قلمی می گردد اگرچه صاحبان کونسل پیش خود
بموجب مرکوزات و مکنونات حضور که قانون رؤسائے ماسلف و صلاح دولتین باشد

بعمل آرند یعنی ضابطه روسائے عمده در رود اچنین امورات همین است که پسمانده ها را
طورے بفراغ معیشت لیکن نوعے که آینده قابوئے فتنه پیرائی نماند می دارند چنانچه در معاملهٔ
روبکار هم منظور والا همین است که خویش و اقربائے مخصوصه ٹیپو سلطان مرحوم را در ذیل
دو کس که عمدهٔ آن ها باشد داشته یکے را در سرکار دولتمدار و یکے را در سرکار کمپنی انگریز
بهادر جائے بفراغ معیشت نگاهدارند و به تجربه و دریافت اوضاع و اطوار آینده اگر قابل
ترقی باشند ترقی خواهند یافت و منظور ازین همین که آینده زمانهٔ حادثه مثل وزیر علی خان
و غلام محمد خان روهیله طاقت فتنه پیرائی باقی نماند بهتر و الا آن جلیل المناقب دست از استحسان
و مرشدات حضور پرنور نداشته جواب صاف به اهل کونسل و مفخر الدوله بهادر بدهند که صاحبان
بفضل الهی دانا اند و حکم سرکار به استصلاح و استطلاع و استحسان و صوابدید و اتفاق و اشتراک
و در آنچه سود و بهبود و سرسبزی و بهتری و رونق و صلاح دولت باشد بعمل آید صادر گردیده
است درین تحریف نمی تواند شد و در احکام همین معنی بر می آید اگر اهل کونسل بگویند که گورنر
جنرل بهادر درین معامله مختار اند جواب شافی همین باید داد که نظر بر اتحاد مخبری گورنر جنرل بهادر
آن هم به اتفاق و اشتراک و صوابدید و استصلاح این جانب که در آن مفید حال و آیندهٔ سرکار
باشد نه که برخلاف آن تجویز شود چه قسم بعمل می توان آورد و ملاقات من با لارڈ بهادر هر جا که
باشد ضرور روانه پیش لارڈ بهادر باید شد و این همه مراتبات را ذهن نشین باید نمود در
صورت اصلاح و استحسان خود نظم و نسق و حصهٔ مساوات چه در غنیمت و چه در ملک مع حصه
سپاه خود که موافق قانون خود کار پردازان سرکار دولتمدار مختار اند بعمل باید آورد و اگر در آن جا هم

این معنی اصلاح وصورت پذیر نگردد ہمین باید گفت کہ تا این مدت نیک نامی کمپنی مشہور آفاق
در تمامی رؤسائے ہند بود تا اینکہ خرایط چنین مضمونات حاضر وموجود برعکس آن تصور می شود
پس صاحب ہرچہ خواستہ باشند بکنند وآن عظیم الاوصاف رخصت شدہ باید آمد ویقین
خاطر است کہ مواخذۂ این معنی البتہ اہل ولایت بازپرس خواہند نمود بلکہ در اظہار ہم این معنی
بعمل آید اولی است چنانچہ ہمین مراتبات بہ حشمت جنگ بہادر ہم ازطرف خود گفتہ فرستادہ
شدہ کہ زبان زد خاص وعام چنین است وہم روز دویم بہ منشی جی زیادہ از آن گفتہ شدہ کہ
ہمین مراتبات بر آن عظیم الاوصاف نوشتہ می رود کہ اگر پیش از اطلاع مراتب پوست
کندہ احیاناً بخیال مختاری خود برعکس نوشتہ جات واظہارات چشم پوشی نمودہ کہ دور از قیاس
وفہمیدگی کونسلان است بعمل آرند مناط اعتبار نخواہد بود چنانچہ مراتب مذکور را حشمت جنگ
بہادر بہ گورنر جنرل بہادر ومفخر الدولہ بہادر زیادہ ازین مفصل نوشتہ اند وگفتہ فرستادند کہ
انشاء اللہ تعالی موافق مرکوز ومکنون خاطر اقدس گورنر جنرل بہادر تا بمقدور بعمل خواہند آورد
ونیز در مقدمہ گورم کنڈہ کہ از مکنونات سرکار چیزے کم وزیادہ شدہ است تعجب می نماید
چراکہ گورنر جنرل بہادر در خریطہ حضور پرنور واین جانب صاف نوشتہ اند کہ موافق مرکوزات
ومکنونات سرکار بعمل می آید چنانچہ گورنر جنرل بہادر در خریطۂ حضور پرنور نوشتہ اند کہ بلحاظ مراتب
مجوزۂ سرکار بعمل خواہد آمد وہمین صاف ترقیم نمودہ اند بلکہ بقید رسم ہائے تعلقات کہ مرکوز داشتن
سرکار بود نوشتہ اند ازین معنی بسیار تعجب رو نمود چراکہ خریطۂ جنرل بہادر در حضور پرنور ارسال
داشتہ اند دران مندرج است کہ خود ممبر صاحب وجنرل ہاریس بہادر ارقام نمودہ اند کہ

مقدمه جاگیر خان مشارٌالیه را بلحاظ مراتب مجوزه و مرقوم آن والا قدر در اسرع ازمنه انفصال
سازند و در خریطهٔ آن عظیم الاوصاف که نقل آن برائے ملاحظه ترسیل داشته اند در آن مرقوم
است که به تجویز بهترین نقشه انفصال آن بذریعه تصفیه درخواست میر قمرالدین خان را در اسرع
ازمنه پردازند. چنانچه البته در مضمون هر دو خریطه بدو طور متصور می شود چنانچه نهین قسم به
حشمت جنگ بهادر گفته فرستاده شد بهادر موصوف هم متحیر و متعجب اند که با وجود اطلاع
دادن من هر کوزات سرکار و رسیدن جواب از پیش گورنر جنرل بهادر به تفصیل تعلقات یعنی
قلعه معه قصبه و سه تعلقه یعنی کمارکالوه و رایچوتی حسب الاستدعاء در سرکار رمانده تتمه بجاگیر
میر قمرالدین خان قرار می یابد که چنین بظهور رسیده پس قصور صاحبان سرینگ پٹن می نماید
این معنی هم نوشته می شود و یقین خاطر این جانب است که پسران و پسماندگان
ٹیپو سلطان را تا مقدور موافق مکنونات سرکار دولت مدار و اظهار میر صاحب خواهند کرد
و نصف ملک هرگز برآنها نخواهند داشت اغلب که پیش هم سابق بر این در کونسل مذکوری
شده بود که تمامی ملک را سه حصه نموده یک حصه برآنها می دارند حالا آن هم نمانده است
پس وقتیکه نظم و نسق درست نشود و اقر چنین شهرت که بخیال هر کس هر آنچه می رسد بگویند مناط
اعتباری توان فرمود و یقین تصور دارند که گورنر جنرل بهادر بصوابدید و رضامندی میر صاحب
چنان بعمل خواهند آورد که سرخروئی این جانب و میر صاحب در حضور پرنور زیاده از منقوش
خاطر خواهد گردید بیقین تصور داشته هیچ تاملے درین باب بخاطر راه یاب نفرمایند ۔
از دریافت ارقام شریف که ملک هفت لک هون بحصهٔ سرکار آید در آن دو لک هون

بابتہ گورم کنڈہ جاگیر میر قمر الدّین خان منہارفتہ باقی ماند پنج لک ہون اگر ملکے کہ درآن وقت اظہار زیادہ محاصل زبان زد بوده باشد قریب ده لک ہون خواہد بود بنظر غور تامل نمایند کہ بعد اخراجات قلعجات و عمالان و متصدیان و سہ بندی محال وغیرہ چہ قدر در سرکار باقی خواہد ماند کہ درآن توقع نگاہداشتن این پلاٹن ہا و این رجمنٹ ترپ سواران نموده آید از وقتیکہ این خبر دریافت گردید در تاملات عمیق متحیر چہ قسم عہده برائی اخراجات و کدام رو بصاحب و این جانب در حضور خواہد ماند ملحوظ این مراتب زیاده ازین جانب بہ آن عظیم الاوصاف مطمح نظر است باز ہم برائے اطلاع شمہ از آن قلمی گردید چراکہ پیش از مفتوح شدن قلعہ جنرل ہاریس بہادر نسبت فرستادن پیام بہ ٹیپو سلطان زبانی کپتان مالکم بہادر برین معنی کہ درصورت دادن دو کرور روپیہ و نصف ملک صلح نموده آید از آن عظیم الاوصاف مشاہده نموده بودند و آن جلیل المناقب نظر بر فواید دولتین تجویز یورش و مورچال جواب دادند بفضل الٰہی حسب دلخواه قلعہ مفتوح گردید باید کہ زیاده از آن فواید حاصل شود نہ اینکہ برعکس آن اظہار از آن طرف گردد دیگر اینکہ آنچہ آنہا می خواہند کہ بحدود ان کرد تمام لک ہون ہو پے از مال غنیمت بحصۂ سپاه سرکار مع آن عظیم الاوصاف و میر دوران بہادر وغیرہ تجویز می کنند درآں ارادۂ آن جلیل المناقب این است کہ نصف راجواہر کہ بکفایت بدست می آید و نصف نقد بگیرند تعجب ہزار تعجب رو نمود غنایم معہ خزانہ وغیرہ کہ بکمر گورنر جنرل بہادر کرورہا سیوائے توشکخانہ و آلات حرب و ضرب محفوظ است نوشتہ اند پس در ہمہ چیز حصہ مساوی باشد موافق قرار و مدار و اگر بگویند کہ جمعیت ما

زیاده است وجمعیت سرکار کم بقدر آن می دهیم همین باید گفت که پس شراکت مساوی کجا ماند
وخلاف نوشت وخواند بعمل می آید پس چه قدر بدنامی طرف کمپنی عاید حال تواند شد زنهار
زنهار اقبال گرفتن مبلغ مذکور نخواهند نمود قطع نظر ازین دوستی ها شماتت دیگران تصور باید
کرد و دیگر اینکه اهل کمپنی می گویند که روپیهٔ سپاه ما این است که غنیمت حق سپاه است پس
پسران ٹیپو سلطان و وابستگان آنها را که نصف ملک وخزانه وغیره می خواهند که بر آن ها تجویز
بحالی دارند چرا نمی گویند که این حق ماست از یورش قلعه را مفتوح کردیم و آنها داخل اسیران که
حکم فرانسیسان دارند مگر بقدر قوت لایموت آنها بقدر مناسب تجویز باید نمود و تتمه در همه چیز آن
حصه مساوی شود در آن درحصه سپاه خود اهل کمپنی مختار اند و بدستور در حصهٔ سپاه سرکار کارپردازان
سرکار دولتمدار موافق قانون خود مختیار اند چنانچه این مراتب هم به منشی جی وحشمت جنگ بهادر اطلاع
داده شد آنها ذمه گرفته اند که همین مراتب به گورنر جنرل بهادر نوشته شده است ازین معنی
مطمئن خاطر باشند که همین قسم بعمل خواهد آمد و این مراتب را ذمه خود گرفته اند که حصهٔ سپاه سرکار
حواله آن عظیم الاوصاف خواهد گردید آینده کارپردازان سرکار مختیار اند و از تعداد خزانه وجواهر و
اثاثه وآلات حرب وضرب وغیره نقد وجنس گو پر کاهی باشد خود واقف گشته‌اند و بسرکار
اطلاع نداده اند این کدام نیک طینتی ونیک نامی وحق پرستی است در عالم شراکت که حصهٔ
مساوی در همه چیز باید آمد شریک نکردن غیر از نفسانیت امر دیگر در نظر دوربینان متصور نمی گردد
و اینکه معز الدوله بهادر اظهار می کنند که امر جزوی وکلی این مهم سپرد لارڈ بهادر است جواب
باید داد که تاهم بودن آن هم به استصلاح وصوابدید آن عظیم الاوصاف ونظر بر عالم یگانگت و

دریافت مضمون خرایط گورنر جنرل بهادر باز هم از سرکار بدین مضمون در همه خرایط درج گردید
که در همه چیز بصوابدید و استحسان آن عظیم الاوصاف بعمل آمد چنانچه حشمت جنگ بهادر قایل این
معنی اند مفخر الدوله را هم همین مراتب پوست کنده جواب باید داد که در آن جا زیاده ازین
مراتب به حشمت جنگ بهادر ابلاغ شده البته آگاهی داده باشند و نیز به این جانب حکم رسید
لهذا اظهار نموده می شود و در صورتیکه در همه باب استحسان خاطر آن جلیل المناقب باشد
اولی و الا هیچ وجه من الوجوه قبول نباید کرد۔

آنچه در مقدمه سخن شنوی این جانب بالاجی پنڈت مرقوم خامهٔ وداد بود دریافت
گردید ترقیم این معنی که از قبیل الهام متصور گشت پیش ازین به بالاجی پنڈت نویسانیده شده بود
که قیام و استقلال خود باعث رونق دولت باجی راؤ از چشم داشت بندگان عالی و دوستی این
جانب متصور دارند پس سرکار بندگان عالی نظر بصلاح و فلاح دوستی به اهل کمپنی نوشت و خواند
فرموده اند بدون اطلاع کمپنی انگریز بهادر در هیچ باب بکشاده پیشانی چیزی نمی توان نمود و
این قسم تا کی پس بهتر آنست که مفید دولت و وابسته موافقت به اهل کمپنی نموده بند و بست
مقدمات خانگی وغیره خود بعمل آوردن اولی است که باعث آسایش و رفاه خلایق و اتحاد
سرکارین گردد چنانچه درین روزها بالاجی پنڈت از شیشادری پنڈت نویسانیدند نظر بر صلاح
سرکار دولتمدار از چندی چنین مراتب ذهن نشین باجی راؤ می نمودند چنانچه چیزی رو براه
آورده ام و چیزی می آرم درین روزها که کرنیل پالمر بهادر را باجی راؤ به تقریب شادی چمنا
ابا برادر خود بازیافت نمودند وقت برخاست گفتند که بعضی مراتب به بالاجی پنڈت

گفته شده است خواهند دریافت چنانچه بوے اظهار پنڈت مذکور ازین برمی آید به حشمت جنگ
ازین معنی آگهی داده شده بود منشی جی هم اظهار کردند که از اخبار ما هم چنین بدریافت می رسد
که روبراه و تهنامه جدید مطابق سرکار شاید بعمل خواهند آورد و سوالے که اهل کمپنی از رگهوجی
بهونسله نموده اند از اظهار حشمت جنگ بهادر مجملی معلوم گردید آنچه قرار گیرد به استرضائے
حضور پرنور خواهد شد چنانچه از سابق سلسله جنبانی این معنی به اهل کمپنی بود و درین ماده به
رگهوجی نوشته شده بود حالا باز حشمت جنگ بهادر درخواست دارند که یک احکام بنام
رگهوجی متضمن استرضائے حضور می خواهند نوشته داده اطلاع آن عظیم الاوصاف نموده خواهد
شد پیش از دو سه روز خط پسر رامچندر پنڈت متوفی رسیده ملخص مضمون اینکه بعد عشره
محرم الحرام آنچه سوال جواب کمپنی قرار می گیرد دریافته حاضر حضور می شوم چون مستقیم الدوله
بهادر از قبیل ذکر از طرف خود به حشمت جنگ بهادر و منشی جی بمیان آورده بودند روز دوم
که برادر منشی جی میر امان الله پیش بهادر مذکور آمده اظهار کردند و روبروے ایشان قلمبند شده
است نقل آن با نقل خریطه گورنر جنرل بهادر باز باحتیاطاً تر بسیل داشته شد موضوح
می گردد غرض آنچه سوال جواب خاطر خواه باشد زیاده از اطلاع اینجا در همه باب
بعمل خواهند آورد ـ

درباب تجویز تعلقداری گتی بنام ناگن گوڑا که مناسب ترقیم نموده اند به راجه روشن رائے
نوشته سپرد مشارالیه باید نمود بعد ازین العرض حضور پرنور رسانیده خواهد شد ـ

تجویز جاگیر ...

ومرکوزات حضور کہ دو سہ تعلقہ متعلقہ گورم کنڈہ بود تفویض خان مذکور گردیدہ کیفیت تکرار آن از نوشتہ حشمت جنگ بہادر از مفخر الدولہ خواہند دریافت کہ قصبۂ کمار وکالوہ ورانچی در سرکار می باید۔

ہموارہ از ترقیم خیریت مسرور می نمودہ باشند زیادہ چہ بقلم آید والسّلام میر دوران بہادر سلام۔

اشاریہ

نظام علی خان

حصۂ اوّل

الف

ب

پ

ت

اِشاریہ

نظام علی خاں

حصۂ دوّم

الف

پ

(ت)

(ٹ)

خ

د

ڈ

ذ

ر

(ن)

و

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۵	رُخ کیا	رُخ لیا
۶	۱۴	رُخ کیا	رُخ لیا
۱۳	۱۷	ہادیوراؤ	مادھوراؤ
۱۵	۱۱	بودر	بود
۲۲	۸	دیں	دینگے
۲۶	۹	صلابت جنگ کے	صلابت جنگ کی
۳۴	۱۱	صادرکردی	صادکردی
۴۴	۳	جنگ میسور	جنگ میسور ۱۸۶۷ء ۱۱۸۱ھ
۵۲	۶	رکن الدولہ	رکن الدولہ کو
۵۳	۱۳	صلح نامہ روسے	صلح نامہ کی روسے۔
۵۵	۱۳	نظرلینا	نظیر لینا۔
۷۰	۴	میرے سپاہیون	میرے سپاہیوں میں۔
۷۴	۲	اس نے بھی۔	اس نے بھی
۷۹	۱۵	ورثا کو اوراس	ورثا کو اس
۸۳	۶	سرپیچ کرن بوقت	سرپیچ کرن
۸۷	۸	خواصی بٹھلاکر	خواصی میں بٹھلاکر
۸۹	۱	راجچند	راجچندر
۹۰	۴	کوماجی	گوماجی
۹۱	۳	بہالگئے	بہالے گیا
۱۰۱	۱۲	دوازدہ ملک روپیہ	دوازدہ لک روپیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۶	خرم وہوشیاری	حزم وہوشیاری
۱۰۸	۸	رُکا	روکا
۱۰۹	۲	رکن الد	رکن الدولہ
۱۱۰	۱۰	قابل	قابل
۱۱۴	۱۶	رکن الدولہ کے	رکن الدولہ کی
۱۱۸	۱۳	تدویر	تزویر
۱۲۷	۱۲	اُسی کی	اِسی
۱۳۰	۱۶	سردگی	سرکردگی
۱۳۳	۷	فوج مخالف	فوج مخالف
۱۳۴	۱	اس منزل پر سے	اس منزل سے
۱۳۴	۱۸	سدی طمرس	سدی طمرالماس
۱۳۷	۲	بمقابلہ چٹپیال	بمقام چٹپیال
۱۴۳	۳	مصالحت وصول چوتھ	مصالحت اور وصول چوتھ
۱۴۷	۷	سقر	سقیر
۱۶۲	۱	بورم	بورلم
۱۷۰	۱۶	تبریاں	بتیریاں
۱۷۹	۵	پورندیہ	پرینڈہ
۱۸۴	۲	ساتھ	سامنے
۱۸	۷	پورندیہ	پرینڈہ
۱۹۴	۱۱	گانگن	کانکن
۱۹۵	۳	مویہ	موید
۲۴۳	۱۱	مخالفتے	مخالفے